

انتساب

فقیر اپنی ان طالب علمانہ کوششوں کا انتساب اپنے ہادی و راہبر مرشد عالم محبوب
 العارفین حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ کے نام کرتا ہے۔
 جن کی تعلیمات کی کھنی چھاؤں نے فقیر کو زندگی کی کڑکتی دھوپ سے بچائے رکھا۔
 جن کی توجہات نے خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل کا راستہ بتایا۔
 جن کی مشقوں نے فقیر جیسے بے مایہ کو بھی درد دل کا گوہر عطا فرمایا۔



39	احادیث سے دلائل	2		پیش قدم	
41	عقلی دلائل	3	1		
43	احوال الصالحین سے دلائل	4	1	علم تصوف	1
48	علامات شیخ کامل	5	1	دلیل نمبر 1	2
50			4	دلیل نمبر 2	3
51	مرشد کی ظاہری حیثیت و قیامت پر نظر نہ کرے۔	1	6	دلیل نمبر 3	4
52	مرشد کو اپنے حق میں انفع سمجھے۔	2	8	تصوف مشاہیر امت کی نظر میں	5
57	اپنی آواز مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔	3	11		
58	مرشد کے مصلح پر پاؤں نہ رکھے۔	4	11	تصوف کیا ہے؟	1
60	مرشد کے سایہ پر قدم نہ رکھے۔	5	13	خلاصہ کلام	2
62	مرشد کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے۔	6	15		
65	مرشد کی فحش اور زانیہ سے دل منگ نہ ہو۔	7	15	لفظ "صوفی" کی تحقیق	1
68	مرشد کے کلام کو رد نہ کرے۔	8	21	صوفی کون ہوتا ہے؟	2
71	جو خواب میں دیکھے مرشد کی خدمت میں عرض کر دے۔	9	23		
78	مرشد کی اجازت کے بغیر کسی دوسری جگہ بیعت نہ کرے۔	10	23	بیعت طریقت کا شرعی ثبوت	1
80			23	بیعت کی تعریف	2
81	قرآن مجید سے دلائل	1	24	بیعت اسلام	3
85	احادیث سے دلائل	2	24	بیعت جہاد	4
87	عقلی دلیل	3	25	بیعت ہجرت	5
			25	بیعت توبہ (بیعت طریقت)	6
			26	بیعت سے متعلقہ سوالات و جوابات	7
			35		
			35	قرآن مجید سے دلائل	1



سوال نمبر	تفصیل	نمبر	سوال نمبر	تفصیل	نمبر
114	(1) ذکر و مراقبہ	8	89		
116	قرآن مجید سے دلائل۔	9	89	اعتقادات برائے مریدین	1
118	احادیث سے دلائل	10	89	اہل اللہ کی شانِ حد سے گھٹانا	2
119	(2) ذکر و مراقبہ	11	91	گناہ ہے۔	3
121	قرآن مجید سے دلائل۔	12	92	اہل اللہ کی شانِ حد سے بڑھانا	4
123	احادیث سے دلائل	13	92	صوفیاء کے بارے میں قول۔	5
124	ذکر و مراقبہ سے متعلق سوالات و جوابات۔	14	92	اولیاء اللہ کے کشف و الہام کی حقیقت۔	6
126	امام ابن تیمیہؒ کے اعتراض کا جواب۔	15	93	غیر اللہ کی عبادت حرام ہے۔	7
129	(3) درود شریف	16	95	قبور کو سجدہ کرنا شرک ہے۔	8
129	قرآن مجید سے دلائل۔	17	96	کوئی دلی شریعت کے کاموں سے مستثنیٰ نہیں۔	9
130	احادیث سے دلائل	18	99	ولی کی کرامات اس کی نصیحت کی دلیل بنتی ہیں۔	10
131	درود شریف سے متعلق سوالات و جوابات۔	19	105	ولی کا بے عمل بننا جہنم نہیں بن سکتا۔	11
133	(4) استغفار	20	106	طریقت کی بدعت شریعت کی بدعت کا مانند ہے۔	
133	قرآن مجید سے دلائل۔	21	107		
135	احادیث سے دلائل۔	22	107	شریعت محمدیہ کا حسن و جمال	1
139	(5) تلاوت قرآن مجید	23	107	مثال نمبر 1	2
139	قرآن مجید سے دلائل۔	24	108	مثال نمبر 2	3
140	احادیث سے دلائل	25	109	مثال نمبر 3	4
141	(6) برہان پنج	26	109	آدمؑ بر سر مطلب۔	5
141	قرآن مجید سے دلائل۔	27	111	سلف صالحین کی عبارات	6
142	احادیث سے دلائل۔	28	113	اورادو و وظائف کے دلائل۔	7
143	عقلی دلائل۔	29			
143	اشعار سے دلائل۔	30			
145					

پیش لفظ

1994ء کے سالانہ فقہندی اجتماع کی ایک نشست میں فقیر نے ولی ابن ولی حضرت مولانا پیر عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خاتہ حبیبہ چکوال کے ارشاد پر بیان کیا۔ تصوف و سلوک کے مختلف عنوانات کے گرد گھومتے ہوئے اس بیان کو سائلین طریقت نے پذیرائی بخشی۔ بعض احباب نے قاضا کیا کہ یہ تقریر اگر تحریر کے سانچے میں داخل جائے تو افقیت کا باعث ہوگی۔ فقیر نے قلیل ارشاد کرتے ہوئے اپنی یادداشت کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنا شروع کر دیا۔ بے درجے تبلیغی اخطار کے باوجود کچھ نہ کچھ پرو قلم کرنے کی کوشش رہی۔ آزاد کشمیر ضلع باغ کا تبلیغی دورہ کرتے ہوئے جناب پروفیسر امتیاز احمد عباسی نے فقیر کا یہ معمول دیکھا تو حسرت موہانی کا ایک شعر قدرے تصرف کیساتھ یوں چسپاں کیا۔

ہے مشق ”قلم“ جاری ”سُزوں“ کی مشقت بھی اک طرفہ تماشا ہے ”حضرت“ کی طبیعت بھی قارئین کرام اگر فقیر کی اس طالب علمانہ کوشش میں کوئی قتل اصلاح بات نوٹ کریں تو مطلع فرما کر عند اللہ مہجور ہوں۔ البتہ جن حضرات نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں علمی و عملی تعاون کیا ہے فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا دور نصیب فرمائے۔ مزید برآں تمنا ہے کہ رب کائنات روز محشر اس محنت کو حشر کو قبول فرما کر فقیر کو بخشش کئے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین

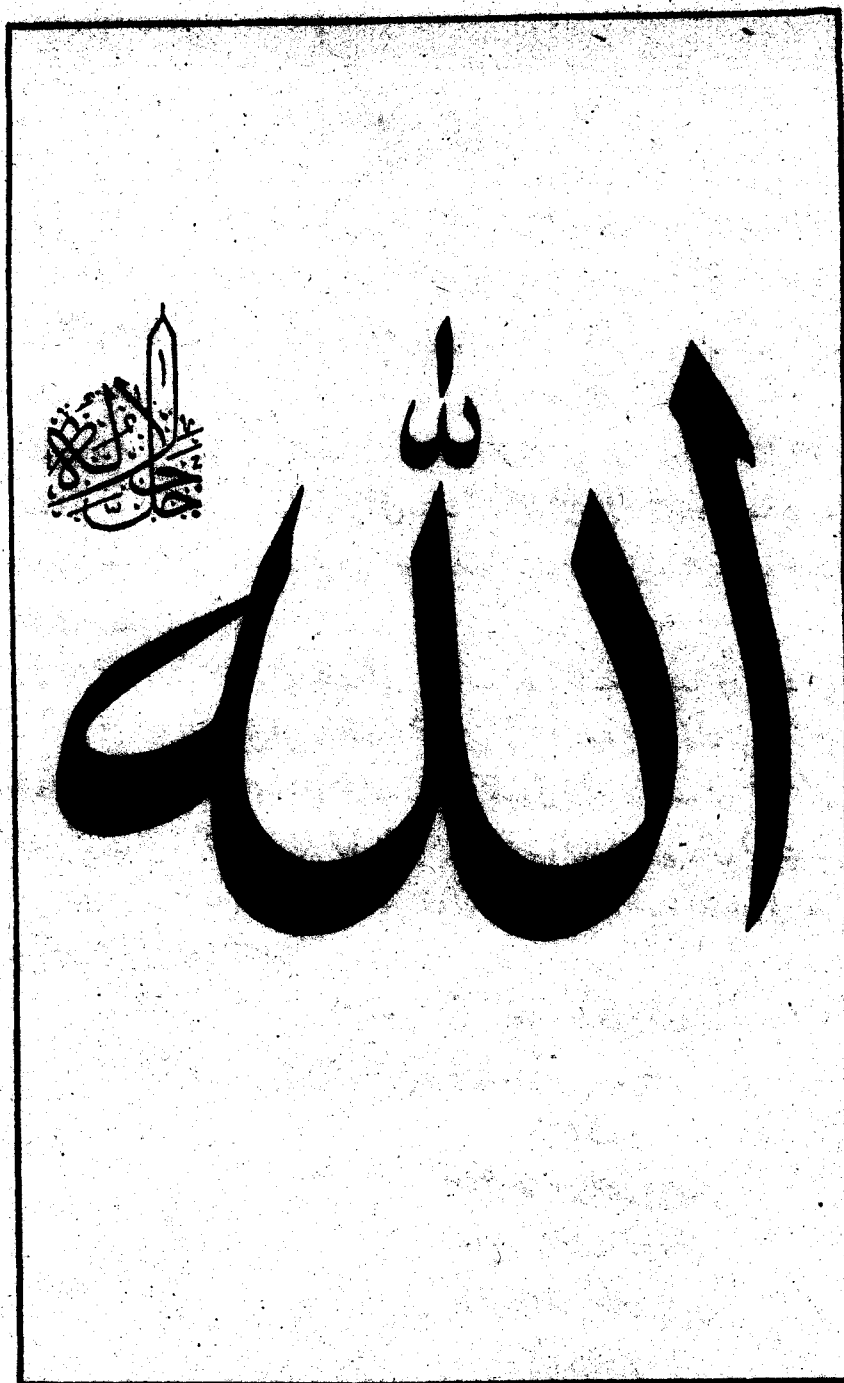
مجھے اپنی بہتی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصل ہے

مؤلف

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

(کلن اللہ لہ عوضا عن کل شیء)

ہیتم دارالعلوم جمگہ پاکستان





باب 1

علم تصوف

علم تصوف کے شرعی ثبوت کے لئے تین دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر 1:- اللہ جل شانہ، کافر مان ہے۔ "وذروا ظاہرا لائم و باطنہ"

(الانعام آیت 120)

[اور ظاہری گناہ اور پوشیدہ گناہ سب چھوڑ دو]

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔

"المراد بظاہر لائم الاعمال الجوارح و باطنہ افعال القلوب"

(تفسیر خازن جلد دوم صفحہ 146)

[ظاہری گناہ سے مراد اعضاء و جوارح کے اعمال اور باطنی گناہوں سے مراد دل کے اعمال ہیں]

لہذا انسانی اعمال کی تین قسمیں ہیں۔

قسم اول:- وہ اعمال جن کا تعلق فقط انسان کے ظاہر سے ہے۔ مثلاً "کلوا واشربوا

ولا تسرفوا" [کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو] "قل للمؤمنین یغضوا من

ابصارہم" [آپ کہہ دیجئے ایمان والوں سے کہ نگاہیں نیچی رکھیں] "فما اعتزلوا النساء فی

المحیط" [مومنوں سے جنس کے دوران طہرہ رہو]

قسم دوم:- وہ اعمال جن کا تعلق فقط انسان کے باطن سے ہے۔ مثلاً "و توکل علی اللہ" [اور اللہ پر توکل کرو] "وافوض امری الی اللہ" [میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں] "لا تخشوہم و اخشونی" [ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو]

قسم سوم:- وہ اعمال جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے بھی ہے اور باطن سے بھی مثلاً نماز کے ظاہر کے متعلق فرمایا "و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی" [اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز میں تو کھڑے ہوتے ہیں سستی کے ساتھ] اور باطن کے متعلق فرمایا "یسراءون الناس" [انسانوں کے دکھانے کے لئے] اعمال کے ظاہری حصے کا تعلق علم قل (فقہ) اور باطنی حصے کا تعلق علم حال (تصوف) سے ہے۔ یہ دونوں علوم صحابہ کرامؓ نے شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے سیکھے جس کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

☆ — حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ "حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائین۔

فاما احدهما فبسطته واما الاخر فلو بسطته قطع هذا البلعوم" (مکتوۃ کتاب العلم)

[میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن حفاظت میں لئے۔ ایک کو لوگوں میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر پھیلاؤں تو یہ گردن کاٹ دی جائے] اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے دو علوم سیکھے یعنی ایک علم قل اور دوسرا علم حال۔

☆ — سیدنا عمر بن الخطابؓ کو جب دفن کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی ایک محفل میں کہا "آج دس میں سے نو حصے علم فوت ہو گیا" اس پر بعض صحابہ کرامؓ نے ناگواری کا اظہار کیا تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا "اس سے مراد حیض و نفاس کا علم نہیں بلکہ علم باللہ ہے" یہ جواب سن کر سب حضرات مطمئن اور خاموش ہو گئے۔ پس اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع سکوتی ثابت ہوا اور صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی غیر شرعی بات پر ہرگز خاموش نہ رہتے۔ وہ تو باطل کے خلاف ننگی تلوار تھے۔

☆ — حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے علم کے ستر ابواب بتا رکھے ہیں اور میرے سوا یہ علم کسی اور کو نہیں بتایا۔“ (کتاب الملع ص 54)

☆ — صحابہ کرامؓ میں سے بعض حضرات ایسے بھی تھے جنہیں ایک خاص قسم کا علم خصوصیت کے ساتھ حاصل تھا۔ حضرت حذیفہؓ کو منجملہ اور کئی باتوں کے منافقین کے ناموں کا علم تھا۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ علم راز میں بتایا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بھی ان سے دریافت کرتے تھے کہ کہیں میں تو ان میں سے نہیں ہوں۔

☆ — بعض تابعین حضرات علم قل (نقہ) میں صحابہ کرامؓ سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بعض اوقات مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے ”جابر بن عبداللہؓ سے پوچھو، اہل بصری ان کے فتویٰ پر عمل کریں“ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ”سعید بن المسیبؓ سے پوچھو“ حضرت انس بن مالکؓ فرمایا کرتے ”حسن بصریؓ سے پوچھو۔ انہوں نے مسئلے یاد کر رکھے ہیں ہم بھول گئے“ حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کو یقین و معرفت (علم حال) میں تابعین پر ایسی فضیلت حاصل تھی جیسا کہ سورج کو چراغ شب پر۔ صحابہ کرام کے یقین کامل کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے جسے حکیم ترمذیؒ نے شان الصلوٰۃ میں اور ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابیؓ سے پوچھا۔۔۔

”کیف اصبحنا یا حارثؓ۔“ قال اصبحنا مومنا باللہ حقاً۔ قال انظر ما تقول یا حارثؓ ان لكل شئ حقیقة فما حقیقة ایمانک۔ فقال عزلت نفسی و صرفتها عن الدنیا فاستوی عندی حجرها و ذهبها و فضتها و مدرها فاسهرت لیلی و اظلمات نہاری حتی صرت کانی انظر الی عرش ربی بارزاً و کانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیہا و کانی انظر الی اهل النار یتصارعون۔ و فی رواية یتعادون۔“

[اے حارثؓ! صبح کیسے کی؟ تو حارثؓ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے اللہ پر سچے ایمان کی حالت میں صبح کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھ تو کیا کہ رہا ہے؟

اے حادثہ! چک ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، میرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ تو حادثہ نے جواب دیا، میں نے اپنے نفس سے طبع کی اختیار کی اور اسے دنیا سے پھیر دیا، جس کے نتیجہ میں میری نظر میں اس دنیا کے چہرے، مٹی، سونا اور چاندی برابر ہو گئے ہیں۔ میں رات کو جانتا ہوں اور دن میں بڑا سار جاتا ہوں۔ میری پاکیزگی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش کو اپنے سامنے ظاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا میں جنت میں اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملنے ہوئے اور اہل جہنم کو چلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں]

اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ ”عرفت لہا لزوم“ [تو جان گیا ہے اور اسی پر مجاہدہ] حضرت علیؓ سے ”مقول“ ہے ”اگر جنت اور جہنم مجھے نظر بھی آجائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو“ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں ان کی اہلیہ سے ”مقول“ ہے ”ابو بکرؓ کو لوگوں پر فضیلت نماز اور روزہ کی کثرت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ دل کے یقین (معرفت) کی وجہ سے تھی“ اسی یقین و معرفت کا نام علمِ حلی (صوف) ہے۔ یہ علم کتابیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ خواہشات نفسانی کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے ”ہم نے تصوف کا علم قل و قل کے ذریعے سے حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کے ترک کرنے سے حاصل کیا ہے۔“ پس ثابت ہوا کہ علمِ قل اور علمِ حلی کی ندیاں سرچشمہ علوم نبوت ہی سے نکلی ہیں۔

دلیل نمبر 2:- صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مجھ سے (دین کی باتیں) پوچھا کرو“ لیکن حضرات صحابہ کرامؓ ”یث نبویؐ“ کے غلبہ کی وجہ سے سوال نہ کر سکے۔ چنانچہ ایک اجنبی آدمی مجلس میں آئے، بیٹھ گئے اور پوچھا ”ما الا یحسان“ [ایمان کیا ہے؟] ”ما الا اسلام“ [اسلام کیا ہے؟] ”ما الا احسان“ [احسان کیا ہے؟]

یہ سوالات وجوہاتِ حدیث جبرئیلؑ میں معروف ہیں۔ مطلب یہ کہ غلبہِ یث کی وجہ سے

حضرات صحابہ کرامؓ کو سوالات کرنے کی ہر امت کی ہوتی تھی۔ تعلیم خائف دینیہ کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ کو انسانی شکل میں بھیجا تاکہ وہ سوال کریں اور معلم کائنات ﷺ جواب میں گوہر انشائی فرمائیں اور اس انداز سے صحابہؓ کا دامن علمی جواہر پاروں سے بھر پور ہو۔ سوالات کے جوابات دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم“ [یہ جبریلؑ آئے تھے ہمیں تمہارا دین سکھانے کے لئے] اس تعبیر میں یہ بات بتا دی گئی کہ علوم دینیہ کا خلاصہ ان جوابات میں موجود ہے۔ پس تمام احادیث کے علوم تین حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔

☆ — وہ احادیث جن میں دین کے اصول اور نظریات کی تعلیم ہے۔

☆ — وہ احادیث جو اعمال ظاہرہ کی اصلاح سے متعلق ہیں۔

☆ — وہ احادیث جو اصلاح باطن سے متعلق ہیں۔

حدیث جبریلؑ میں ان تینوں قسموں کا ذکر آگیا۔ ”ما الا یمان“ میں اصلاح عقائد کا مضمون آگیا۔ ”ما الا سلام“ میں اعمال ظاہرہ کی اصلاح کا مضمون آگیا اور ”ما الا احسان“ میں اصلاح اخلاق کا مضمون آگیا۔ چند جملوں میں پورے دین کا خلاصہ بیان کر دینا بغیرانہ اعجاز ہے لہذا یہ حدیث ”جو امع الکلم“ میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت انتہائی جامعیت کی حامل تھی۔ آپؐ نے دین کے ان تینوں حصوں کی مکلفہ، تشریح اور اشاعت کی۔ صحابہ کرامؓ میں بھی جامعیت کی شان کلنی حد تک تھی۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جامعیت میں کمی آتی گئی۔ اس لئے علماء امت نے دین کی حفاظت و خدمت کے لئے ان شعبوں کو تین مستقل علیحدہ علیحدہ علوم میں مدون کر دیا۔۔۔

☆ — صحیح عقائد کے سلسلہ میں کتب و سنت میں جو ہدایت دی گئیں ان کی حفاظت و خدمت کے لئے ”علم الکلام“ مدون ہوا۔

☆ — اعمال ظاہرہ کے متعلق جو راہنمائی کتب و سنت نے کی ہے اسکی تشریح کیلئے ”علم الفقہ“ کو مدون کیا۔

☆ — اصلاح باطن کے متعلق جو باتیں کتب و سنت نے بتائی ہیں ان کی تفصیلات کے لئے علم

الاحسان، علم الاخلاق، علم التصوف مدون ہوا۔

☆ — ان علوم ثلاثہ میں کامل دسترس رکھنے والا ہی محقق اور کامل عالم دین کہلانے کا حقدار ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگی کہ یہ تینوں علوم ”تیسیر علی الامۃ“ کے لئے مدون کئے گئے۔ یہ علوم قرآن و سنت سے کوئی الگ چیز یا ان کے خلاف کوئی محاذ نہیں بلکہ کتاب و سنت کی روح اور ان کے ثمرات ہیں۔ شیخ زروقؒ اپنی کتاب ”ایقاظ الہم“ میں لکھتے ہیں۔
”لنسبۃ التصوف من الدین نسبة الروح الی الجسد [تصوف کی نسبت دین کے ساتھ اسی طرح ہے جیسے روح کی نسبت جسم کے ساتھ]

☆ — حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں ملا حاجی محمد لاہوریؒ کو تحریر فرماتے ہیں.....
”شریعت کے تین حصے ہیں علم، عمل، اخلاص۔ جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ جب شریعت متحقق ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے جو کہ تمام دنیاوی اور اخروی سعادتوں سے بالاتر ہے طریقت و حقیقت جس سے کہ صوفیاء ممتاز ہوئے ہیں دونوں (شریعت کے تیسرے حصے) یعنی اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں پس ان کی تحصیل صرف شریعت کی تکمیل کے لئے کی جاتی ہے۔

احوال و مواجید اور علوم و معارف جو انشاء راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں۔ ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہئے۔ جو کہ سلوک کا آخری مقام ہے اس لئے طریقت و حقیقت کی منزلوں کو طے کرنے کا مقصد تحصیل اخلاص (احسان) کے سوا کچھ نہیں ہے“
(جلد اول مکتوب سہ و ششم)

☆ — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں.....

”مقصود صوفیہ کے طریقہ عالیہ کا مشاہدہ حق کا حصول ہے ”کسانک ترواہ“ اور اس

حضور کا نام انہوں نے ”مشاہدہ بالقلب“ رکھا ہے“

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص 39)

دلیل نمبر 3 :- حدیث متواتر کی تعریف اور اس کے قطعی الثبوت ہونے کی دلیل میں اہل

اصول لکھتے ہیں:

”الخبر المتواتر ما يكون له طريق بلا عدد معين - تكون العادة قد احوالت تواطوهم على الكذب“ (نجمۃ الکر)

حدیث متواتر وہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد نے ہر زمانے میں اس کی روایت کی ہو کہ عقل سلیم اور انسانی عادات اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں کہ اتنے کثیر انسانوں نے غلط بیانی اور افتراء پر دمازی پر اتفاق کر لیا ہے اور یہ کسی سازش کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ قرن ثانی سے لے کر اس وقت تک بلا انقطاع اور بلا استثناء ہر دور اور ہر ملک کے کثیر التعداد مخلص بندوں نے علم تصوف کو حاصل کیا۔ خود فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو پہنچایا۔ یہی دلیل علم تصوف کی حقانیت کو اجاگر کرنے کیلئے کافی ہے۔

ع م مدی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

☆ — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

”صحبتنا وتعلمنا آداب الطريقة والسلوك متصلة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بالسند الصحيح المستفيض المتصل“

[ہماری صحبت اور ہماری تعلیم جو آداب تصوف و سلوک سے تعلق رکھتی ہے یہ حضور

ﷺ سے سبب متصل صحیح اور جاری کے ذریعے ملتی ہے]

خلاصہ کلام:- صحابہ کرامؓ نے علم ظاہری و علم باطنی یعنی علم قل و علم حل رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور اس وقت سے امت میں ان علوم کی اشاعت و ترویج جاری و ساری ہے آج کے دور میں علم قل کو فقہ یا شریعت اور علم حل کو تصوف یا طریقت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ دونوں علوم انسان کی ایمانی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ جس طرح کنز و ہدایہ اور شرح و قلیہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح ابونصر سراج کی ”کتب الملح“ ابو طالب مکی کی ”قوت القلوب“ امام غزالی کی ”اربعین“ شیخ سہروردی کے ”عوارف المعارف“ اور حضرت مجدد کے

”مکتوبات“ پر مبنی ضروری ہیں۔ اگر روایت میں کمال حاصل کرنے کے لئے عقلانی اور تعلیمی سے استفادہ ضروری ہے تو روایت میں کمال حاصل کرنے کے لئے جنید و بایزید سے فیضیاب ہونا ناگزیر ہے۔

تصوف مشاہیر امت کی نظر میں:

❖ — شیخ ابو طالب کی ”قوت القلوب“ میں لکھتے ہیں۔ ”ہما علماں اصلیان لا یستغنی احدهما عن الآخر بمنزلة الاسلام والایمان مرتبط کل منهما بالآخر کالجسم والقلب لا ینفک احدهما عن صاحبه“
[دونوں علوم اصل ہیں جو ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہیں بمنزلہ اسلام اور ایمان کے۔ ہر ایک دوسرے کے ساتھ جدا ہوا ہے، جیسے جسم اور قلب کہ ان میں سے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا]

❖ — شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ لکھتے ہیں۔ ”الشریعة ظاہر الحقیقة والحقیقة باطن الشریعة و ہما متلازمان لا یتم احدهما الا بالآخر“
[شریعت حقیقت کا ظاہر ہے اور حقیقت شریعت کا باطن۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل نہیں ہوتی]

❖ — حضرت امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں۔ ”من تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن جمع بینہما فقد تحقیق“

[جس نے (علم) فقہ حاصل کیا مگر (علم) تصوف حاصل نہ کیا اس نے فسق کیا۔ جس نے

(علم) تصوف حاصل کیا مگر (علم) فقہ حاصل نہ کیا وہ زندقہ ہوا۔ جس نے ان دونوں

(علوم) کو جمع کیا پس وہ تحقیق ہوا]

❖ — علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔ ”الطریقة والشریعة متلازمان“

[طریقت و شریعت دونوں لازم و ملزوم ہیں]

☆ — اکبر الہ آبادی مرحوم نے شریعت و طریقت کے حوالے سے چند خوبصورت اشعار پیش کئے ہیں۔

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
شریعت وضو ہے طریقت نماز
شریعت در محل مصطفیٰ ﷺ
طریقت عروج دل مصطفیٰ ﷺ
شریعت میں ہے صورت فتح بدر
طریقت میں ہے معنی شق صدر
شریعت میں ہے قیل و قل حبیب
طریقت میں حسن و جمال حبیب
نبوت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ
عبث ہے یہ صوفی و ملا کی جنگ

پس ثابت ہوا کہ علم تصوف کوئی عجیب چیز نہیں بلکہ خالص کی اور مٹی چیز ہے۔ البتہ جلیل صوفیاء کی وہ باتیں جو کتب و سنت کے خلاف ہوں ہمیشہ رد کی جائیں گی۔

☆ — امام ابو القاسم قشیریؒ فرماتے ہیں۔ "کل شریعة غیر مویدة بالحقیقة فہی مقبول و کل حقیقة غیر مقیدة بالشریعة فہی غیر مقبول"
[شریعت کی ہر وہ بات جس کی تائید حقیقت سے نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور حقیقت کی ہر وہ بات جو شریعت کی قیود میں نہ ہو حاصل کرنے کے قابل نہیں ہے]

☆ — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ "کل طریقہ ردتہ الشریعة فہو زندقۃ و الحاد"

[طریقت کی ہر وہ بات جسے شریعت رد کرے زندقہ اور کفر ہے]

☆ — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

”ہمارے مشائخ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی مانند وجد و حال کے جوڑو مویز کے بدلے نہیں دیتے۔ نص سے نص کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ فتوحات مدنیہ سے فتوحات مکبہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے۔“
ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

”وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو تقلید سنت سے الگ ہو کر اختیار کئے جائیں معتبر نہیں ہیں“
اس لئے کہ جوگی اور ہندوستان کے براہمہ اور یونان کے فلاسفہ بھی ان کو اختیار کرتے ہیں
اور یہ ریاضتیں ان کی گمراہی میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہیں کرتی ہیں۔“

(جلد اول مکتوب دو صد و ست و یکم)

☆ — حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی ”تحریر فرماتے ہیں۔

”بعض جملاء جو کہہ دیتے ہیں شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں۔ صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے۔ آئینہ زنگ آلودہ ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے لیکن فرق نجاست و طہارت کا ہے۔ ولی اللہ کو پہچاننے کے لئے اتباع سنت کوئی ہے۔ جو قبیح سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ہودہ ہے۔ خرق عادات تو دجال سے بھی ہوں گے“

(رجوم المذنبین ص 129)

لہذا سالک کو چاہئے کہ علم تصوف ان حضرات سے سیکھے جن کا علم و عمل اور قال و حال کتب و سنت کے عین مطابق ہو۔ جاہل و بے عمل صوفیاء کی بے ہودہ باتوں پر ہرگز ہرگز فریفتہ نہ ہو۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ ”خذ ما صفا ودع ما کدر“ [جو صاف ہو وہ لے لو اور جو میلا

ہو وہ چھوڑ دو]



باب 2

تصوف کیا ہے؟

مشائخ نے اس سوال کے کئی جوابات دیئے ہیں ابراہیم بن مولدرقیؒ نے اپنی کتاب میں اس کے ایک سو سے زائد جوابات جمع کئے ہیں۔ اختصاراً چند ایک نقل کئے جاتے ہیں۔

(1) — حضرت جنید بغدادیؒ کے استاد حضرت محمد بن علی القصابؒ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا تصوف ان کریمانہ اخلاق کا نام ہے جو کسی کریم زمانہ میں کسی کریم شخص سے شریف لوگوں کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔

(2) — حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ تو مخلوق سے منہ موڑ لے، اللہ سے رشتہ جوڑ لے۔

(3) — حضرت رویمؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اللہ کے ساتھ اس طرح چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔

(4) — حضرت سمنونؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ نہ تو کسی چیز کا مالک ہو، اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک ہو۔

(5) — حضرت ابو محمد جریریؒ نے فرمایا:

تصوف نام ہے ہر قسم کے اچھے اخلاق کے اندر داخل ہونے کا اور ہر قسم کے کینے اخلاق کے باہر نکل جانے کا۔

(6) — حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ بندہ ہر لمحہ ایسے عمل میں مشغول ہو جو اس لمحہ کیلئے زیادہ مناسب ہو۔

(7) — حضرت محمد بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب نے فرمایا:

تصوف اچھے اخلاق کا دوسرا نام ہے جو اچھے اخلاق میں تجھ سے زیادہ ہے وہ تصوف میں زیادہ ہے۔

(8) — حضرت مرتضیٰ نے فرمایا:

تصوف اچھے اخلاق کا مجموعہ ہے۔

(9) — حضرت ابو علی قزوینی نے فرمایا:

تصوف ایسے اخلاق کو کہتے ہیں جن سے رب راضی ہو۔

(10) — حضرت ابو الحسن نوری نے فرمایا:

تصوف علم و فن کا نام نہیں مجموعہ اخلاق کا نام ہے۔

(11) — حضرت احمد خضرویہ نے فرمایا:

تصوف باطن کی گندگی اور کدورتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کا نام ہے۔

(12) — حضرت محمد بن احمد المکری نے فرمایا:

تصوف اپنے احوال کو سچ پر قائم رکھنے کا نام ہے۔

(13) — حضرت ابو حفص نیشاپوری نے فرمایا:

تصوف آداب ہی آداب ہے ہر وقت کا ادب، ہر جگہ کا ادب، ہر حال کا ادب۔

(14) — حضرت معروف کرخی نے فرمایا:

تصوف ہر چیز کی حقیقت جاننے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونے کا نام ہے۔

(15) — حضرت ابو الحسن شنجہ نے فرمایا:

ایک وقت تھا کہ تصوف حقیقت تھی بے نام آج نام ہے بے حقیقت۔

(16) — حضرت ابو حمزہ بغدادی نے فرمایا:

تصوف درگزر کو اختیار کرتا، اچھے کاموں کا حکم دیتا اور جہلوں سے اعراض کرتا ہے۔

(17) — حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ اجمالی معاملہ تفصیلی ہو جائے اور استدلالی معاملہ کشفی ہو جائے۔

(18) — حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا:

تصوف شریعت پر اخلاص سے عمل کرنے کا نام ہے۔

(19) — حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

تصوف اپنے کو مٹا دینے کا نام ہے۔

(20) — حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ نے فرمایا:

تصوف کی ابتداء ہے "انما الاعمال بالنیات" [بیک عمل کا دارودار نیت پر ہے]

اور تصوف کی انتہا "ان تعبد اللہ کانکے نواہ" ہے۔ [یہ کہ تو اللہ کی عبادت کر گیا کہ تو اس

کو دیکھ رہا ہے]

(21) — حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ اللہ کو عبادت سے، رسول اللہ ﷺ کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو

خدمت سے راضی کرو۔

خلاصہ کلام :- انسانی زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا اپنا کام ہے۔ رب کائنات نے

حضرت انسان کو کہیں "جاعل فی الارض خلیفۃ" سے خطاب کیا۔ کہیں "ولقد

کرمنا" کا تاج پہنایا اور کہیں "فضلنا" کا ہار لگے میں ڈال کر عزت افزائی کی۔ انسان کو

چاہئے کہ "الست بربکم" کے میثاق کو پیش نظر رکھتے ہوئے "وَسِعِلَیْہِ

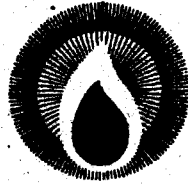
تَسْبِیْلًا" کے راستے پر چلے اور "الی ربکۃ منتہیہا" کی منزل پر پہنچ کر دم لے۔

کسی بھی گاڑی کو منزل پر پہنچنے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو سڑک ٹھیک

ہو، دوسرا گاڑی میں پٹرول بھرا ہوا ہو، اگر سڑک ٹھیک نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ اگر

پٹرول نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں پس انسان کی مثل گاڑی

کی سی ہے شریعت کی مثال راستے کی سی اور طریقت کی مثال پٹول کی سی ہے۔ انسان اگر وصول الی اللہ کی منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے شریعت کے راستے اور طریقت کے پٹول کی ضرورت پڑے گی لہذا جو لوگ شریعت و طریقت میں سے کسی ایک چیز کے بھی منکر ہیں وہ اپنی گاڑی کو راستے ہی میں رکا ہوا پائیں گے۔ کامیاب زندگی یہ ہے کہ انسان "ففسروا الی اللہ" کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے "تخلقوا باخلاق اللہ" کے مطابق اخلاق خداوندی سے متعلق اور اوصاف محمدیؐ سے متعلق ہو کر زندگی گزارے تاکہ "انابوا الی اللہ" کی جماعت میں شامل ہو کر "لہم البشری" کی بشارت اور "ورضوان من اللہ اکبر" کی منزل پر پہنچے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔



باب 3

لفظ ”صوفی“ کی تحقیق

☆ — قرآن و حدیث میں مومنین کو مخاطب کرنے کے لئے کئی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً ذاکرین، صابرین، خاشعین، صادقین، قانتین، موقنین، غلصین، محسنین، خائفین، وعلین، عابدین، متوکلین، متقین، مقربین، ابرار، فقراء، عباد، اولیاء

سلف صالحین ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کے لئے ان میں سے مختلف الفاظ و کلمات استعمال کیا کرتے تھے تاہم دو الفاظ (فقراء، عباد) نے زیادہ قبولیت پائی۔ دونوں کی ایک ایک مثال درج ذیل ہے۔

(1) — ایک موقع پر حضرت حسن بصریؒ نے ارشاد فرمایا۔

”یا معشر الفقراء انکم تعرفون باللہ و تکرمون اللہ
فانظروا کیف تکونوا مع اللہ اذا خلوا تم بہ“

[اے فقراء کی جماعت! بے شک تم اللہ کو پہچانتے ہو اور اللہ کی تعظیم کرتے ہو، پس دیکھو کہ جب تم خلوت میں ہو تو اللہ کے ساتھ کیسے ہو]

(2) — علامہ ابن الجوزیؒ نے سیرت عمرؓ بن الخطاب میں (صفحہ 216 پر) لکھا ہے۔

”قالت الشفاء“ رات فتیاننا یقصدون فی المشی
ویتکلمون رویدا قالت ما هولاء قالوا نساك“ (یعنی
عباد)

[شفاءؓ (بنت عبداللہ) نے چند نوجوانوں کو دیکھا کہ ان کی رفتار اور گفتار میں آہستگی پائی

جاری تھی۔ دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں، بتایا گیا کہ یہ عباد ہیں]

⑤ — فقراء ان لوگوں کو کہتے ہیں جن میں فقر ہو اور مہلوان لوگوں کو کہتے ہیں جو مہلوت گزار ہوں۔ چونکہ یہ دونوں لفظ اپنے موصوف کی صفت کی طرف اشارہ کرتے تھے لہذا سلف صالحین اپنی باطنی صفت و مقامات پر نام پکارے جانے میں ریا کاری سے ڈرتے تھے طبیعت کا افشاء اور ادب کا نقصان یہی تھا کہ علوات ظاہرہ پر نام پکارا جائے۔ ظاہر ان حضرات میں قدر مشترک صوف کا لباس تھا جسے یہ سنت سمجھ کر پہنتے تھے وہ اعلیٰ درجہ ذیل ہیں۔

① — شیخ ابو زمرہ طاہر بن محمد بن طاہر نے اپنے مشعل کی اسلو کے حوالے سے حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث بیان کی ہے۔

”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبس الصوف

ویرکب الحمار“ [نبی اکرم ﷺ ان کا لباس پہنتے اور کدے کی سواری کرتے تھے]

② — حضرت علی جویریؒ نے کشف المحجوب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

”علیکم یلبس الصوف تجدون حلاوة فی قلوبکم“

[تم ان کا لباس پہن ایمان کی حلاوت اپنے دلوں میں پاؤ گے]

③ — چونکہ صوف کا لباس (پیشینہ) پہننا انبیاء علیہم السلام کی علوت اور اولیاء و اصفیاء کا شعار تھا لہذا انہیں ظاہری لباس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ پس صوفی ایک مجمل اور عام نام ہوا جو ان کے تمام علوم، اعمال، اخلاق اور تمام شریف اور قلیل ستائش احوال کی خبر دیتا ہے۔ حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ لکھتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص اصحاب کا قرآن مجید میں تذکرہ کیا تو

انہیں ان کے ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا۔ ”اذ قال الحواریون“ [جب

حواریوں نے کہا] یہ لوگ سفید لباس پہنا کرتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی

طرف منسوب کر دیا اور جن علوم و احوال سے یہ مونسوم تھے ان میں سے کسی نوع کی

طرف منسوب نہیں کیا۔ میرے نزدیک صوفیہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔“

(کتب الصوف ص 55)

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صوفی کا لفظ صوف سے مشتق ہے یہی قول اقویٰ ہے۔ شیخ ابو بکر ابراہیم بخاری القادری نے اپنی کتاب "التعارف المذہب الصوف" میں لغوی تحقیق کے حوالے سے اس بات کو ثابت کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- (1) — بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صفا" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی کا مقصود مغفلی باطن کا حاصل کرنا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "مغفلی" ہونا چاہئے تھا۔
- (2) — بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صف" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اگلی صفوں میں ہوں گے اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صفی" ہونا چاہئے تھا۔
- (3) — بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صفہ" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ اصحاب صفہ کی یادگار ہیں اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صفی" ہونا چاہئے تھا۔
- (4) — بعض حضرات کہتے ہیں کہ "صوفی" کا لفظ "صوف" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ صوف کا لباس پہنتے تھے اگر ایسا ہے تو یہ لفظ صوفی ہی ہونا چاہئے تھا معلوم ہوا کہ صوفی کا لفظ مشتق "صوف" سے ہے مقصود اس کا "صفا" ہے نسبت اسے اصحاب "صفہ" سے ہے اور قیامت کے دن اس کا مقام "صف" اول ہوگا۔

☆ — صوفی کے لفظ کی نسبت صوف (پشینہ) سے ہونے میں کئی محکمات بھی ہیں۔

- (1) — پشینہ نرم ہوتا ہے پس صوفی وہ شخص ہے جو دل کو نرم بنانے کے لئے محنت کر رہا ہو۔
- (2) — پشینہ سفید ہوتا ہے پس صوفی وہ شخص ہے جو اپنے دل کو صوف کی طرح سفید کرنے کے لئے محنت کر رہا ہو۔
- (3) — پشینہ کسی رنگ کو جلدی قبول نہیں کرتا پس صوفی وہ شخص ہے جو "صبغة الله" اللہ کے رنگ میں اپنا رنگ بدل چکا ہو کہ اب بسوا کا رنگ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

صوفی کے معنی سے متعلقہ چند مشہور سوالات کے جوابات قلمبند کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر 1: — صوفی کا لفظ جن الفاظ سے ماخوذ ہے کیا ان کا ذکر قرآن و حدیث میں کیسے ملتا ہے؟

جواب :- جی ہاں، صوفی کا لفظ جن الفاظ سے ماخوذ ہے ان کا تذکرہ قرآن و حدیث میں موجود ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) — ایک قول کے مطابق صوفی کا لفظ صوف سے ماخوذ ہے تو قرآن پاک میں ہے۔
 ”ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم
 بنيان مرصون“

[یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اللہ کے راستہ میں صفیں ہاندہ کر جہاد کرتے ہیں یوں لگتا ہے کہ وہ سیدہ پائی ہوئی دیوار ہیں]

(2) — دوسرے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صفا سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک میں ہے۔
 ”عن ابي جحيفة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متغير اللون فقال ذهب صفو الدنيا وبقي كدرها فاما لموت اليوم تحفة لكل مسلم“ (رسالہ تعمیر یہ)
 [حضرت ابو جحیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہم پر نکلے آپ کا رنگ خیر تھا آپ نے فرمایا کہ دنیا کی متالی چلی گئی اور میل کچیل رہ گئی پس آج تو موت ہر مسلمان کیلئے تحفہ ہے]

(3) — تیسرے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صوف سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک میں ہے۔
 ”عن ابن عباس“ وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم على اصحاب الصفة فرأى فقرهم وجهدهم وطيب قلوبهم فقال ابشروا يا اصحاب الصفة فمن بقى من امتي على النعت الذي انعم عليه راضيا بما فيه فانه من رفقاى الى الجنة“ (كشف المحجوب)

[حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اصحاب صوف پر تشریف لائے۔ آپ نے ان کے فقر اور مشقت کو محسوس کیا تو فرمایا خوش ہو جاؤ اہل صوف

پس جو شخص میری امت سے تمہاری روش پر رہنا پسند کرے گا وہ بہشت میں میرا ساتھی ہوگا]

4۔ چوتھے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صوف سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک ہے۔
”كان النسي هلبس الله عليه وسلم يلبس الصوف“
وہ مرکب الحصار“ [نبی اکرم صوف کا لباس پہنتے اور گدھے کی سواری کرتے تھے]۔

سوال نمبر 2 :- لفظ صوفی کی کوئی اہمیت ہوئی تو قرآن و حدیث میں من و عن موجود ہوتا۔

جواب :- کسی لفظ کا من و عن قرآن و حدیث میں موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ لفظ غیر اہم یا غیر اسلامی ہے۔ مثل کے طور پر حکمین کا لفظ قرآن و حدیث میں من و عن کہیں موجود نہیں تو کیا علم کلام غیر اسلامی ہو گیا اس کے بغیر تو اسلامی عقائد بھی ثابت نہیں کئے جاسکتے۔ اسی طرح نحو کا لفظ قرآن و حدیث میں موجود نہیں تو کیا علم النحو فضول اور غیر اہم ہے اس کے بغیر تو قرآن و حدیث کو سمجھنا بھی ممکن نہیں۔

سوال نمبر 3 :- صحابہ کرام کے دور میں تو کسی کو صوفی نہیں کہا جاتا تھا۔

جواب :- رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے کی ایک خاص عظمت اور خصوصیت تھی۔ جسے یہ نعمت نصیب ہو گئی اس پر کوئی اور نام چسپاں کرنا گستاخی تھی صحابہ کرام تو نسبت اور صحبت کی وجہ سے زاہدوں، عابدوں، متوکلوں، صابروں، اطاعت گزاروں اور فقراء کے پیشوا ہیں تمام احوال میں سے بہترین اور بزرگ ترین حال ان کو نصیب تھا۔ اب انہیں کسی اور تعظیفات کی وجہ سے تعظیفات دینا ٹھیک ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”محبس المقرون قریبی لم الذین یلبسواہم لم الذین یلبسواہم“

[بہترین نادر صوفیانا ہے بہران لوگوں کا نادر ہون کے بعد انہیں گے۔ اسی طرح

بہران لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے]

پس ساری دنیا کی سحلوں اور بھلائیوں مل کر بھی صحبت رسولؐ کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ سیدنا امیر مہلویہؒ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ؟ تو امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ سیدنا امیر مہلویہؒ جب نبی علیہ السلام کی معیت میں جہاد پر نکلے تو ان کے گھوڑے کی ناک میں جو مٹی مٹی وہ مٹی بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے اس لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ ساری دنیا کے اقیاء، اصفیاء اور اولیاء مل کر بھی کسی اونٹنی صحابیؒ کے دوسرے کو نہیں پہنچ سکتے۔

پس جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی وہ خوش نصیب حضرات صحابی کملائے، جنہوں نے صحابہؓ کی صحبت پائی وہ تابعین کملائے اور جنہوں نے تابعین کی صحبت پائی وہ تبع تابعین کملائے یہ تینوں نسبتیں مندرجہ بالا فرماں نبوی ﷺ کی بنا پر خیر کی غمازی کرتی تھیں۔ لہذا ہر شخص اس نسبت کے ساتھ پکارا جاتا اپنی سحلوں سمجھتا تھا۔ پس صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد امت کے مشائخ صوفیاء کے نام سے مشہور ہوئے حضرت امام قشیریؒ کی تحقیق کے مطابق یہ لفظ دوسری صدی ہجری سے پہلے زبان زد عام تھا۔

سوال نمبر 4 :- صوفی کا لفظ سب سے پہلے کب استعمال ہوا؟ سنا ہے کہ یہ اہل بغداد کی ایجاد ہے؟

جواب :- حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ نے تاریخ مکہ کے حوالے سے محمد بن اسحاق بن یسارؒ اور دیگر لوگوں کی روایت سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ”اسلام سے پہلے ایک بار مکہ خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا دور دراز سے ایک صوفی آتا اور بیت اللہ کا طواف کر کے واپس چلا جاتا۔“

تاریخ کے اس حوالے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ نام اہل عرب کو اسلام سے پہلے بھی معلوم تھا صاحب فضیلت اور صالح لوگ اسی نام سے موصوف ہوتے تھے ”واللہ اعلم“
حضرت حسن بصریؒ جنہوں نے اٹھارہ بدری صحابہؓ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے باطنی فیضان پایا۔ ان کے وقت میں صوفی کے لفظ کا مستعمل ہونا تو یقینی امر

ہے۔ حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ فرماتے ہیں۔

”لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ نام بغدادیوں نے گھڑ لیا ہے غلط ہے۔ چونکہ یہ نام تو حسن بصریؒ کے عہد میں بھی مستعمل تھا۔ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ میں نے طواف کے دوران ایک صوفی کو دیکھا اور اسے کچھ دیا۔ اس نے نہیں لیا اور کہنے لگا۔ میرے پاس چار دانق پڑے ہیں اور کافی ہیں“ (کتب الملح فی التصوف ص 65)

معلوم ہوا کہ صوفی کا لفظ تابعین کے دور میں احیاناً استعمال ہوتا تھا تیج تابعین کے دور میں نسبتاً زیادہ استعمال ہونے لگا اور ان کے بعد دوسری صدی ہجری سے پہلے زبان زد عام ہو گیا۔ امام سفیان ثوریؒ اپنے وقت کے ایک شیخ کو ابو ہاشم صوفیؒ کہا کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ایک شیخ ابو حمزہ بغدادیؒ کو صوفیؒ کہتے تھے۔

صوفی کون ہوتا ہے...؟

☆ — حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد عبدالواحد بن زیدؒ سے پوچھا گیا صوفیاء کون ہوتے ہیں؟ فرمایا جو اپنی عقلوں کے ذریعے اپنے ارادوں پر قائم ہوتے ہیں اور اپنے دلوں سے اس پر ڈٹے رہتے ہیں اور اپنے شر سے بچنے کی خاطر اپنے آقا کو مضبوط پکڑے رہتے ہیں۔

☆ — حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

”صوفی وہ ہے جسے جتنو تمکانہ سکے اور محرومیت کی وجہ سے بے چین نہ ہو۔“

☆ — حضرت ابو محمد رویمؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

”جس کا کردار اس کی گفتار کے موافق ہو۔“

☆ — کسی عارف نے اسی سوال کا جواب دیا:

صوفی آں باشد کہ صافی شود از کدر پر شود از فکر

در قرب خدا منقطع شود از بشر۔ یکساں شود در چشم او خاک و زر

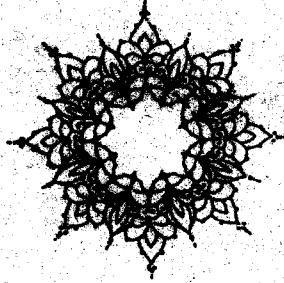
”صوفی وہ ہوتا ہے، جو میل سے صاف ہو، فکر سے پر ہو، خدا کے قرب میں مخلوق سے

دور ہو اور اس کی نگاہ میں سونا اور مٹی برابر ہو۔“

☆ حضرت شبلیؒ نے فرمایا:

”صوفی وہ ہے جو مخلوق سے کئے اور اللہ سے جڑے۔“

خلاصہ کلام:- پس صوفی وہ ہوتا ہے جس کو جانوروں کی آواز، ہر ایک سوز و ساز، چڑیوں کی چمک، پھولوں کی منک، ہنرے کی لٹک، جواہرات کی دھک، سورج کی چمک، ستاروں کی منک، درختوں کے رنگ، شیشہ و سنگ، پتھر کی تختی، خوشحالی و بدبختی، زمین کی نرمی، آتش کی گرمی، دریا کی روانی، کواکب آسمانی، پھاڑوں کے ابھار، پہاڑوں و مرغزار، غراں و ہمار، غرض ہر چیز ایک تلویذہ ہستی کی یاد دلائے۔ اللہ اللہ اللہ



باب 4

پیشہ طرہ کا شری ٹیوٹ

آج امت مسلمہ کی زبوں حالی اس اتنا کو پہنچ چکی ہے کہ جموٹ جج سے پور کھوٹا کھرے سے بالکل بدست نظر آتا ہے۔

م ہاتھ سرگرمیوں ہے اے کیا کہئے

جس طرح علم ظاہر کے حامل علمائے حق کی صفوں میں علمائے سوء داخل ہو چکے ہیں اسی طرح علم باطن کے حامل مشائخ حق پرست کے ہمیں میں نفس پرست لوگ شامل ہو چکے ہیں۔ عوام الناس کی روحانی اور باطنی ترقی کی انتہا یہاں تک ہو چکی کہ ایک طبقے نے بیعت طریقت کو لازم قرار دے کر فرائض کے ترک کرنے اور شریعت و طریقت کو الگ الگ ثابت کرنے کا بہانہ بنالیا۔ ”مصلو المصابلو“ [خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا]

دوسرے طبقے نے بیعت طریقت کو بدعت و گمراہی سمجھ کر اسکی مخالفت کا بیڑا اٹھالیا۔ ”ویہا
نفی“

ان حالات میں اہل حق کیلئے افراط و تفریط کے فکار ان دونوں طبقوں سے جو کسی لڑائی لڑنے کے سوا چارہ نہیں۔ تاکہ احکام شریعت کو کھسار کر پیش کیا جائے اور حق و باطل کی حد فاصل کو واضح کیا جائے درج ذیل میں بیعت طریقت کی شرعی حیثیت کو پیش کیا جاتا ہے۔

بیعت کی تعریف :- شریعت کی کسی بات کیلئے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس کام کو سرانجام دیں گے۔ خواہ پوری شریعت کا عہد لیا جائے یا کسی خاص بات کا عہد لیا جائے۔ اس کو بیعت کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس امر کو بہت سے مواقع پر

سرا انجام دیا۔ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے چار طرح کی بیعت کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) — بیعت اسلام :- جب کوئی دین اسلام میں داخل ہونا چاہتا اور کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہتا تو نبی اکرم ﷺ اس سے بیعت لیتے تھے۔ روایات سے ثابت ہے کہ ہجرت سے قبل حج کے موقع پر مدینہ طیبہ کے لوگ حاضر خدمت ہو کر بیعت ہوئے۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتب میں موجود ہے۔

(2) — بیعت جہاد :- رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت صحابہ کرامؓ سے عہد لیا تھا کہ اگر دشمن سے مقابلے کی نوبت آئی تو بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة“ (الف آیت 18)

[باتحیث اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے]

☆ — حضرت سلمہؓ بن اکوع اس بیعت میں شریک تھے ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپؐ نے درخت (سمرہ) کے نیچے کس بات پر بیعت کی تھی فرمایا ”علی الموت“ یعنی ہم مرجائیں گے بھاگیں گے نہیں۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ ارشاد ہوا۔

”ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يدالله فوق ايديهم“ (الف آیت 10)

[جو لوگ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے]

☆ — غزوہ احزاب میں خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے اشعار پڑھے۔

نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد مابقينا ابداً

[ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے جملہ کرنے پر جب تک زندہ رہیں گے] مندرجہ بالا شعر میں اس بیعت جملہ کی طرف اشارہ ہے۔

(3) — بیعت ہجرت :- حارث بن زیاد سلمیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں یوم خندق میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ لوگوں سے ہجرت پر بیعت لے رہے تھے۔ میرا گمان ہوا کہ یہ لوگ بیعت کیلئے بلائے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے بھی ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا! یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے چچیرے بھائی حوط بن یزید ہیں یا یزید بن حوط۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں تم لوگوں سے بیعت نہیں لیتا۔ لوگ تو تمہاری طرف ہجرت کر کے آتے ہیں تم لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نہ جاؤ گے..... الی آخر۔ اس کو احمد، ابو نعیم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(4) — بیعت توبہ (بیعت طریقت) :- امت کی تعلیم کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات صحابہ کرامؓ سے بعض گناہوں کے نہ کرنے پر بیعت لی۔ امام بخاری و مسلم نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی ہے۔

”عن عبادة بن صامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وحوله عصاة من اصحابه بايعوني على ان لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ولا تنزوا ولا تقتلوا اولادكم ولا تاتوا ببهتان تفترونه بين ابيديكم وارجلكم ولا تعصوا في معروف فمن وفي منكم فاجره على الله ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله عليه فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه على ذلك“

(متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری بیعت کرو۔ ”وحوله عصاة من اصحابه“ [اور ان کے گرد صحابہ کی ایک جماعت تھی] یہاں اصحابہ کا لفظ اس بات کی نشان دہی

کر رہا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو بیعت اسلام سے پہلے ہی مشرف ہو چکے تھے ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔ رحمتہ للعالمین کی نظر رحمت نے ان کو روحانیت کی ان بلندیوں تک پہنچا دیا تھا کہ امت کے اولیاء ان کے مرتبہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ان صحابہ کرام سے بیعت توبہ لی گئی۔ یہاں پر ذہن میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے جوابات قلمبند کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر 1:- صحابہ کرام کو ایمان کی ان بلندیوں پر پہنچنے کے بعد پھر اس بیعت کی کیا ضرورت تھی؟

جواب :- ایک توبہ امت کی تعلیم کے لئے تھی اور دوسرے گناہوں سے بچنے کے لئے (بیعت توبہ) تھی روایت کے الفاظ میں "ولا تسرفوا ولا تنزوا ولا تقتلوا اولادکم" [نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اولاد کو قتل کرو گے] پس ثابت ہوا کہ کبائر سے اجتناب کے لئے بیعت تھی۔

سوال نمبر 2:- صحابہ کرام کو اس بیعت کا کیا فائدہ تھا؟

جواب :- اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کا امیدوار بننا تھا۔ چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں "فمن وفى منکم فأجره علی اللہ" [جو کوئی تم میں سے اس عہد پر قائم رہا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے]

سوال نمبر 3:- کبائر سے بچنا تو ایمان والوں کے لئے کلمہ پڑھ لینے کے بعد ویسے ہی ضروری تھا تو بیعت کے ذریعے اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ان گناہوں سے بچنے کا عہد ایک فالتو عمل نظر آتا ہے؟

جواب :- قرآن پاک میں سورۃ الممتحنہ میں صحابیت سے بھی اس طرح کی بیعت کا تذکرہ ہے وہاں نبی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ "فبايعهم واستغفر لهم اللہ" [آپ انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے] معلوم ہوا کہ ان گناہوں سے توبہ تو وہ لوگ گھر بیٹھ کر تمنا میں بھی کر سکتے تھے۔ مگر نبی علیہ السلام سے بیعت کرنے میں ایک بے بدل فائدہ یہ تھا

کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بھی ان حضرات کے بارے میں استغفار کے کلمات ادا ہوتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ "واللہ غفور رحیم" [اور اللہ غفور اور رحیم ہے] پس مغفرت اور رحمت کی بارش ہو جاتی۔

قرآن پاک میں بھی اسی عنوان سے متعلقہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا"

اس آیت کریمہ میں "فاستغفروا اللہ" [وہ اللہ سے استغفار کرتے] کے ساتھ "واستغفرلہم الرسول" [ان کے لئے رسول اللہ ﷺ بھی استغفار کرتے] بھی ہے اور آخر میں فرمایا گیا "لوجدوا اللہ توابا رحیما" [یہ پائے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا] نتیجہ یہ نکلا کہ نبی علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنے کا یہ فائدہ تھا کہ نبی رحمت ﷺ بھی ان کی مغفرت کے لئے استغفار کریں اور اسی کو ہمانہ بنا کر ان کے گناہوں کی بخشش کر دی جائے۔ اسی بیعت توبہ کا نام آج بیعت طریقت ہے۔

سوال نمبر 4:- اس بیعت توبہ کے بارے میں اور بھی روایات ہیں یا نہیں؟

جواب:- اس طرح کی کئی احادیث موجود ہیں۔ مسلم شریف میں حضرت عوف بن مالک اشجعی سے ایک روایت ہے اور ابن ماجہ میں بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے چند غریب مہاجرین سے بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہ کریں گے۔ ایک روایت میں حضرت جریر بن عبد اللہ سے بیعت لی کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کریں گے۔ ایک روایت میں انصاری عورتوں سے بیعت لی کہ وہ میت پر بین نہیں کیا کریں گی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کیا کرتے تھے۔

سوال نمبر 5:- اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے کئی طرح کی بیعتیں ثابت ہیں مگر صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بیعت خلافت اور بیعت جملہ کے سوا اور کسی بیعت کا ثبوت نہیں ملتا؟

جواب :- اس کا الزامی جواب تو بہت آسان ہے کہ جب ایک فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو کسی اور سے نقل کرنے کی کیا ضرورت ہے تاہم تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت سیدنا علیؓ سے ثابت ہے اسی لئے تمام اہل طریقت حضرات کے پاس مستند شجرہ سلسلہ موجود ہے خلفائے راشدین جب بیعت خلافت لیتے تھے۔ تو اسی میں بیعت توبہ شامل ہوتی تھی۔ خلیفہ وقت کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ اس لئے بیعت نہ لیتے تھے کہ کہیں بیعت خلافت میں شہرہ نہ پڑ جائے اور فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ فقط صحبت پر اکتفا ہوتا تھا جب خلفائے راشدین کا دور ختم ہوا اور خلافت کا معاملہ امور مملکت کے انتظام و انصرام اور نظم و نسق تک سمٹ کر رہ گیا تو سلف صالحین نے بیعت توبہ (بیعت طریقت) والی سنت کو زندہ کیا۔ الحمد للہ آج بھی یہ سنت امت میں جاری و ساری ہے۔

سوال نمبر 6 :- بیعت توبہ کا حکم کیا ہے یہ فرض ہے یا واجب ہے؟

جواب :- نہ یہ فرض ہے نہ واجب ہے بلکہ سنت عمل ہے یہ الگ بات ہے کہ اس سنت پر عمل کرنے سے فرائض زندہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 7 :- اگر کوئی آدمی یہ بیعت نہ کرے تو کیا ہوتا ہے؟

جواب :- اس سنت کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة“

”شہید“

[جس نے فسادات کے وقت میں میری ایک سنت پر عمل کیا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہوگا]

سوال نمبر 8 :- کیا ہر عالم اور صوفی یہ بیعت لے سکتا ہے؟

جواب :- جس طرح بنی اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو خلافت سپرد فرمائی۔ اور باطنی نعمت بھی نقل فرمائی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

”ما صب اللہ فی صدری الا وقد صببتہ فی صدر ابی بکر“

[اللہ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا میں نے اسے ابو بکرؓ کے سینے میں ڈال دیا]

اس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ سلسلہ آگے چلا اور آج تک اولیائے امت میں یہ نعت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے پس بیعت صرف وہ شخص لے سکتا ہے جس نے کسی ولی اللہ کی صحبت میں رہ کر نعمت باطنی حاصل کی ہو اور ان بزرگوں نے انہیں اس کام پر مامور کیا ہو۔ جو آدمی از خود بیعت لینا شروع کر دے اس کی مثل ”لچکے کے آم“ کی سی ہے جس کے لب کا پتہ نہیں ہوتا۔ پس ایسے شخص سے بیعت نہ کرنی چاہئے۔

سوال نمبر 9:- کیا کوئی عورت بھی یہ بیعت لے سکتی ہے؟

جواب:- اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ عورت ولایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچ سکتی ہے مگر شریعت نے رشد و ہدایت کے منصب کی ذمہ داریاں اس کے نازک کندھوں پر نہیں ڈالیں اس لئے کبھی کوئی عورت نئی نہیں بنائی گئی۔ گوکہ اسے عیوں کی مل ہونے کا شرف نصیب ہے اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کا بوجھ مردوں کے کندھوں پر رکھا اس لئے انبیاءؑ کی وراثت بھی مردوں ہی کے سپرد کی گئی۔ پس کوئی بھی عورت بیعت نہیں لے سکتی۔

سوال نمبر 10:- کیا بیعت کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلمات پڑھنا ضروری ہے؟

جواب:- ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلمات پڑھنا سنت ہے اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ اگر لوگ بہت زیادہ ہوں تو چادر پھیلا کر سب اسے پکڑ لیں۔ یہ بھی عمل نبوی ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت پتھر چھوٹا تھا۔ اٹھانے کی سعادت حاصل کرنے والے زیادہ تھے تو نبی علیہ السلام نے اسے اپنی چادر میں رکھ دیا اور سب لوگوں نے چادر پکڑ کر جبر اسود کو اٹھایا۔ اگر مجمع اس سے بھی زیادہ ہو تو فقط کلمات پڑھا کر نیت کر کے بیعت لی جاسکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے مجاہدین سے اسی طرح جہاد پر بیعت لی۔

سوال نمبر 11:- کیا عورتیں بھی ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کریں؟

جواب:- ہرگز نہیں، نبی علیہ السلام کی علوت شریفہ تھی کہ عورتوں کو پردے میں بغیر ہاتھ مس کئے بیعت فرماتے تھے ایک روایت میں ہے۔

”عن عائشةؓ قالت مامس رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ید امرأۃ قبط الا ان یدخذ علیہا فاذا اخذ علیہا
فَاعطتہ قال اذہبی فقد با یعتکک

[حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ بوقت بیعت رسول اکرمؐ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا بلکہ
ایک کپڑا پکڑا دیا (دعوت و تلقین کے بعد) ارشاد فرماتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہو گئی]

سوال نمبر 12:- بچوں کی بیعت کا کیا جواز ہے؟

جواب:- مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کو بیعت کے لئے لایا گیا۔ عمر سات آٹھ
سال ہوئی۔ پس نبی اکرم ﷺ ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مسکرائے اور پھر بیعت کی۔

سوال نمبر 13:- کیا عاتبانہ بھی بیعت کی جاسکتی ہے؟

جواب:- جی ہاں۔ جس طرح نبی علیہ السلام نے صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے صحابہ
کرامؓ سے بیعت لی۔ تو اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کو بھی عاتبانہ بیعت میں شامل کیا۔ حالانکہ وہ
تو اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ لہذا عاتبانہ بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔

سوال نمبر 14:- کیا خط کے ذریعے یا ٹیلی فون پر بیعت کی جاسکتی ہے؟

جواب:- جی ہاں۔ جب عاتبانہ بیعت ثابت ہے تو خط کے ذریعے بیعت اسی میں شامل ہے ٹیلی
فون کے ذریعے بیعت تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

سوال نمبر 15:- کیا ایک وقت میں کئی حضرات سے بیعت کی جاسکتی ہے؟

جواب:- نہیں۔ ایک وقت میں ایک ہی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہئے۔ جبکہ جبکہ بیعت
کرنے والے کی مثال حچے کی مانند ہے۔ جو طرح طرح کے کھانوں میں ڈوبا رہتا ہے۔ مگر ڈانٹنے
سے محروم رہتا ہے۔

م یک دست گیر محکم گیر

سوال نمبر 16:- کیا ایک شیخ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شیخ سے بیعت کرنا ضروری ہے؟

جواب:- جی ہاں، اگر تزکیہ نفس اور تعفیر قلب کا حصول نہیں ہوا تو تجدید بیعت ضروری

ہے۔ مثلاً ایک طالب علم کسی قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھ رہا ہو اور وہ قاری صاحب فوت ہو جائیں تو طالب علم قرآن پاک پڑھتا بند نہیں کرتا بلکہ کسی دوسرے استاد سے پڑھتا اور قرآن پاک مکمل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ البتہ جن حضرات کو نسبت کے حصول کی بشارت مل چکی ہو انہیں تجدید بیعت کرنا ضروری نہیں۔

سوال نمبر 17:- جو لوگ بیعت کے مخالف ہیں کیا انہوں نے یہ حدیثیں نہیں پڑھیں؟

جواب :- پڑھی تو یقیناً ہوں گی مگر کبھی یقیناً نہیں۔ ورنہ اتنے واضح مسنون عمل پر یوں اعتراض نہ کرتے۔ بیعت طریقت کی مخالفت کرنے والوں کا حل چند الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔ ”و کذبوا بآمالہم یحییٰ طوا بآمالہم“ (یونس آیت 39) [ایسے کلام کو بھٹلانے کے جس کے علم کا ابھی تک انہوں نے اعلا بھی نہیں کیا]

سوال نمبر 18:- بیعت طریقت کی فرض و غایت کیا ہوتی ہے؟

جواب :- بیعت کے افراض و مقاصد وضاحت سے بیان کئے جاتے ہیں۔

- (1)۔ نہ اس میں کثف و کراہت کا حاصل ہونا ضروری ہے۔
- (2)۔ نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔
- (3)۔ نہ دنیاوی کاموں میں کامیابی مثلاً غلبہ ہو، مقدمات فتح ہوں وغیرہ ضروری ہے۔
- (4)۔ نہ تصرفات لازم ہیں کہ گناہ کا خیال ہی نہ آئے۔
- (5)۔ نہ ایسی محبت کا حاصل ہونا لازمی کہ اپنے پرانے کی خبر نہ ہو۔
- (6)۔ نہ ہی رنگوں اور انوار کا نظر آنا ضروری ہے۔
- (7)۔ نہ عمدہ خواہوں کا نظر آنا ضروری ہے۔

بلکہ اصل مقصد تو شریعت کے احکام پر عمل کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

سوال نمبر 19:- بیعت کی افروخت کے لئے حلی دلائل پیش کریں؟

جواب :- تین دلائل سے یہ بات واضح کی جاتی ہے۔

☆۔ جس طرح ایک نوجوان فوج میں ملازمت اختیار کرے اور وردی پہن کر کسی جگہ ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہو تو ہر آدمی اس کی عزت کرتا ہے اور اس کی ہمت مانتا ہے۔ اس کی عزت فوج کی عزت اور اس کی ذلت فوج کی ذلت سمجھی جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں پہنچتا کہ تم کس قبیلے یا خاندان سے ہو؟ فوج کی نسبت اور وردی کی عزت کام آتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت ہو جاتا ہے اس کو سلسلہ کے بزرگوں سے روحانی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس نسبت کی وجہ سے اس کی عزت و قدر بڑھ جاتی ہے۔

☆۔ دو اینٹیں ایک ہی جگہ بن کر تیار ہوئیں۔ ایک کو مسجد کے فرش میں لگا دیا گیا۔ دوسری کو بیت الخلاء میں لگا دیا گیا۔ ایک کا مرتبہ اتنا بڑھا کہ وہاں پیشانی ٹیکتے پھرتے ہیں اور دوسری کا مرتبہ اتنا گرا کہ بیت الخلاء میں ننگے پاؤں جانا گوارا نہیں کرتے۔ یہ نسبت تھی، اچھی نسبت نے عزت بخشی اور بری نسبت ذلت کا سبب بنی۔ اسی طرح جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت ہو جاتا ہے اسے اچھی نسبت مل جاتی ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس کا اکرام ہوتا ہے۔

☆۔ قرآن پاک پر اگر ایک سادہ گتہ جلد کی شکل میں چڑھا دیا جائے تو اگرچہ اس پر کوئی آیت یا کوئی لفظ نہیں لکھا ہوا ہو تا۔ اس کے پوجود فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ جس طرح آیات لکھے ہوئے صفحات کو بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے اسی طرح اس گتے کو بھی بے وضو نہیں چھو سکتے۔ کہنے کو وہ گتہ ہے مگر قرآن پاک کے ساتھ یک جا بن جانے سے اس کا مرتبہ بڑھ گیا۔ سبحان اللہ۔ جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت کے ذریعے جڑ جاتا ہے اسے بھی ان اہل اللہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے عزت نصیب ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اسی نسبت کی وجہ سے رحمت و کرم کا معاملہ ہو گا۔ بقول شخصے

عمل کی اپنے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے

رہے سلامت تمہاری نسبت مرا تو بس آسرا یہی ہے

سوال نمبر 20: ایک آدمی بیعت کے کلمات تو پڑھ لیتا ہے مگر زندگی نہیں بدلتا تو کیا فائدہ؟

جواب:- کو اپنے شخص نے بیعت سے پورا فائدہ تو حاصل نہ کیا مگر بالکل غلطی بھی نہ رہا کم از کم

دو قائدے ضرور ملے۔ ایک تو یہ کہ بیعت کے وقت جو توبہ کے کلمات پڑھے اس کی برکت سے انشاء اللہ کچھلے گندھ سلف ہو جائیں گے۔ مشائخ طریقت نے اس بیعت کی روشنی میں کہا ہے کہ جو آدمی سچے دل سے بیعت کے کلمات پڑھ لیتا ہے، سو سال کا کافر اور مشرک کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ سر سے اتنے بڑے بوجھ کا دور ہو جانا معمولی بات تو نہیں ہے۔ دوسرا قائدہ یہ ہو گا کہ موت کے وقت جب دنیا کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے آخرت کے احوال سامنے کھلنے لگ جاتے ہیں اس وقت یہ نسبت کام آتی ہے گنہگار سہی مگر موت ایمان اور اسلام پر آتی ہے طلئے کرام نے لکھا ہے کہ انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا ہوش جمع ہو سکتا ہے۔ فرعون نے آخرت کی جھلکی دیکھی مگر اسے بنی اسرائیل کے حالات یاد تھے کہنے لگا "آمنت بالذی آمست بہ بنو اسرائیل" ممکن ہے اسی لئے حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ نے فرمایا کہ جس قلب پر یہ انگلی لگ گئی (یعنی اللہ اللہ کی نسبت مل گئی) اسے ذکر کے سوا موت نہیں آسکتی۔

خلاصہ کلام :- بیعت طریقت کرنے سے انسان کو اپنے مشائخ سلسلہ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک سے ایک روحانی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ وضاحت کے لئے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(1) — ایک آدمی نیا گھر بنوائے خوب سہلے وارنگ کروائے فانوس لگوائے مگر اس کے فانوس میں اس وقت تک روشنی نہیں آسکتی جب تک کہ وہ وارنگ کا کنکشن پاور ہاؤس سے نہ جوڑے اسی طرح انسان جب دل کے فانوس کا کنکشن سلسلہ کے مشائخ کی وارنگ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے جوڑتا ہے جو رحمتوں کا خزینہ ہے تو پھر سالک کے دل میں روشنی آتی ہے انوار و برکت نبی علیہ السلام کے قلب مبارک سے مشائخ کے قلوب سے ہوتے ہوئے سالک کے قلب میں آتے ہیں۔

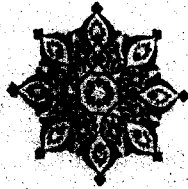
(2) — ایک ٹرین کئی ڈیول پر مشتمل ہوتی ہے اگر اس کے ساتھ ایک اور ڈبہ جوڑ دیا جائے تو جملہ ٹرین پیچھے کی، وہ ڈبہ بھی پیچھے جائے گا یوں سوچئے کہ سلسلہ کے مشائخ ٹرین کی مانند نبی اکرم ﷺ اس ٹرین کے انجن کی مانند اور سالک اس سے جڑنے والے ڈبے کی مانند، یہ ٹرین اللہ

کی رضا والے اسٹیشن پر جاری ہے اگر یہ ڈبہ جڑا رہے گا تو جہاں انجمن خیر پر پہنچے گا اس قہر ڈ
کلاس ڈبے کو بھی خیر پر پہنچنا نصیب ہوگا۔

م لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

آدم بر سر مطلب وہ حضرات جو اب تک بیعت کے متعلق شکوک و شبہات کا شکار رہے
ہیں انہیں چاہئے کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں دیر نہ لگائیں بلکہ کسی جامع الشریعت
والطریقت ہستی سے اپنے باطنی رشتے کو جوڑیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آج کے پرفتن دور میں کسی
شیخ کامل کے ذریعے سلسلے میں داخل ہونے والے کی مثل "ومن دخلہ کان آمناً" [اور
جو اس میں داخل ہوا امن پا گیا] کا مصداق ہے۔

م شلیہ کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات



باب 5

ضرورت مرشد

ہر دور اور ہر زمانے میں انسانیت کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتب اللہ اور رسل اللہ کو ذریعہ بنایا۔ کئی مرتبہ ایسا تو ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کو مبعوث فرمایا مگر کتب نہیں بھیجی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کتب بھیج دی ہو مگر نبیؐ کو نہ بھیجا گیا ہو۔ اس سے رسل اللہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ مزید برآں کبھی کسی قوم پر خطاب نہیں ہوا جب تک کہ اتمام حجت کے لئے نبیؐ کو نہ بھیجا گیا ہو۔ فرمان الہی ہے۔

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا“ (بنی اسرائیل: آیت 15)

[اور ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔]

یہ اس لئے کہ ہر انسان کو اپنی تربیت کے لئے مہل اور تزکیہ کے لئے مزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ درج ذیل میں اس کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل:

دلیل نمبر 1 :- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَاتَّبِعْ مَسِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ“ (آمل: آیت 15)

تفسیر جلالین میں ہے ”وَاتَّبِعْ مَسِيلَ“ (طریق) ”مَنْ أَنَابَ“ (رجوع) الی بالطاعة“ (جلالین صفحہ 347)

تفسیر عثمانی میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے [یعنی طریقوں اور محسوس بندوں کی راہ پر چل] (تفسیر عثمانی صفحہ 548)

تفسیر مواہب الرحمن میں اس آیت کے تحت فرمایا گیا ہے: "میرے فضل کی راہ میں جو ہمہ تن میری جانب جھکا ہے۔ یعنی وہ اولاد وغیرہ ہیں اور چاہتا ہے کہ صالحین امت ہیں۔ (مواہب الرحمن صفحہ 83)

دلیل نمبر 2:- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: آیت 35)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا

کرو، امید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے]

"وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں "الْوَسِيلَةُ هِيَ الَّتِي يَتَوَصَّلُ بِهَا إِلَى تَحْصِيلِ الْمَقْصُودِ" (تفسیر ابن کثیر عربی صفحہ 54) وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔ "مَا يَقْرِبُكُمْ إِلَيْهِ مِنْ طَاعَتِهِ" (جلالین صفحہ 99)

لہذا محققین تفسیر کا فرمان ہے کہ الوسیلہ سے مراد ہے جو سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کا اور انسان کی اصلاح کا جب کہ "وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ" میں نفس کے خلاف مجاہدے (اشغال تصوف) کی طرف اشارہ ہے حدیث پاک میں ہے۔ "المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله" (مشکوٰۃ شریف)

[مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرے]

مرشد عالم حضرت خواجہ غلام حبیبؒ اپنے بیانات میں اس آیت کے تحت فرماتے تھے۔ "آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟ اللہ، مگر بادل وسیلہ بن جاتا ہے۔ اولاد کون دیتا ہے؟ اللہ، مگر ماں باپ وسیلہ بن جاتے ہیں۔ دل میں الوارات کون ڈالتا ہے؟ اللہ، مگر بیرو مرشد اس کا وسیلہ بن جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" [اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو]

دلیل نمبر 3 :- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"

(التوبة: آیت نمبر 119)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو]

علامہ ابن کثیرؒ صلوٰۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "قال الضحاك هم ابوبكر وعمر واصحابهما" (تفسیر ابن کثیر عربی صفحہ 407)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشائخ طریقت کے سلاسل اربعہ واسطہ بہ واسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتے ہیں حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں "اس جگہ قرآن کریم نے علماء و صلحاء کی بجائے صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا لفظ اختیار فرما کر عالم و صالح کی پہچان بتلا دی کہ صالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت و ارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو۔ عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن)

صاف ظاہر ہے کہ آج کے دور میں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا مصداق مشائخ عظام ہی ہیں۔

دلیل نمبر 4 :- امام رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں "انعمت علیہم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لم يكتفِ عليه (اهدنا الصراط المستقيم) بل قال صراط الذين انعمت عليهم وهذا يدل على ان المرید لا سبيل له الى الوصول الى مقامات الهداية المكاشفة الا اذا اقتدى بشيخ يهديه الى سواء السبيل ويحنبه عن مواقع الاغاليط والاضاليل وذلك لان النقص غالب عن الخلق وعقولهم غير والية بادراك الحق وتميز الصواب عن الغلط فلا بد من كامل يقتدى به الناقص حتى يتقوى عقل ذلك الناقص بنور عقل الى مدارج السعادات ومعارج الكمالات" (تفسیر کبیر)

[اللہ تعالیٰ نے صرف "اهدنا الصراط المستقیم" کے الفاظ پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ "صراط الذین انعمت علیہم" بھی ساتھ فرمایا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات ہدایت اور مکلفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ و رہنما کی اقتدا کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے اور یہ اس بات پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے عقل و ادراک کے حق تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پورے نہیں اترتے تو پھر ایسے کامل کی اقتدا ضروری ہے جو ناقص کی رہنمائی کرے۔ تاکہ ناقص کی عقل کامل کے نور سے قوت پکڑے۔ ایسا ہی کرنے سے ناقص (انسان) مخلوق کے مدارج اور کمالات کی سیڑھیوں کو عبور کر سکتا ہے] پس مرشد و مربی کی ضرورت کیلئے یہ دلیل اتمام حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

دلیل نمبر 5:- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ (القصص: آیت 65)

علامہ سید امیر علی طبع آبادی اس آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں:

"اس آیت میں دلالت ہے کہ بندہ گنہگار اگر کسی بندہ صالح و پرہیزگار سے دعا کرے تو کامل قبولیت ہوتی ہے اور جو لوگ اس زمانہ میں پیروں کے مرید ہوتے ہیں وہ بھی یہی توبہ ہے۔" (تفسیر مواہب الرحمن صفحہ 109)

آیات بالا سے یہ ثابت ہوا کہ آج کے دور میں بھی جو بندہ گنہگار کسی شیخ کامل تابع شریعت و سنت کو تلاش کرے گا۔ وہ "وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" پر عمل کرے گا۔ اگر اس شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرے گا تو "إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ" پر عمل کرے گا۔ اگر شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھے گا تو کونوا مع الصادقین کا ثواب پائے گا۔ اگر شیخ کامل کے پند و نصائح پر عمل کرے گا تو "وَاتَّبَعَ مَسِيحَ بْنِ مَرْيَمَ" پر عمل کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ یہی راستہ "صراط الذین انعمت علیہم" کا مصداق ہے جس پر چلنے کی ہر چھوٹی بڑا صبح و شام دعائیں کرتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آج کے دور میں صاحب شریعت مشائخ کم ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تلاش ہی چھوڑ دے یا ان کی ضرورت ہی کا انکار کر دے۔

❖ — حضرت سفیان ثوریؒ کا فرمان ہے۔

”اسلكوا سبيل الحق ولا تسعروا حشوا من قلعة اهلہ“

[اہل حق کے راستے کو اختیار کرو اور اہل حق کی قلت سے مت کبروا]

❖ — اسی بارے میں امام شافعیؒ کا قول ہے۔

”اتبع طرق الهدى ولا يضرك قلعة السالكين وايضا طرق الضلالة

ولا تغتر بكثرة السالكين“

[ہدایت کے راستوں کی اتباع کرو اور سالکین کی قلت تجھے نقصان دہ نہ ہو، گمراہی کے راستوں پر نہ چل

اور سالکین کی کثرت سے دھوکہ نہ کھا۔]

❖ — حضرت شیخ عبداللہ خفیفؒ کا فرمان ہے۔

”اقتدوا الجمعة من شيوخنا لا نهيم جمعوا بين العلم والحقائق“

[ہمارے شیوخ کی جماعت کی اتباع کرو کیونکہ یہ حضرات علم اور اسرار کے جامع ہیں]

احادیث سے دلائل :- حضرت انصاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ نفوس سے جتنا اثر لیتی ہے نفوس سے اتنا

اثر نہیں لیتی۔ گو کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے قرآن پاک کی آیات نازل ہوتی تھیں مگر اس

کے باوجود ان پر خشیت و حضوری کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہوتی تھی وہ غیبت

میں نہیں ہوتی تھی۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

دلیل نمبر 1 :- حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں۔

”عن انس قال لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله

عليه وسلم المدينة اضاء منها كل شيء فلما كان اليوم الذي

مات فيه اظلم منها كل شيء وما تفضلنا ايدينا عن التراب والافس

دفنه صلى الله عليه وسلم حتى انكرونا قلوبنا“

[حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے

تھے مدینہ کی ہرچیز منور ہو گئی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہرچیز تاریک

ہو گئی تھی اور ہم آپ ﷺ کے دفن کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہ جھانے پائے تھے

کہ ہم نے اپنے قلوب میں تعمیر پایا تھا]

پس صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں نے بھی تسلیم کیا کہ ان کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی صحبت میں ہوتی تھی وہ بغیر صحبت کے نہیں ہوتی تھی جس طرح صحابہ کرامؓ مشکوٰۃ نبوت سے اکتساب فیض کیا کرتے تھے آج بھی مریدان باعفا اپنے مشائخ کی صحبت میں رہ کر ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2 :- مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حنظلہؓ گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے ”ناہق حنظلہ“ [حنظلہ تو نہایت ہو گیا] راستے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو، ہرگز نہیں۔ حضرت حنظلہؓ نے صورت حال بیان کی کہ جب ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضورؐ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں۔ جب حضور ﷺ کے پاس سے گھر واپس آ جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، یہ کیفیت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے۔ پس دونوں حضرات نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں“ لیکن بات یہ ہے کہ حنظلہؓ ”گاہے گاہے“ (یعنی گاہے حضوری کی کیفیت عروج پر ہوتی ہے اور گاہے اس میں کمی آ جاتی ہے تاکہ معاشی و معاشرتی نظام درست رہے) فیضانِ صحبت کی اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

دلیل نمبر 3 :- حدیث پاک میں وارد ہے کہ ایک صحابیؓ کو نظر لگ گئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ”الحسین حق“ [نظر اڑ کر گئی ہے] (ترمذی کتب الآداب)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس نظر میں عداوت ہو، حسد ہو، بغض ہو، کینہ ہو، وہ

نظر اپنا اثر دکھا سکتی ہے تو جس نظر میں محبت ہو، شفقت ہو، رحمت ہو، اخلاص ہو، وہ نظریوں اثر نہیں دکھا سکتی۔ یہ اللہ والوں کی نظری تو ہوتی ہے جو گناہوں میں تقصیر ہوئے انسان میں احساسِ ندامت پیدا کرتی ہے اور رب کے دربار میں رب کا سوالی بنا کر کھڑا کر دیتی ہے۔

نکھ دلی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

دلیل نمبر 4:- حدیث پاک میں وارد ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہجرت کے وقت عبد اللہ بن ارقاٹ کو کافر ہونے کے باوجود ظاہری سفر کا رہبر بنایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج کے دور میں کوئی سالک اگر وصول الی اللہ کے راستے پر چلنے کے لئے کسی مومن کامل کو رہبر مقرر کرے گا تو اسے سفر کا رہبر مقرر کرنے والی سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔
مولانا رومؒ نے اسی کیفیت کے بارے میں فرمایا ہے۔

گر ہوئے اس سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد از راہ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
[اے دل! اگر تو اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو رہبر کا دامن پکڑ اور پیچھے چل کیونکہ بغیر ساتھی کے جو شخص راہ عشق پر چلا، تمام عمر بے کار گزری اور عشق سے آگاہی نہ ہوئی]

عقلی دلائل:- نفس و شیطان انسان کے کھلم کھلا دشمن ہیں اور انسان کے اعمال کو مزین کر کے اس کے سامنے پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ گمراہی کے باوجود انسان اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتا ہے۔
"و یحسبون انہم مهتدون" (الاعراف آیت 30) [اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں] جس طرح درخت کو اپنے پھل وزن دار معلوم نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو اپنے عیوب وزن دار محسوس نہیں ہوتے۔ لہذا اصلاح و تربیت کے لئے کسی مربی کی ضرورت پڑتی ہے۔ چند عقلی دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر 1:- ایک طالب علم کمرہ امتحان میں بیٹھا پرچہ حل کر رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے گمان میں ہر سوال کو ٹھیک ٹھیک حل کرتا ہے۔ (اگر اسے پتہ ہو کہ میں غلط غلطی کر رہا ہوں تو وہ کرے ہی

کیوں؟ جب طالب علم کا پرچہ استاد کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ بعض جوابات کو ٹھیک قرار دیتا ہے اور بعض کو غلط، تب طالب علم بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی۔ اسی طرح سالک اپنے زعم میں تہمت و فحش سمجھ کر کسی بات کا اظہار کرتا ہے۔ مگر شیخ کمال پہچانتا ہے کہ یہ عجب کی وجہ سے ہے۔ سالک اپنے خیال میں سلطنت کی وجہ سے مل خرچ کرتا ہے۔ مگر شیخ بتاتا ہے کہ یہ اسراف ہے پیرو مرشد کے بغیر بگراہی کے گڑھے میں گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مرشد کے سایہ میں زندگی گزاری جائے۔

دلیل نمبر 2:- امور دنیا میں ہر چھوٹا بڑا کام سیکھنا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ کرتے پر بن لگانے کا طریقہ بھی بغیر سکھے نہیں آتا۔ تو کیا دین کو سیکھنے کی ضرورت نہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ”انما بعثت معلما“ [میں معلم بن کر مبعوث ہوا ہوں] رسول اللہ نے صحابہ کرام کو دین سکھایا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام نے فرمایا۔ ”تعلمنا الايمان ثم تعلمنا القرآن“ [ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا] آج ظلمت و گمراہی کے دور میں ہمیں بغیر سکھے دین کیسے آئے گا۔ پس ثابت ہوا کہ ہمیں پیرو مرشد سے دین سیکھنا پڑے گا۔

دلیل نمبر 3:- کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں علم طب خود بخود سیکھ لوں گا یا انجینئرنگ کافن خود حاصل کر لوں گا۔ اسی طرح کوئی آدمی دین بھی خود بخود نہیں سیکھ سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے ”انما العلم بالتعلم“ [علم سیکھنے ہی سے آتا ہے]

دلیل نمبر 4:- اگر کوئی پودا کسی مٹی کے ہاتھوں میں پروان چڑھے تو وہ سیدھا بھی ہوتا ہے۔ دیدہ زیب اور جلاظ نظر بھی۔ جب کہ خود رو پودا ٹیڑھا بھی ہوتا ہے شاخیں قاتل و پھیلی ہوئی اور بے سلیقہ لگی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح جو انسان کسی شیخ کمال سے تربیت پائے اس کی شخصیت حسن اخلاق کی وجہ سے دیدہ زیب ہوتی ہے۔ شریعت نے تربیت پانے کو اتنی اہمیت دی کہ سکھائے ہوئے کتے کے شکار کو بھی کچھ شرائط کے ساتھ حلال جانا گیا۔ پس سالک کو بھی شیخ کمال کے زیر تربیت رہ کر دین سیکھنا ضروری ہے۔

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول ہم خدا آمد ز دانش ہم رسول

نفس تو اس کشتِ بلا ذاتِ پیر دامن آں نفس کش محکم بگیر
[تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا۔ اسی سے تجھے اللہ تعالیٰ بھی مل گیا اور رسول بھی۔]
اس نافرمانِ نفس کو پیر کی ذات کے سوائے کوئی نہیں مار سکتا۔ تو اس نفس کو مارنے والے
پیر کا دامن مضبوط پکڑ

دلیل نمبر 5:- اہل اللہ نے حکایت مورچہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک چوٹی بیت اللہ
شریف کی زیارت کرنا چاہتی تھی مگر راستے میں دریا، پہاڑ اور صحرا تھے۔ اس چوٹی نے ایک دن
بیت اللہ میں رہنے والے ایک کبوتر کو دیکھا تو اس کے پاؤں کے ساتھ چمٹ گئی۔ کبوتر اڑ کر خانہ
کعبہ پہنچا تو چوٹی نے بھی بیت اللہ شریف کی زیارت کر لی۔

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر داو و ناگاہ رسید
[ایک مسکین چوٹی کے دل میں خواہش تھی کہ کعبہ پہنچے۔ اس نے کبوتر کے پاؤں پکڑ
لے اور منزل پر پہنچ گئی]

دلیل نمبر 6:- اصحاب کف کے کتے نے چند دن صلحاء کی صحبت اختیار کی تو اس کے ساتھ
جنت کا وعدہ ہوا۔

سگ اصحاب کف روزے چند
پے نیکی گرفت و مردم شد
[اصحاب کف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی اور آدمی کے حکم میں ہو گیا]

دلیل نمبر 7:- ایک شخص ہوائی جہاز پر سفر کرنا چاہے تو وہ اچھی کہنی کا ٹکٹ خریدتا ہے۔ پھر
پائلٹ پر اٹھ کر کے جہاز میں بیٹھ جاتا ہے تو پائلٹ سواری کو منزل پر پہنچاتا ہے۔ سالک اسی
طرح شیخ کامل پر اٹھ کر کے ہوئے باطنی سفر کے لئے اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کرتا ہے تو شیخ
اپنے مرید کو راہ سلوک پر چلاتا ہوا اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیتا ہے۔

احوال الصالحین سے دلائل:- سلف صالحین کی زندگیوں سے چند دلائل پیش کئے جاتے

ہیں۔

دلیل نمبر 1:- حضرت وحشی کو نبی علیہ السلام کی چند لمحے کی صحبت سے وہ مقام مل گیا کہ اگر پوری دنیا اولیں قریٰ جیسے حضرات سے بھر جائے تو بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پاسکتی۔ حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بد امنی رہی جب کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں امن و امان رہا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا سیدنا امیر معاویہؓ جب ٹھوڑے پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد پر نکلتے تھے تو اس ٹھوڑے کے تختوں میں جو مٹی جاتی تھی عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ معلوم ہوا کہ صحبت کا نعم البدل کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔ کسی عارف نے کہا ہے کہ

یک زمانہ مجھے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

[اولیاء کے ساتھ تھوڑی دیر کی محبت، سو سال کی بے ریا طاعت سے افضل ہے]

دلیل نمبر 2:- حضرت حسن بصریؒ نے اٹھارہ بدری صحابہؓ سے علم ظاہری حاصل کیا تاہم علم باطن حضرت علیؓ سے حاصل کیا اور انوار ولایت کا اکتساب کیا۔

دلیل نمبر 3:- حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے اگر ابوہاشم الصوفی نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا۔

دلیل نمبر 4:- امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے حضرت جعفر صادقؒ سے فیض پایا۔ امام اعظمؒ نے دو سال کے رابطہ کے بعد فرمایا۔ "لولا السنن لہلک النعمان" [اور وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا]

دلیل نمبر 5:- ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھمؒ حضرت امام اعظمؒ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ "سیدنا ابراہیم آگئے" طلباء نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا، "ہم جسموں کی خدمت کرنے میں مشغول اور یہ خدا کی خدمت کرنے میں مشغول۔" پس ایسی باخدا ہستی کو ہی مرشد کہا جاتا ہے۔

دلیل نمبر 6:- حضرت امام اہمؑ نے امام ابو یوسفؒ کو وصیت فرمائی۔

”واکھرو ذکرو اللہ تعالیٰ فیما بین الناس لیصلوا منکم ذلک“

[لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو تاکہ لوگ تم سے ذکر کیسے]

دلیل نمبر 7:- امام شافعیؒ نے حضرت امام محمد بن حسنؒ سے فیض پایا۔ آپ کا مشہور

قول ہے۔

”میں نے صوفیا کی صحبت اختیار کی اور ان کی دو باتوں سے بڑا نفع پایا۔ ایک یہ کہ وقت ایک توار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تم کو کاٹ دے گا اور دوسری بات یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کرو گے تو وہ تم کو باطل میں مشغول کر دے گا۔“ (مدارج السالکین)

دلیل نمبر 8:- امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ولی کامل (حضرت بشر مانیؒ) کی خدمت میں جلیا

کرتے تھے۔ ایک دن طلباء نے پوچھا، حضرت! آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو عالم نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے تاریخی جواب دیا ”میں عالم بکتاب اللہ ہوں۔

بشر مانیؒ عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت نصیب ہے“ اللہ اکبر کبیر۔

دلیل نمبر 9:- ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا ”ما الاخلاص“ [اخلاص کیا

ہے؟] فرمایا ”الاخلاص هو الصلاص من آفات الاعمال“ [اعمال کے مصائب سے

بھٹکارے کا نام] اس نے پوچھا ”ما العوکل“ [توکل کیا ہے؟] فرمایا۔ ”الشقة بالله“ [اللہ

پر اعتماد کرنا] اس نے پوچھا ”ما الموضاء“ [رضا کیا ہے؟] فرمایا۔ ”تسلیم الامور الى

الله“ [تمام امور اللہ کے سپرد کرنا] پوچھا۔ ”ما المحبة“ [محبت کیا ہے؟] امام احمد بن حنبلؒ

نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ سوال بشر مانیؒ سے پوچھو۔ جب تک وہ زندہ ہیں میں جواب نہیں دے

سکتا۔

دلیل نمبر 10:- امام غزالیؒ کے ظاہری اور باطنی علوم کے سببی خواجہ بوعلی قادیؒ تھے جو

سلطان علیہ الرحمۃ کے عظیم المرتبت شیخ تھے۔

امام غزالیؒ اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

"انسی اخذت الطريقة من ابی علی فارمدی" و انتصلت ما کان یشیر الیہ من وظائف العبادات واستدامة الذکر الی ان جزت العقبات و تکاف تلك المشاق وحصلت ما کنت اطلبہ" (مکاشفة القلوب ص 35) [میں نے طریقہ تصوف شیخ بوعلی فارمدیؒ سے اٹھز کیا ہے مہلت اور ذکر میں ان کے دستور کو اپنایا ہے۔ اس طرح مجھے تکلیف سے نجات ملی اور مشقتوں سے بچکارا ملا۔ اور جو کچھ میں نے پانا تھا وہ پایا]

دلیل نمبر 11:- امام رازیؒ کی بیعت حضرت نجم الدین کبرئیؒ سے تھی۔

دلیل نمبر 12:- عارف کمال مولانا رومؒ کی بیعت شمس حمیریؒ سے تھی۔ آپ نے فرمایا۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم تا غلام شمس حمیری نہ شد [مولوی روم والوں کا مولانا اس وقت تک نہ بن سکا جب تک شمس حمیریؒ کا غلام نہ بن گیا]

دلیل نمبر 13:- مولانا جامیؒ جیسی شہو آفاق کی حامل شخصیت کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ عید اللہ احرار سمرقندیؒ سے تھی۔

دلیل نمبر 14:- حضرت علامہ سید محمد شریف جرجانیؒ کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ سے تھی۔ علامہ جرجانیؒ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔

"واللہ ما عرفت الحق سبحانه و تعالیٰ ما لم اصل فی خدمة العطار" [اللہ کی قسم! میں نے حق سمجھنے و تعالیٰ کو نہ پہچاننا جب تک کہ میں شیخ عطارؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے حالات زندگی کے بارے میں "الجزء اللطیف فی ترجمۃ المعبد الضعیف" میں لکھتے ہیں۔

پندرہ برس کی عمر میں والد بزرگوار سے بیعت کر کے اشغال صوفیہ خصوصاً مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں مصروف ہو گیا اور ان کی توجہ و تفتیح سے بہرہ مند ہوتے ہوئے ان کے آداب طریقت کی تعلیم اور غرض صوفیہ حاصل کر کے اپنے روحانی سلسلے کو درست کر لیا۔

(حجۃ اللہ الہامہ صفحہ 10 اردو نسخہ)

دلیل نمبر 15:- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسی شخصیت کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ ہانی باللہؒ سے تھا۔

دلیل نمبر 16:- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ نپاک زمین کے پاک ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اتنی بارش برے سے کہ گندگی کو ہالے جائے۔ دوسرے اتنا سورج چمکے کہ نجاست کو جلا دے اس کا نام و نشان مٹا دے۔ اسی طرح قلب کی زمین کے لئے دو چیزیں ہیں ایک ذکر الہی جس کی مثل بارش کی سی ہے۔ دوسرا شیخ کامل جس کی مثل سورج کی سی ہے۔ ذکر سے بھی دل صاف ہوتا ہے اور شیخ کامل کی توجہات سے بھی۔

دلیل نمبر 17:- حضرت قاضی شاہ اللہ ہانیؒ جیسے محدث و مفسر کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ مرزا مظہر جان جاناںؒ سے تھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر کا نام تفسیر مظہری رکھا۔

دلیل نمبر 18:- حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اگرچہ علم کے آفتاب بہت تھے تاہم ان کی بیعت کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کیؒ سے تھا۔ جب کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تک کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔

دلیل نمبر 19:- بعض حضرات نے ایک وقت میں کئی کئی مشائخ سے فیض پایا۔ چنانچہ حضرت خواجہ ابوسعیدؒ نے مقام رجاہ حضرت رازیؒ سے مقام غیرت شاہ شجاع کرمانیؒ سے اور مقام شفقت ابوسعیدؒ سے پایا۔

دلیل نمبر 20:- حضرت ابو علی رودباریؒ فرمایا کرتے تھے۔

”تصوف میں میرے استاد حضرت جنید بغدادیؒ علم فقہ میں حضرت ابو العباس ابن شریحؒ نحو میں ثعلبؒ اور حدیث شریف میں امیر ایمؒ اور فہم کی اصلاح کے لئے بس یہی علوم ضروری ہیں“
مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشاہیر امت کو بھی کسی شیخ کامل کے زیر سایہ اور زیر تربیت رہ کر اکتساب فیض کرنے سے بلند مقامات نصیب ہوئے۔ آج بھی کوئی سالک اس حیل پر پہنچا چاہے تو اسے انہیں راستوں پر چلنا پڑے گا جن پر سلف صالحین نے چل کر رسول اللہ کی نعمت حاصل کیا۔

علامات شیخ کامل :-

مسند ارشد پر بیٹھے والوں میں چند صفت کا پایا جانا لازمی ہے۔

۔ در کئے جام شریعت در کئے خدین عشق

ہر ہوشاکے نداند جام و سنداں باطن

[ایک ہاتھ میں جام شریعت اور دوسرے ہاتھ میں صراحی عشق۔ ہر خواہش پرست دونوں سے کھینچتا نہیں

جاتا]

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ شیخ کامل میں درج ذیل صفت کی صفت بدرجہ اتم موجود ہونی

چاہئیں۔ "المصنفی عن دارالمعروف والامامیۃ الی دارالمعروف والامامیۃ"

للموت قبل نزولہ"

[دھوکے گھر سے دوری اختیار کرنا اور ہمیشہ کے گھر کی طرف حوجہ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس

کی تیاری کرنا]

سچی بات ہے کہ کہنی دنیا کا طلب گار شیخ طریقت بننے کا اہل نہیں ہوتا۔

۔ مٹا کہ شیخ وقت ہو میر حدی بھی ہو

پر یہ مجھے بتاؤ کہ تم باخدا بھی ہو

بعض علماء نے شیخ کامل کی درج ذیل علامات بیان کی ہیں۔

(1) — صاحب نسبت ہو (کسی بزرگ سے اجازت یافتہ ہو۔ سلسلہ کے کام کے لئے مامور ہو۔)

(2) — صاحب علم ہو (جہل کی مثال اندھے کی سی ہے۔ جو اندھے کو رہنمائی گد گڑھے میں گرے گا۔)

(3) — صاحب تصرف ہو (گویا وہ "المنہین اذا ذکر اللہ" کا مصداق ہو۔)

(4) — صاحب ارشاد ہو (یہ صفت لازمی نہیں مگر بہتر ہے۔)

اگر یہ چار صفت نہ پائی جائیں تو ایسے شخص کو ضرور سمجھا جائے۔

۔ ہزار کلمہ پاریک تر ز منو اسجاست نہ ہر کہ سرچشمہ فکھری داند

[یہاں ہزار کہتے ہیں سے بھی زیادہ ہار یک ہیں جو شخص بھی سر منڈا لے وہ قندری نہیں جانتا]

علامہ ابن عربیؒ نے شیخ کاملؒ کی تین صفات قلبیہ فرمائی ہیں۔

(1) — دین انبیاء کا سا ہو۔

(2) — تقیر الطہار کی سی۔

(3) — سیاست بادشاہوں کی سی۔

بقول شیخ

ہے وہی تیرے نکلنے کا الم برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے ہزار کرے
موت کے آنے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا ہو گرا دے
فخر کی سان چڑھا کر تجھے نکوار کرے

شیخ کاملؒ ظاہر میں تو عام انسانوں کی مانند ہوتا ہے مگر باطن میں عام انسانوں سے بہت مختلف ہوتا ہے جیسے تلخ اور شے پانی کی صورت ایک مگر سیرت مختلف، فاسق و نیک نے ایک روٹی کھائی ایک میں شہوت پیدا ہوئی دوسرے میں عشق الہی، زمین نے دو کانے اگائے ایک ہنس بنا دوسرا گناہ۔ دو ہر نوں نے ایک گھاس کھلایا اور ایک میں پھنگیاں بنیں دوسرے میں کستوری بنی۔ بھڑ اور گھس نے ایک پھول چھوڑا ایک میں زہر بنا دوسرے میں شہد بنا۔ شیخ کاملؒ بھی ظاہر میں تو عام انسان کی طرح مگر حقیقت میں مختلف ہوتا ہے۔

الفاظ و محافل میں قنوت نہیں لیکن ملا کی ازاں اور مہلبہ کی ازاں اور پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں کرکس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور اگر کسی ملک کو ان صفات کا حامل کاملؒ شیخ مل جائے تو چاہئے کہ اس کا دامن مضبوطی سے پکڑے۔ اس کی صحبت کو کیا ہمت کی مانند رکھے۔

اگر کوئی شعیب آئے پھر شبلی سے کہیں دو قدم ہے

باب 6

آداب مرشد

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ "لا تقدموا بين يدي الله ورسوله"

(الحجرات: آیت 1)

[اللہ اور اس کے رسولؐ سے سبقت نہ کرو]

دوسری جگہ فرمایا۔ "لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی" (الحجرات: آیت 2)

[اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو]

ان آیات بیانات کا مقصود مومنین کو آداب کی تعلیم دینا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا۔ "ادب ہی فاحسن تادیبی" [میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہت ہی اچھا

ادب سکھایا] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کے لئے آداب کی رعایت لازمی ہے۔ بقول

شخص

فموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قریوں میں

حضرت ابو حفص نیشاپوریؒ کا قول ہے۔ "التصوف کلہ ادب" [تصوف سراسر ادب ہے]

کسی شاعر نے کہا ہے۔

"ادبوا النفس ايها الاصحاب طرق العشق كلها آداب

[اے دوستو! اپنے نفس کو ادب سکھو۔ کیونکہ عشق کے سب راستے آداب ہی ہیں]

درج ذیل میں چند آداب بیان کئے جلتے ہیں جن کی پابندی ہر سالک کے لئے از حد

ضروری ہے جو سالک جتنا زیادہ آداب کا خیال رکھے گا اتنا جلدی ترقی پائے گا۔ اگر آداب کو پڑھ

کر غفلت برتے گا تو باطنی نعمتوں سے بھی محروم رہے گا۔ یہ آداب حضرت خواجہ محمد عبدالملک صدیقیؒ سے منقول ہیں۔ شجرہ طیبہ سے انہیں من و عن نقل کیا گیا ہے۔ اور تشریح کے لئے ”فائدہ“ کے عنوان سے کچھ اضافہ کر دیا ہے تاکہ سالکین کو آسانی سے بات سمجھ آ سکے۔ گویا باہر مجبوری قائلین کو ٹاٹ کا پوند لگا دیا گیا ہے۔

ادب 1:- مرشد کی ظاہری حیثیت، قومیت، حشمت و شوکت اور پیشہ وغیرہ پر نظر نہ کرے اور اسے حقیر نہ جانے۔ بلکہ اس نعمت اور فیضان کو جو اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عنایت کیا ہے نگاہ میں رکھ کر اسے حق تعالیٰ کی معرفت کا وسیلہ سمجھے اور کمال صدق و یقین سے اس کی صحبت کا فیض اٹھائے۔

فائدہ:- جس طرح کوئی مریض اپنے طبیب کی طبی مہارت کو سامنے رکھ کر علاج کرواتا ہے۔ اس کی ظاہری حیثیت اور قومیت کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اسی طرح سالک کو بھی مرشد کی باطنی نعمت پر نظر رکھنی چاہئے، ظاہری حشمت و شوکت پر نہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہؓ کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا ”آپ لوگ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔“

عرض کیا گیا ”یہ امیر آدمی انتہائی خوش لباس ہے اگر یہ کسی سے بات کرے تو توجہ سے بات سنی جائے۔ اگر کسی طرف رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول کر لیا جائے“ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے صاحب گزرے تو نبی علیہ السلام نے پوچھا ”آپ لوگ اس شخص کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں“ عرض کیا گیا ”غریب آدمی مفلس و بھوار نظر آتا ہے۔ اگر بات کرے تو لوگ توجہ سے نہ سنیں۔ کہیں رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول نہ ہو“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”اگر پہلے پیسے لوگوں سے ساری دنیا بھر جائے تو سب مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس غریب نیک شخص کے برابر نہیں ہو سکتے۔“ ایک روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے چروں کو اور مال پیسے کو نہیں دیکھتے بلکہ ہمارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت بلالؓ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا ”سیدنا بلال آگئے“ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہری حشمت و شوکت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ ظاہری حالات پر نظر نہ

رکھے بلکہ شیخ کی باطنی دولت کو پیش نظر رکھے۔ حقیقت یہی ہے کہ پیاسے آدمی کو ٹھنڈا پانی پینے سے غرض ہوتی ہے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ پانی مٹی کے پیالے میں ہے کہ سونے چاندی کے چمکتے برتن میں ہے۔

ربی بات قومیت کی، تو ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وَجْعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَاۤئِلَ لِتَعَارَفُوْۤا۔ اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ“ (الحجرات آیت 13)
[ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے ہاں عزت والا متقی پرہیزگار ہے]

روایت ہے کہ حضرت پیر مرعلی شاہ صاحبؒ نے جب حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت کی تو ایک صاحب نے کہا ”شاہ صاحب! آپ نے سید ہو کر ایک جاٹ سے بیعت کی ہے“ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ”میں جاٹ دا بنّا سلوا ڈٹھا اے“ ”میں نے زمیندار کی کھیتی سرسبز و شاداب دیکھی ہے، لہذا بیعت کی ہے۔“

ادب 2:- ”شیخ کو اپنے حق میں سب سے انفع (زیادہ نفع پہنچنے کا ذریعہ) سمجھے اور یہ اہم دور رکھے کہ میرا اصلاح باطن اور حصول معرفت کا مطلب اسی مرشد سے با آسانی حاصل ہو گا۔ ہر جگہ نہ بنے اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض و برکات سے محروم رہے گا۔“

فائدہ:- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”وَفَوْقَ كُلِّ ذٰی عِلْمٍ عَلِيْمٌ“ (یوسف آیت 76)
[اور ہر علم والے پر علم والا ہے]

لہذا شیخ اگرچہ اعلم ”سب سے زیادہ علم والا“ نہ بھی ہو سالک کے حق میں انفع ”سب سے زیادہ نفع پہنچانے کا باعث“ ضرور ہوتا ہے۔ مثل کے طور پر ایک بچے کو جو پیار و محبت اور شفقت اپنی ماں سے مل سکتی ہے وہ کسی دوسری عورت سے نہیں مل سکتی۔ حالانکہ دوسری عورتیں مثل و شکل اور اخلاق وغیرہ میں اس کی ماں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ماں کی محبت وہ عالم ہے جس کی بلند یوں کو کوئی نہیں چھو سکتا۔ ماں کی محبت وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ ماں کی مانتا وہ سدا بہار پھول ہے جس پر خزاں و بہار اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سالک کو جو نفع اپنے شیخ سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی اور

سے نہیں۔ سالک شیخ کے بارے میں جتنا حسن ظن رکھے گا اتنا ہی فیض کا دروازہ کھلے گا۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ بہت زیادہ کم گو اور خاموش
طبع تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا حضرت کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں تاکہ سالکین کو فائدہ ہو۔
حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔ ”جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے
بھی کچھ نہیں پائے گا۔“

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں کہ ”ہم تین پیر بھائی تھے اور ہم تینوں کا اپنے شیخ کے
بارے میں مختلف گمان تھا ایک تو یہ گمان رکھتا تھا کہ میرے شیخ خود تو کامل ہیں دوسروں کو کامل
نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کا گمان تھا کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں جبکہ میرا یہ
گمان تھا کہ اس امت میں کسی کو کامل شیخ ملے ہیں تو صدیق اکبرؑ کو نبی علیہ السلام ملے یا پھر اس
کے بعد مجھے کامل شیخ ملے ہیں۔ میرے اس حسن ظن کی وجہ سے مجھے تجدیدی کام کے لئے اللہ
تعالیٰ نے جن لیا۔“ پس آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ بنے۔ سالک کو چاہیے کہ ہر جہائی نہ بنے اور
حصول فیض کیلئے اپنے مرشد کے علاوہ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو اس کی اصل ”و حرمنا
علیہ المراضع من قبل“ بن سکتی ہے۔

ادب 3:- ہر طرح سے مرشد کا مطیع و فرمانبردار رہے۔ کیونکہ پیر کی عقیدت اور محبت کے بغیر
فیض کا در نہیں کھلتا۔ اور محبت کا تقاضا اطاعت و خدمت ہے۔

فائدہ :- صوفیاء کے نزدیک سیدنا صدیق اکبرؑ کا سفر ہجرت مرشد کی اطاعت و خدمت اور محبت
و عقیدت کی فقید الشال داستان ہے۔ چنانچہ ہجرت کی رات نبی اکرم ﷺ جب حضرت صدیق
اکبرؑ کے گھر تشریف لائے تو انہیں جاگتے ہوئے پایا۔ پوچھا ”ابو بکر آپ کیوں جاگ رہے تھے۔“
عرض کیا ”اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ہجرت کا حکم ہوگا۔ یہ بھی میرا دل
کو ایسا دیتا تھا کہ آپ مجھے رفتی سفر بنائیں گے۔ جس وقت سے یہ خیال آیا میں نے رات کو
سونا چھوڑ دیا۔ مبادا کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے حاضریاں نہ پائیں۔“ سبحان اللہ

حضرت خواجہ دوست محمد قدحاریؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ
کئی دن متواتر موسیٰ زئی شریف سے پیدل چل کر تقریباً تیس کلومیٹر دور ایک شہر درابن جاتے

اور دوائی لیکر واپس آتے پھر ساری رات تہار داری میں مشغول رہتے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالملک (چوک قریشی والے) نے تقریباً بارہ سال حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خانقاہ پر رہ کر بکریاں چرائیں حتیٰ کہ بکڑ وال (بکریاں چرانے والا) کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت مرشد عالمؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبدالملک صدیقیؒ نے ایک خوبصورت بیش قیمت نفیس پنڈ بیگ (پرس) خریدا۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں اس میں اپنے پیرو مرشد کے استعمال کے لئے مٹی کے ڈھیلے رکھا کروں گا۔ عربی کا مقولہ ہے ”ان المحب لمن یحب مطیع“ [محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے] یہی محبت و خدمت حصول فیضان کا سبب بنتی ہے۔

ادب 4:- حسب استطاعت جان و مال سے شیخ کی خدمت کرے اور اس پر احسان نہ جتلائے بلکہ شیخ کا احسان سمجھے کہ اس نے خدمت کو شرف قبولیت بخشا۔ شیخ سے کسی قسم کی طمع یا مطالبہ نہ رکھے جتنی بھی خدمت کرے خلوص و اللہیت سے کرے تاکہ کمال ایمان سے بہرہ مند ہو۔

فائدہ:- غزوہ تبوک میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے نبی علیہ السلام کے اشارے پر اپنا سارا مال قدموں پر نچھاور کر دیا۔ ایک مرتبہ ٹاٹ کا لباس پہنے حاضر خدمت ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”ابوبکر! تمہیں مکہ کی تجارت والی آسودگی یاد ہے، دیکھو آج تمہارا کیا حال ہو گیا۔“ صدیق اکبرؓ نے تڑپ کر عرض کیا۔

”امالو غنشت انا عمر الدنيا واعذب به جميعا اشد العذاب لا یفرجنی فرج الملیح“

[یہ چند سالوں کی زندگی ہے اگر ساری کی ساری زندگی شدید ترین تکالیف میں گزر جائے حتیٰ کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے تو آقاؐ تیری خاطر یہ سب کچھ آسان ہے۔ میرے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ آجانا میرے لئے نعمت عظمیٰ ہے]

نہ خیال و خواب کی محفلیں نہ میں یزم شوق سے جا سکا
تیری اک نگاہ بدلتے ہی میرے سب ارادے بدل گئے

جو فنا ہوئے غم عشق میں انہیں زندگی کا نہ غم ہوا
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغِ راہ کے جل گئے
حضرت صدیق اکبرؓ اس قدر جانی و مالی قربانی پیش کرنے کے باوجود ایک مرتبہ گوشہ تنہائی
میں بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے اور دعا مانگتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! میں اپنا مال نبی
اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مگر دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اونچا ہوتا
ہے مجھے اپنے آقاؐ کی اتنی بے ادبی بھی گوارا نہیں۔ یا اللہ! میرے آقا ﷺ کے دل میں القافرا
کہ وہ میرے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح خرچ کریں۔ یہ ہے مزہ کہ خدمت بھی کرے احسان
مند بھی شیخ کا ہو۔ بقول شخصے

منت منہ کہ خدمت سلطان ہی کئی
منت ازو شناس کہ در خدمت گزاشے

[اے مخاطب! تو بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ پڑھا۔ (بادشاہ کی خدمت کرنے والے تو لاکھوں ہیں) یہ
بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کے لئے قبول کر لیا]

ادب 5:- مرشد کے فرمان کو فوراً بجالائے۔ اس کے فعل کی اقتداء اس کی اجازت کے بغیر نہ
کرے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کی مناسبت سے کام کرتا ہے۔ جو مرید کے لئے
اس کی استعداد سے عالی ہونے کی وجہ سے مضر ہوتا ہے البتہ قوی متابعت اختیار کرتا رہے تاکہ پیر
سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

فائدہ:- اس ادب کی اصل وہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دن میں متواتر
روزے رکھنے شروع کر دیئے اور رات قیام و سجود کی حالت میں بسر کرنے لگے۔ بعض صحابہ کرامؓ
کو اسکا پتہ چلا تو انہوں نے بغیر اجازت طلب کئے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اتنی ریاضت اتنا
مجاہدہ کہ چند دنوں میں نقاہت و بے آرا می کی وجہ سے حالت غیر ہونے لگی۔ نبی علیہ السلام نے
ارشاد فرمایا۔ ”ایکم مشلی یطعمنی رسی و یسقینی“ [تم میں سے کون میری طرح
ہو سکتا ہے۔ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے]

سالک کو چاہئے کہ مرشد کے حکم کو فوراً بجالائے۔ البتہ اگر مرشد کو کوئی خاص عمل کرتا دیکھے تو اجازت طلب کرے۔ اجازت ملنے پر عمل کو اپنائے۔ نہ ملنے پر اپنے آپ کو کم ظرف کم ہمت سمجھے۔ زبان سے مرشد کے عمل ہی کو اتوٹی کے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

ادب 6:- مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ فرض و سنت کے سوا نفل نماز یا کوئی اور وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے بلکہ اس کی صحبت کیما اثر کو غنیمت سمجھے تاکہ شیخ کی نگاہ شفقت حاصل ہو۔ اور اس کے فیض باطن سے حصہ ملے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی موجودگی میں وقوف قلبی کی بجائے رابطہ قلبی (شیخ کے قلب سے مربوط رہنا) زیادہ مفید ہے۔

فائدہ:- شیخ کے سامنے نفل نماز اور وظیفہ وغیرہ سے اس لئے منع کیا گیا کہ یہ کام تو سالک شیخ کی عدم موجودگی میں بھی کر سکتا ہے لہذا شیخ کی صحبت سے تو باطنی فائدہ اٹھانا چاہئے ہمہ تن کوشش و ہوش سے متوجہ رہنا چاہئے۔

یک چشم زدن غافل از آں شد نہ باشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی
[ایک لمحہ بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو۔ ممکن ہے وہ نگاہ کرے اور تو آگاہ نہ ہو]

وقوف قلبی کہتے ہیں دل کا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنے کو۔ رابطہ قلبی کہتے ہیں سالک اپنے آپ کو غلی سمجھے اپنے قلب کو شیخ کے قلب سے مربوط رکھے۔ اور یہ خیال کرے کہ شیخ کے قلب سے فیضان میرے دل میں آ رہا ہے۔

سالک کی روحانی ترقی ذکر کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے اور مرشد کی توجہات سے بھی۔ تاہم ذکر کرنے سے جو راستہ سالوں میں طے ہوتا ہے وہ مرشد کی توجہات سے لمحوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا

یک زمانہ صحبت بالولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
حضرت خواجہ محمد مصومؒ فرماتے ہیں:

م سالیہ رہبر بہتر است از ذکر حق

[رہبر کا سالیہ بھی ذکر حق سے بہتر ہے۔]

کسی عارف نے کہا کہ علماء کی محفل میں بیٹھو، تو زبان سنبھل کر بیٹھو۔ ملوک و سلاطین کی محفل میں بیٹھو تو نگاہ کو سنبھل کر بیٹھو اور اہل اللہ کی محفل میں بیٹھو تو دل کو سنبھل کر بیٹھو۔ صحابہ کرامؓ کو نبیؐ کی چند لمحوں کی صحبت سے وہ کچھ نصیب ہوا جو غیر صحابہ کو ہزاروں سال کے مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ایک توجہ نے مان پائی کو کہان سے کہیں پہنچا دیا۔

ادب 7:- شیخ کی صحبت میں با ادب ہو کر نہایت عاجزی سے خاموش بیٹھا رہے۔ اور اس کے کلام قدسی کو نہایت غور سے سنتا رہے اور ہر اوجہ نہ دیکھے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے بوقت ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔ گنگو آہنگی اور نرمی سے کرے نیز اپنی آواز مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔ کوئی بات ایسی نہ کہے جو ہر کی تنگی اور گرائی کا سبب بنے۔

فائدہ:- سالک جب طالب ملوق بن کر گوش ہوش سے صحبت نہئے۔ تو دل پر یقینی اثر ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "ان ھی ذلک لئذ کوری لمن کان له قلب او السمع وهو شہید" (سورۃ ق: آیت 37)

[اس میں صحبت ہے ہر اس شخص کیلئے جس کے پاس عقل ہو یا کم از کم دوسرے کی بات توجہ سے نہئے] مرشد کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ممکن ہے شیخ کسی خاص علمی نکتہ پر غور و فکر کر رہے ہوں یا کسی کے دل پر باطنی توجہات ڈال رہے ہوں یا ان پر الہام کی کیفیت ہو یا کسی اہم کام یا مضمون کی طرف طبیعت متوجہ ہو۔ ایسی صورت میں کسی کا بدون اجازت کلام کرنا طبیعت پر اقتباس کا باعث بنتا ہے۔ مزید برآں دوران گفتگو اپنی آواز کو مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

ولا تجھروا له بالقول كجھربعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون" (الحجرات آیت 2)

[اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے سامنے بات زیادہ اونچی آواز سے نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچا بول لیتے ہو ورنہ اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں محسوس بھی نہ ہو]

مرشد کی بات نہایت غور سے سنی چاہئے۔ بعض مشائخ کا قول ہے مرشد کو زبان بننا چاہئے اور مرید کو کان بننا چاہئے۔

ادب 8:- پیر کی مجلس میں اپنے آپ کو کسی طرح ممتاز نہ کرے اور اپنے تئیں حقیر، نیاز مند، تقویٰ، اور طلب سے بھرا ہوا ظاہر کرے۔

فائدہ:- مرشد کی موجودگی میں کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے حاضرین پر علمی تفوق ظاہر ہو۔ نہ ہی دنیاوی جاہ و حشمت کا مظاہرہ کرے، نہ ہی کسی عمل سے یہ ظاہر کرے کہ میں شیخ کا مشیر اور ہراز ہوں اور نہ ہی یہ جتلائے کہ مرشد مجھ پر بہت مہربان ہے۔ یہ تمام باتیں نفس کو موٹا کرتی ہیں۔ اور اثنائیت کی دلیل ہیں۔ حتی الوسع نیاز مندی اور عاجزی کو اپنائے۔

زمین کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسمان ہو کر

ادب 9:- مرشد کی نشست گاہ پر نہ بیٹھے اس کے مصلیٰ پر پاؤں نہ رکھے۔

فائدہ:- اس کی اصل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب خطبہ دینے کے لئے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو تیسرے درجے پر کھڑے ہوتے تھے۔ جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے دور خلافت میں خطبہ دینے کے لئے دوسرے درجے پر کھڑے ہوتے تھے۔ یہ از راہ ادب تھا مرشد کے مصلے پر نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ ظاہراً اس سے "مساوات" کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے۔

ادب 10:- بلا اجازت اس کے سامنے کھانا نہ کھائے نہ پانی پئے نہ وضو کرے نہ اس کے برتن

استعمال کرے۔ اس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔ جو آداب شیخ کے روبرو بجالاتا ہے وہی پیچھے بھی بجالائے تاکہ اخلاص نصیب ہو۔

فائدہ:- مرشد کے سامنے بلا اجازت کھانے پینے میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ حتیٰ کہ مرشد اپنے دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت دے تو بیٹھ جائے ورنہ بخوشی پیچھے ہٹ جائے۔ مرشد کی نظروں پر کچھ دیکھ سکتی ہے جو سالک کی نظر نہیں دیکھ سکتی۔ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے مشائخ کا دستور ہے کہ وہ کھانے پینے کی اشیاء میں توجہ شامل کر کے سالک کو کھلاتے ہیں ان کے ہاں بعض مشائخ تو خلافت و اجازت سلسلہ دیتے ہوئے اس بات پر عہد لیتے ہیں کہ تم اپنی باطنی توجہات کھانے پینے کی چیزوں میں شامل کر کے سا لکھن کو پیش کیا کرو گے۔ تصوف کی کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ بعض مشائخ نے خلافت دیتے وقت اپنے ہاتھ سے کوئی چیز سالک کو کھلائی۔ حضرت مرشد عالم دسترخوان پر جمع ہونے والے تمام سالکین کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہتے تھے۔ تربیت کے لئے ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو دیکھا ہے دسترخوان پر انکا اس قدر کنٹرول ہوتا تھا کہ جو سالک چند مرتبہ ان کے سامنے کھانے میں شریک ہو جاتا اس کے کئی کئی بل نکل جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے لئے نہایت پر تکلف کھانوں پر مشتمل دسترخوان چنا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی حاضر خدمت تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک چپاتی اٹھائی ایک پلیٹ میں تھوڑی سی دال ڈالی اور حضرت گنگوہیؒ کے ہاتھ میں پکڑا کر فرمایا ”مولانا! اس دسترخوان کے کونے پر بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤ۔“ حضرت گنگوہیؒ برضا و رغبت کھانے میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت سخت لہجے میں کہا ”رشید احمد! جی تو چاہتا تھا کہ تمہیں جوتوں والی جگہ پر بٹھاتا مگر رعایت کر لی کہ دسترخوان پر بٹھالیا۔“ یہ کہتے ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے نہایت ادب سے عرض کیا ”حضرت! آپ نے سچ فرمایا میں اسی قاتل تھا کہ جوتوں میں بٹھالیا جاتا۔ آپ کا احسان ہے جو یہاں بیٹھنے دیا۔“ حضرت حاجی صاحبؒ نے جب ملاحظہ کیا کہ لوگوں کے سامنے اتنی کڑوی کسلی سن کر بھی مولانا کا نفس نہیں بھڑکا تو فرمایا ”الحمد للہ“ ذکر کے

اثبات محسوس ہو رہے ہیں۔“

ادب 11:- جس جگہ مرشد بیٹھا ہوا ہو اس طرف پاؤں نہ پھیلائے اس کی طرف منہ کر کے نہ تھو کے اگرچہ سانس نہ ہو۔

فائدہ:- فقہائے کرام نے بیت اللہ شریف کی طرف پاؤں پھیلاتا یا تھوکتا مکروہ لکھا ہے۔ اگرچہ بیت اللہ سانس نہ ہو۔ جس طرح بیت اللہ مرکز انوار و تجلیات ہے اسی طرح مرشد کا قلب بھی تجلیات ذاتیہ کا مورد ہوتا ہے لہذا مرشد کے لئے بھی انہی آداب کی رعایت ضروری ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ طواف کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بیت اللہ! تیری حرمت بھی بہت زیادہ ہے مگر ”حرمة المومن ارجح من حرمة الکعبۃ“ [مومن کی عزت بیت کی حرمت سے زیادہ ہے]

ادب 12:- شیخ کے سلیہ پر قدم نہ رکھے اور حتی الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سلیہ مرشد کے سلیہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

فائدہ:- کسی چیز کو پاؤں تلے روندنا اس کی تحقیر کی علامت ہوتی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ مرشد کے سلیہ پر بھی قدم نہ رکھے۔ تاکہ بے حرمتی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اسی طرح اپنا سلیہ مرشد پر نہ پڑنے دے کہ بے اوقات روشنی کا رک جانا طبی الجھن کا سبب بنتا ہے۔ سالک ان آداب کو معمولی نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے چھوٹے ذرات مل کر ہی ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ایک دانہ خرمن کو تو نہیں بھرتا مگر ان دانوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو خرمن کو بھر دیا کرتے ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ کا قول ہے ”گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھو جس کی نافرمانی ہو رہی ہے“ اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی ادب کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ مرشد کی ذات کو سانسے رکھو جو مالک حقیقی سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ حضرت مرشد عالمؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک طالب مطلق حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا ”حضرت کچھ دنوں سے لطائف بند ہو گئے ہیں“ سمجھ نہیں آتی کیا وجہ ہے۔“ حضرت

نے فرمایا ”غور کرو آپ سے کوئی نہ کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے جس کی یہ سزا ہے“ وہ سالک کافی دیر غور کرتا رہا۔ بلا آخر اسے یاد آیا کہ چند دن پہلے مرشد کا عصاب پڑا ہوا تھا۔ اور وہ اس کے اوپر سے گزر گیا تھا چنانچہ توبہ استغفار کرنے سے لطائف دوبارہ جاری ہو گئے۔

ادب 13:- شیخ کے آگے نہ چلے اور پیچھے چلنے میں شرم نہ کرے بلکہ سہولت سمجھے۔

فائدہ:- مرشد کے آگے نہ چلنے سے مراد یہ ہے کہ دن کے اوقات میں چلتے ہوئے بلا ضرورت ان سے آگے نہ بڑھے۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے تو مضائقہ نہیں بلکہ بسا اوقات آگے چلنا بہتر ہوتا ہے۔ خطرات کے وقت اس نیت سے آگے چلنا کہ کوئی موقع ملے اور راستے میں نہ ہو یا گڑھا راستے میں نہ ہو یا کوئی ایسا پتھر نہ پڑا ہو کہ کوئی ٹھوکر کھا کر گرنے کا خوف مرشد ہی کسی وجہ سے آگے چلنے کا حکم دیں تو پھر آگے چلنا ہی عین ادب ہے۔ ”الامر بالمعروف والادب“ [حکم ادب پر قائم ہے]

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالم ”حرم شریف سے نکلے تو کسی کے ہاں جانا تھا۔ حضرت“ نے میزبان سے کہا کہ آگے چلیں ہمیں راستے کا پتہ نہیں، وہ کہنے لگے ”نہیں نہیں حضرت آپ ہی آگے چلیں میں راستہ بتا دوں گا“ اب چلتے چلتے جب کوئی موڑ آتا تو حضرت ”کو پیچھے مڑ کر پوچھنا پڑنا کہ کس طرف جانا ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرت“ نے دوبارہ میزبان سے کہا کہ آپ آگے چلیں وہ پھر معذرت کرنے لگے کہ نہیں حضرت ”بس میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں۔ جب تیسری مرتبہ کہنے پر بھی انہوں نے وہی جواب دیا تو حضرت“ نے غصے میں آکر عصاب لایا اور کہا ”تو میڈا بھڑا میں یا میں میڈا بھڑا ہوں“ [تو میرا بھڑا ہے یا میں میرا بھڑا ہوں] تب ان صاحب کو حقیقت سمجھ آئی اور وہ آگے چلنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب سفر ہجرت میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ چلے تو کچھ دیر پیچھے چلے پھر آگے چلے گئے پھر کبھی دائیں چلے اور کبھی بائیں چلے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب پیچھے چلتا ہوں تو خیال آتا ہے دشمن آگے سے نہ حملہ کر دے۔ جب آگے چلتا ہوں تو دائیں بائیں سے حملے کا ڈر ہوتا ہے اس لئے پھر دائیں بائیں چلتا ہوں۔ نبی علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے یہ عشق و محبت کی داستان

تھی۔ پورے سفر میں ہی معاملہ رہا۔ جیسے پروانہ کسی شمع کے گرد طواف کر رہا ہوتا ہے۔ ”ہنیئاً لا رباب النعیم نعیمہا“ [اہل نعمت کو اپنی نعمت مبارک ہو] عام اصول یہی ہے کہ مرید بلا ضرورت مرشد کے آگے نہ چلے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی اپنے باپ کا نام لیکر نہ پکارنا اور راستہ چلتے ہوئے آگے نہ چلنا۔ عیون الاخبار میں ہے کہ حضرت عمر بن زیدؓ سے ان کے بیٹے کی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ”میں دن میں نہیں چلا کروں میرے پیچھے تھا، میں رات میں نہیں چلا کروں آگے تھا، اور وہ کسی ایسی جھٹ پہ نہیں چڑھا۔ جس کے میں نیچے تھا۔“

حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مرشد کے پیچھے راہوئیں لیے (پالتو مینڈھے) کی طرح چلتا تھا۔

ادب 14:- جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور اس کے بیٹھنے کے بعد بیٹھے۔
فائدہ:- یہ اکرام میں داخل ہے کہ جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور جب شیخ بیٹھے تو مرید بھی بیٹھ جائے۔ بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو کھڑا ہونے سے منع کیا تو پھر مشائخ کی مجالس میں لوگ کسی کے اکرام کے لئے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ یہ حضرات ایسے موقع پر نہ تو خود کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی کھڑا ہونے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔ شریعت محمدیہؐ کا یہ حسن ہے کہ جس کسی معاملہ میں دو فریق ہوں تو دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ مصلحت خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ دونوں میں محبت و پیار اور اکرام و تکریم کا رشتہ استوار رہے۔

شریعت نے ایک طرف تو مرید کو کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ استلو کی عزت افزائی ہو اور ”انزلوا الناس منازلہم“ پر عمل ہو۔ دوسری طرف مرشد کو حکم دیا کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند نہ کرے تاکہ عجب و تکبر سے بچ سکے۔ پس مرید کھڑے ہونے کو فرض منہی سمجھے اور مرشد محبت و پیار سے بیٹھنے کی تلقین کرتا رہے تاکہ محبت و عقیدت کا بندھن سلامت رہے۔

کھڑا نہ ہونے کی احادیث تو معروف ہیں ہی سہی یہاں کھڑے ہونے کے بارے میں دو احادیث

پیش کی جاتی ہیں۔ امام نسائیؒ اور امام ابو داؤدؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے گفتگو کرتے پھر آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ تشریف لا رہے تھے جب قریب آگئے تو نبی اکرم ﷺ نے انصار سے کہا ”قوموا السید کم“ [اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ] پس صحابہ کرام ان کے اکرام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے اسی حکم کے پیش نظر مرید اپنے سید و مرشد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

ادب 15:- شیخ کے رو برو اور پس پشت یکساں رہے۔ اپنا ظاہر و باطن ایک طرح پر رکھے یعنی دل اور زبان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ رکھے۔

فائدہ:- جو مرید اپنے شیخ کے رو برو اور پس پشت یکساں نہ رہے اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو طبیب سے اپنا مرض چھپائے۔ یقیناً ایسے مریض کو شفاء نصیب نہیں ہوگی۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرید اپنا سب کچھ مرشد کے سامنے اس طرح کھول دے جس طرح بیٹی اپنا سب کچھ ماں کے سامنے کھول دیتی ہے۔ شریعت نے جس طرح علاج کی خاطر طبیب کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت دی ہے اسی طرح روحانی علاج کی خاطر مرشد کے سامنے اپنا کیا کرایا کھولنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ اسے ضروری قرار دیا ہے۔ اگر مرید اپنے مرشد سے عیب چھپائے گا تو نقصان بھی خود ہی اٹھائے گا۔ بقول شخصے

”اگر تم اپنا عیب چھپانے کے لئے دروازے بند کر لو گے تو سچائی بھی باہر رہ جائے گی“ ایسی صورت میں تو ذکر بھی فائدہ نہیں دیتا۔

رام رام چہدیاں میری ہمیشہ کس کئی
رام نہ دل دہج دیا امہ کی دھاڑ پئی
گل دہج ملا کاٹھ دی تے منکے لے پرو
دل دہج گھنڈی پاپ دی رام چہیاں کی ہو
[رام رام کرتے میری زبان کس کئی مکر رام دل میں نہ بسایہ کیا معیت پڑ گئی گلے میں کاٹھ کی ملا اور منکے

پروئے مکرمل میں کرہ پاپ کی ہے تو رام چنے سے کیا ہو]

ادب 16:- مرشد کے تمام اقوال وافعال کو راست جانے اعتراض نہ کرے دل میں شک و شبہ نہ لائے۔ اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا قصہ یاد کرے۔

فائدہ:- مرید اور مرشد کا تعلق شاکر و استلو کی بجائے مریض و طبیب کی مانند ہوتا ہے جس طرح مریض کو حق نہیں سمجھتا کہ وہ طبیب کی کسی بات پر چن وچہا کرے اسی طرح مرید کو حق نہیں سمجھتا کہ مرشد کی کسی بات پر اعتراض کرے۔

حضرت مولانا مفتی خاں اللہ پانی پتیؒ "ارشاد الطائین" میں لکھتے ہیں:-

"مرشد اگر پرہیز گاری اور استقامت والا ہے تو "احساناً" اس سے کوئی خلاف شرع بات سرزد ہونے پر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ تویل کرنی چاہئے، اور کسی مجبوری، حالت استغراق یا اپنے واقف نہ ہونے پر محمول کرنا چاہئے اگر کوئی ایسا شخص ہے جس میں شیخ کمال کے اوصاف نہیں ہیں اور اس کی علوت اور طہارت ہی فاسقانہ ہے تو ایسا شخص ہرگز ولی نہیں ہے ایسے شخص کے کاموں اور باتوں کی تویل ہرگز جائز نہیں۔"

حضرت شہنشاہِ عالمگیریؒ رحمہ اللہ اندلیسی "حافظ القرآن والدعوت" تھے۔ لاکھوں سالکین ان سے وابستہ تھے۔ اور بیگانوں خلفا ہیں ان کے دم قدم سے آبلو خصل۔ ایک مرتبہ جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی ہستی سے گزرتے ہوئے کسی لڑکی پر نظر پڑی تو باطنی نفرت چھن گئی۔ شیخ نے سالکین کو واپس رخصت کیا اور لڑکی کے والد سے نکاح کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ آپ بواقف ہیں ایک صورت ہے کہ آپ سال دو سال یہاں رہ کر ہمارے سورچرائیں تو بہت آگے بڑھے گی۔ شیخ تیار ہو گئے صبح سویرے سورتوں کا ریوڑ چلانے نکلے اور رات گئے واپس لوٹے۔ پورا ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ حضرت شہنشاہؒ کے دل میں شیخ کی مٹی محبت جاگزیں تھی وہ جانتے تھے کہ شیخ کمال ہیں مگر کسی آندائش میں سے گزر رہے ہیں۔ ایک سال بعد حضرت شہنشاہؒ اپنے سے ملنے اسی ہستی پہنچے، دیکھا کہ شیخ وہی خلبہ جمعہ والا ہے، پنے وہی عملہ ہاتھ وہی مصافحہ میں لئے کھڑے ہیں اور ریوڑ کی گمرانی کر رہے ہیں۔ حضرت شہنشاہؒ قریب آئے فیوض دریافت کرنے کے بعد پوچھا "حضرت آپ کو قرآن پاک اب بھی یاد ہے" شیخ نے تھوڑی دیر خاموش رہ

کر فرمایا بس ایک آیت یاد ہے ”وَمِنْ يَهِنِ السَّلَاحِ فَعَصَاهُ مِنْ مَكْرَمٍ“ [جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی نہیں عزت دینے والا] پھر پوچھا کہ حضرت اعلیٰؑ یاد ہیں۔ فرمایا صرف ایک یاد ہے۔ ”مَنْ بَدَلَ دِينَهُ فَاقتُلُوهُ“ [جو اپنا دین بدلے اسے قتل کرو]

یہ کہنے کے بعد شیخ زار و قطار رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا ”یا اللہ! میں آپ سے ایسا گمنام تو نہیں رکھتا تھا“ حضرت شبلیؒ بھی دھڑکیں مار مار کر روئے کافی دیر کے بعد شبلیؒ واپس وطن چل پڑے۔ راستے میں ایک دریا کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت عبداللہ اندلسیؒ تروتازہ مسکراتا چہرہ طبیعت میں بشاشت سامنے ظاہر ہوئے۔ حضرت شبلیؒ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معمہ تھا۔ فرمایا کہ جس وقت میں سا لکھن کی جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی ہستی سے گزر رہا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا ”یہ عیسائی کیسے یہ وقف لوگ ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا“ فوراً گرفت ہوئی ایک آواز آئی ”اگر تم اسلام پر ہو تو یہ تمہارا اکمل ہے یا ہمارا اکمل ہے“ اس کے ساتھ ہی باطنی نعت چمن مکی اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈال دیا۔ (یہ نکتہ قاتل غور ہے کہ وہ بات جو علامۃ الناس کے نزدیک کوئی وزن نہیں رکھتی، اس کے کرنے پر بھی مقررین کی پکڑ ہو جاتی ہے) حضرت شبلیؒ اپنے شیخ کے ہمراہ واپس آئے تو خافتہوں کی رونقیں لوٹ آئیں۔ اس واقعہ میں سا لکھن کے لئے کئی مصیبتیں ہیں ایک تو یہ کہ کلمات کو کبھی اپنی طرف منسوب نہ کریں دوسرا یہ کہ استقامت والے شیخ سے خلاف شرع بات صادر ہو جائے پھر یہ سمجھیں کہ کوئی آزمائش ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنی کیفیات حالات و واردات پر فریفتہ نہ ہوں۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہوں۔ حضرت شبلیؒ کی اپنے شیخ سے حقیقت و محبت سا لکھن کے لئے روشنی کا چراغ ہے۔

ادب 17:- شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈھٹ سے دل تنگ نہ ہو اور بدگمانی کو راہ میں نہ آنے دے کیونکہ شیخ کی سختی طالب کے لئے مصلح کا کام کرتی ہے۔

فائدہ:- جس طرح ایک مٹی کسی پودے کے فاضل حصوں کو کاٹتا ہے تو پودے کی نشوونما بھی اچھی ہوتی ہے اور وہ دیکھنے میں بھی دیدہ زیب نظر آتا ہے یا جس طرح ایک طبیب کسی مریض کے زخم پر کبھی نشتر لگاتا ہے کبھی اس میں سے گندامواد نکالتا ہے اور کبھی اس پر مرہم لگاتا ہے حتیٰ

کہ مریض غلاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرشد کامل مرید کی تربیت کے لئے کبھی شفقت و محبت سے پیش آتا ہے اور کبھی ڈانٹ ڈھٹ کرتا ہے تاکہ مرید میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ مرشد کی ڈانٹ ڈھٹ مرید کی باطنی بیماریوں کے لئے تریاق کا کام دیتی ہے۔ مرشد چونکہ اخلاص کے ساتھ تربیت کی خاطر روک ٹوک کرتے ہیں لہذا مریدین اس زبردستی کو بھی تمکین غلاف میں پوشیدہ فکر پارے سمجھتے ہیں اور پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے ”پیر کو چپ شلو نہیں ہونا چاہئے“ اگر مرشد اپنے مریدین کی کوتاہیوں پر خاموش رہے گا، نہ موقع پر سمجھائے گا نہ ہی تہمتی میں تو مریدین کی اصلاح کیسے ہوگی۔ مریدین کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اصلاح کی کوششیں نہ کرنا سراسر اہنت ہے۔ اس سے پیری مریدی تو چمک جاتی ہے مگر مریدین کی تربیت نہیں ہوتی۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے ”طلوہ“ پیر اور مولوی کے لئے سینٹ کا کام کرتا ہے ”یعنی تلوہ کھالینے سے منہ بند ہو جاتا ہے۔ امراء کو تو بالخصوص استغناء کی چھری سے نزع کرنا چاہئے۔ حضرت مرشد عالمؒ یہ فرمایا کرتے تھے ”جب تک ”دب“ نہ ہو ادب نہیں ہوتا“ یہ بھی فرمایا کرتے تھے ”مرشد اگر بلاوجہ کسی چور اسے پر کھڑا کر کے مرید کو جوتے مارے تو بھی مرید کو چاہئے کہ وہ جوتا اٹھا کر دے۔“ مرشد کی بلاوجہ ڈانٹ میں بھی حکمت ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ مرید کا نفس بھڑکتا ہے یا نہیں؟ مرشد اگر مرید کی کسی بھی پر اسے ڈانٹتا ہے تو اس احساس کے ساتھ کہ جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگالی ہے ابھی سیاہی دھوئے گی تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ مزید برآں ڈانٹ ڈھٹ اور روک ٹوک کا مقصد اصلاح احوال ہوتی ہے۔ کوئی دل میں غبار رکھتا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مرشد مریدین کی غلطیوں، کوتاہیوں پر دل میں غبار رکھنے لگے تو پھر اس کے دل میں غبار کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ مرشد کا قصہ عارضی ہوتا ہے اگر مرید اپنی اصلاح کر لے تو قصہ شفقت و محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مرشد جب کسی مرید کو ڈانٹتا ہے تو نہ اپنے آپ کو افسوس سمجھتا ہے اور نہ ہی مرید کو گھٹیا سمجھتا ہے مرید کو ڈانٹتے وقت مرشد کی کیفیت اس طرح کی ہوتی ہے جیسے بادشاہ حکم دے کہ شہزادے کی نقال لٹلی کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے لگائے۔ جلاوطنی کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے بھی لگائے گا مگر دل میں شہزادے کی محاکرت کی بجائے محبت ہوگی۔ پس مرشد ڈانٹ بھی رہا ہوتا

ہے دل سے توجہات بھی ڈال رہا ہوتا ہے اور نیم شب کی تحانیوں میں مرید کے لئے ہاتھ پھیلا کر دعائیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی کو تنبیہ کرتے تھے تو اس کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔

مرشد اگر کسی مرید پر زیادہ توجہ دے اور کسی پر کم توجہ دے تو مرید دل تنگ نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ جس طرح کوئی طبیب بعض مریضوں کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھتا ہے اور بعض مریضوں کو عام وارڈ میں رکھتا ہے اسی طرح مریدین کو شیخ کی توجہ میں ظاہری تفاوت محسوس ہوتا ہے حقیقتاً دل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ادب 18:- دل میں کوئی شبہ گزرنے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے عرض کر دے اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا تصور سمجھے۔ اگر مرشد کوئی جواب نہ دے تو جان لے کہ میں جواب کے لائق نہ تھا۔

فائدہ:- جو سالکین اپنے مرشد سے محبت و عقیدت کے رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر بنالیتے ہیں اول تو انہیں کوئی غلط فہمی پیدا ہی نہیں ہوتی اگر دل میں کوئی سوال پیدا بھی ہو تو عموماً مرشد کی توجہات کی برکت سے خود ہی جواب بھی دل میں آتا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ مرشد کی زبان سے دوران گفتگو اسکا جواب دلوا دیتے ہیں۔ سالکین حیران ہو کر کہتے ہیں۔

اے لائق تو جواب ہر سوال

یا تو مشکل حل شود ہے قلیل و قاتل

[اے کہ تیری طاقت ہر سوال کا جواب ہے اور آپ سے بغیر کے نئے مشکل حل ہو جاتی ہے]

سالکین طریقت کے لئے مرشد کے کسی قول و فعل پر دل میں شبہ کا پیدا ہونا سب سے بڑا شیطانی دھوکا ہے عموماً مبتدی حضرات محبت و عقیدت اور رابطہ شیخ میں کمی کی وجہ سے اسکا شکار ہو جاتے ہیں ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہئے کہ جب بیعت سے پہلے مرشد میں وہ تمام شرائط نشانی اور صفات دیکھ لی گئیں جو ایک شیخ کامل میں ہونی چاہئیں تو پھر بیعت کے بعد شیطان کو کوئی بھی غلط فہمی پیدا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ ہر بات میں اپنے آپ کو محض کل سمجھتے ہوئے مرشد کو چھوڑنا نہ نظر سے دیکھتے اور پرکھتے رہنا فیض سے محرومی کا سبب ہوتا ہے۔ ابو جہل

ساری عمر نبی علیہ السلام کو محمد بن عبد اللہ کی نظر سے دیکھتا رہا کاش کہ ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کی نظر سے دیکھ لیتا تو بیڑا پار ہو جاتا۔ بدگمانی اور شک کی نظر اس ہستی پر ڈالنا جو اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے کتنا بڑا ستم ہے حق بات یہی ہے کہ ذہن اپنا بیمار ہوتا ہے کوئی شیخ میں نظر آتی ہے مرشد کی حیثیت تو آئینے کی مانند ہوتی ہے حدیث پاک ”المؤمن مرآة لمؤمن“ [مومن، مومن کا آئینہ ہے] کے مطابق مرید کو اپنی عیاد خامیوں کا عکس نظر آتا ہے۔ لہذا شبہ پیدا ہونے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے مرشد کو آگاہ کر دینا چاہئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں ایک ہندو پنڈت حاضر ہوا۔ کہنے لگا کہ مجھے کئی سالوں سے کشف القلوب نصیب ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا دل بالکل سیاہ ہے۔ حضرتؒ نے پوچھا کہ تمہیں یہ چیز کیسے ملی؟ کہنے لگا کہ ہر کام نفس کے خلاف کرنے سے۔ حضرتؒ نے باتوں باتوں میں کہا کہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ کہنے لگا کہ جی نہیں چاہتا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ کام بھی تو نفس کے خلاف کروں گا۔ ہندو پنڈت اسی وقت توبہ تاب ہو کر مسلمان ہوا۔ حضرتؒ نے فرمایا اب میرے قلب پر نظر ڈالو۔ کہنے لگا کہ حضرتؒ اب تو نوری نور نظر آ رہا ہے۔ فرمایا کہ پہلے تمہیں اپنے قلب کا عکس میرے اندر نظر آیا تھا۔

رہا علی مسائل کا پوچھنا اور اشکالات کا حل کرنا تو ایسی باتیں مناسب طریقے اور مناسب موقع پر ضرور پوچھنی چاہئیں۔ ”لما سئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون“ [اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے] کا یہی مقصود ہے۔ البتہ ہر وقت لم اور لا کے چکر میں پڑے رہنا عقلمندی نہیں۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسن عقل

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اوب 19:- مباحثے اور جھگڑے وغیرہ کی صورت نہ بنائے۔ مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔
فائدہ:- یہ اوب منتی حضرات کے احوال سے زیادہ مناسب رکھتا ہے۔ علمی معاملات میں اگر موقفہ آجائے کہ مرشد سے اختلاف رائے ہو تو بھی اوب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سید احمد شہیدؒ کو حضور شیخ کا حکم دیا تو سید صاحبؒ نے نہایت ادب سے معذرت کی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے یہ شعر پڑھا

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغل گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز رسم و راہ منزلما

[مہل کمال کے کہنے پر اپنے مصلیٰ کو شراب سے رنگین کر لو کیونکہ راہ حق پر چلنے والا منزل کے طور طریقوں سے بے خبر نہیں ہوتا]

سید صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے حکم سے شراب پی لوں گا پھر توبہ کروں گا مگر میرے نزدیک تصور شیخ شرک ہے۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اٹھ کر سید صاحبؒ کو سینے سے لگالیا اور فرمایا ”الحمد للہ تم پر توحید غالب ہے۔ اب ہم تمہیں اور راستے سے لے چلیں گے۔“

مرید اختلاف رائے کی صورت میں مباہلے اور جھگڑے کی صورت نہ بنائے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو، غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کی رائے تھی کہ قیدیوں کو بعض شرائط پر رہا کر دیا جائے جبکہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کی گردنیں اڑادی جائیں۔ جب وحی اتری تو حضرت عمرؓ کی رائے وحی کے مطابق تھی۔

شرع شریف کا حکم ہے کہ مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر غلط ہو تو بھی اسے ایک ثواب ضرور ملتا ہے۔ شیخ کی خطا بھی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ لہذا سالک کو یہی گمان رکھنا چاہئے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے سو اُچار رکعت نماز پڑھتے ہوئے دو پر سلام پھیر دیا۔ نبی رحمت ﷺ کا یہ سہو امت کے لئے رحمت بن گیا اور سجدہ سہو کے مسائل واضح ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام کو اس سہو پر وہ اجر ملا کہ ابوبکرؓ کی پوری زندگی کی نیکیاں بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ آپ کا مشہور قول ہے۔ ”بلیستنی کنت سہو محمد“ [اے کاش میں عمرؓ کا سہو ہوتا]

ادب 20:- شیخ کے رو بہ بیہودہ باتیں نہ کرے اور نہ ہی کسی کے عیوب بیان کرے۔
 فائدہ:- عیب جوئی دوسروں پر تنقید اور تبصرہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے
 قرب سے محروم ہوتے ہیں ورنہ دوست کو کب فرصت ہوتی ہے کہ وہ اپنے دوست کی یاد چھوڑ
 کر لائیہی باتوں میں وقت ضائع کرے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ سعدیؒ
 نے تصوف کو دوسھروں میں سمجھا دیا۔

مراد میر دانائے مرشد شباب
 دو اندد فرمود بر روئے آب
 یکے آنکہ بر طویش خود ہیں مباحش
 دوم آنکہ در کس تو بد ہیں مباحش
 [میرے شیخ مرشد کامل شیخ شباب الدین سروردیؒ نے مجھے دو نصیحتیں دریا کے کنارہ کھڑے ہو کر فرمائیں۔

(1) اپنی بچیوں پر نگہ مت رکھو۔ (2) دوسرے کی غلطیوں میں نگہ مت ڈالو اور درگزر کرو]
 گویا تصوف کا نچوڑ دو نظروں میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ سالک اپنے پہ "خود ہیں" نہ ہو اور
 دوسرے پر "بد ہیں" نہ ہو۔ یعنی اپنی اچھائیوں پر نظر نہ جمائے رکھے اور دوسروں کی برائیوں پر
 نظر نہ لگائے رکھے۔

ادب 21:- مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ اس کے
 دوستوں محبوبوں اور نیز پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اس کی بدگوئی اور اس کے مخالفوں
 سے دور رہے تاکہ استقامت حاصل ہو۔

فائدہ:- مرشد سے محبت کی پہچان یہی ہے کہ مرید اپنے مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں
 سے محبت و مودت رکھے۔ یہی تعلیم کتاب و سنت سے ملتی ہے قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کا
 قول نقل کیا گیا:

"يقوم لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة في القربى" (الشوری: آیت 23)

[اے میری قوم میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ سوائے اپنے قرابت داروں سے محبت کے]

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال۔ حب نسیکم وحب آل بیتہ و تلاوة القرآن“ [اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو۔ پیغمبر کریمؐ کی محبت آپ کے آل بیت کی محبت اور تلاوة قرآن]

ادب 22:- اپنے احوال باطنی (ایچھے ہوں یا برے) مرشد کے سامنے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اصلاح کرے مگر مرشد کے کشف پر اعتما کر کے سکوت نہ کرے۔

فائدہ:- جس طرح کوئی مریض اپنے حالات سے طبیب جسمانی کو باخبر رکھتا ہے اگر نہ رکھے گا تو موت کے منہ میں چلا جائے گا، اسی طرح سالک کو چاہئے کہ اپنے مرشد یعنی طبیب روحانی کو کیفیات و واردات سے مطلع کرتا رہے ورنہ دل مردہ ہو جائے گا اس معاملے میں افراط و تفریط سے بچنا لازمی ہے۔ افراط یہ کہ سالک اپنی کیفیات شیخ کے علاوہ ہر کہ و نہ کے سامنے بتاتا پھرے۔ حالات و واردات و کیفیات تو عرائس باطنی ہوتی ہیں بھلا کوئی محض غیر کو اپنی دلہن دکھاتا ہے۔ تفریط یہ ہے کہ اپنے حالات شیخ کے سامنے بھی نہ کہے اور یہ سوچتا رہے کہ مرشد صاحب کشف ہیں انہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔ اعتدال کی راہ یہی ہے کہ اپنے حالات سے مرشد کو مطلع کرتا رہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ سالک اگر اطلاع اور اتباع کو اپنا دستور بنالے گا تو اس کی ترقی میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

ادب 23:- خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد کی خدمت میں عرض کرے اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی بیان کرے۔

فائدہ:- بعض سالکین لطیف الطبع ہوتے ہیں انہیں بہت خواب نظر آتے ہیں اور بعض کثیف الطبع ہوتے ہیں انہیں کم خواب نظر آتے ہیں۔ زیادہ خواب نظر آنا فضیلت کی بات نہیں اور کم خواب نظر آنا بھی گراوٹ کی دلیل نہیں۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(1) — حدیث نفس، سالک جو کچھ دن میں کرتا سوچتا ہے یا اس کے لاشعور میں ہوتا ہے وہی کچھ خواب میں نظر آ جاتا ہے۔

(2) — اضطرابِ احلام۔ اوٹ پٹانگ خیالات خواب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

(3) — رویاءِ صالحہ۔ بچے خواب جنہیں نبوت کا محسوساں حصہ کہا گیا ہے۔

ان تینوں قسم کے خوابوں میں پہچان کرنا ایک مشکل امر ہے۔ باطنی بصیرت رکھنے والا ہی یہ معرہ حل کر سکتا ہے۔ سالک کو چاہئے کہ جو کچھ خواب میں دیکھے وہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے کم و کسرت عرض کر دے۔ مرشد اگر تعبیر بتا دے تو فیہا اگر خاموش رہیں تو سمجھ لے کہ تعبیر بتانا میرے لئے بہتر نہیں تھا۔ یا پھر یہ خواب قابل تعبیر نہ تھا۔ تعبیر الرویاء کے سلسلہ میں چند باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

(1) — کئی خواب جس طرح نظر آئیں ان کی تعبیر من و عن اسی طرح ہوتی ہے۔

(2) — کئی خوابوں کی تعبیر الٹ ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کو دیکھا کہ مرگیا مگر حقیقت میں لمبی زندگی پائی۔

(3) — کئی خوابوں کی تعبیر تمثیل پر منحصر ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے موٹی گائے دیکھی تو تعبیر رزق کی فراوانی والا سال، پتلی گائے کی تعبیر قحط زدہ سال۔

(4) — ایک ہی خواب دو مختلف آدمی دیکھیں تو دونوں کے لئے تعبیر مختلف ہوگی۔ نیک آدمی نے خواب دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو ”واذن فی الناس بالصبح“ کے تحت عزت ملی۔ کسی فاسق شخص نے دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں۔ تو ”فم اذن مودن“ کے تحت چوری کرتے پکڑا گیا، ذلت ملی۔

(5) — ایک ہی خواب مختلف موسموں میں دیکھیں تو تعبیر مختلف۔ سردیوں میں آگ دیکھیں تو فائدہ پہنچے، گرمیوں میں آگ دیکھیں تو نقصان ہو۔

(6) — کئی مرتبہ خواب ظاہر میں اوٹ پٹانگ مگر رویاءِ صالحہ میں سے ہوتا ہے۔ زبیدہ خاتون نے اپنے آپ کو برہنہ دیکھا پھر انسانوں، جانوروں اور پرندوں کو دیکھا کہ اس سے زنا کر رہے ہیں۔ پریشان ہو کہ اٹھ بیٹھی، ڈر گئی کہ کہیں رسوانہ ہو جاؤں۔ مگر تعبیر یہ تھی کہ اس نے سرِ بنوائی جس سے انسانوں، جانوروں، پرندوں اور چرندوں نے پانی پیا۔ زبیدہ خاتون کے لئے صدقہ جاریہ

ہے۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اپنی ماں سے زنا کر رہا ہوں۔ بہت پریشان ہوا۔ مگر ماں سے مراد زمین اور زنا سے مراد اس سے فائدہ لینا۔ چنانچہ اسے اپنی کھیتی سے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔

سا لکین کو ایک اصول ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بالفرض سچا خواب بھی نظر آئے تو جب تک پورا نہ ہو کیا فائدہ۔ مثلاً خواب میں دیکھا کہ بلاشاہ بن گیا ہوں تو کیا فائدہ جب تک حقیقت میں نہ بنے۔ حضرت یوسفؑ نے سورج، چاند، ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا مگر کنوئیں میں گرنا پڑا۔ مصر میں بکنا پڑا۔ عزیز مصر کے گھر کی چاکری کرنی پڑی۔ آزمائش میں سے گزرنا پڑا، نو سال جیل کاٹنی پڑی پھر بلاشاہت ملی اور خواب پورا ہوا۔ جب سچے خوابوں کا بھی یہ حال ہے تو پھر اوٹ پٹانگ خوابوں پر فریفتہ کیا ہوتا۔ بعض سا لکین تو ہر وقت خواب ہی سناتے پھرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوابوں کی دنیا کے شہزادے ہیں۔

در حقیقت شیطان خوابوں کے ذریعے بڑے بیٹوں کو گرا دیتا ہے۔ خود پسندی اور عجب پیدا کر کے فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مرشد ہی کی ذات ہے جو ان شیطانی ہتھکنڈوں سے خبردار کرتی ہے تاکہ ایمان بچ جائے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید روزانہ خواب میں جنت کی سیر کرتا تھا۔ صبح اٹھ کر لوگوں میں تذکرے کرتا حتیٰ کہ اس کے قصے زبان زد عام ہو گئے ایک سال اسی حالت میں گزر گیا۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے دیکھا کہ خود پسندی اور خود فریبی کے جال میں پھنس چکا ہے فرمایا ”اب جنت نظر آئے تو“ لا حول ولا قوۃ“ پڑھنا“ مرید سمجھا کہ شیخ مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں۔ اگلی رات خواب میں جنت کی سیر کرنے لگا تو خیال آیا کہ شیخ نے کہا تھا (در حقیقت یہ شیخ کی توجہ اور برکت تھی) کہ لا حول پڑھنا۔ جب پڑھا تو سب نقشے ختم چند ہڈیاں پڑی دیکھیں۔ تب احساس ہوا کہ شیطان تو میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا تھا۔

بعض سا لکین کو خواب میں بزرگ نظر آتے ہیں سالک سمجھتا ہے کہ مجھے باطنی فائدہ ہو رہا ہے۔ حقیقتاً شیطان اس کا رابطہ شیخ سے کاٹنا چاہتا ہے۔ بعض سا لکین کو دیکھا کہ خواب ایک سے بڑھ کر ایک عجیب و غریب دیکھتے ہیں مگر پابندی شریعت میں ست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ فتنہ

میں پڑنے کی واضح علامات ہیں۔

حدیث پاک میں ہے ”مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتِمَّشَلُ بِسِيٍّ“ (بخاری کتاب الایمان)

[جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھ کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل ہرگز نہیں بنا سکتا]

اس حدیث پاک کے تحت حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ شیطان نبی اکرم ﷺ کی اس صورت مبارک میں جس میں آپ ﷺ مدینہ میں پردہ فرما ہیں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ہر ایک صورت میں آکر دھوکہ دے سکتا ہے چاہے وہ اہل اللہ کی صورت ہو یا آپاؤ اجداد کی۔ لہذا جو سالکین خوابوں پر اپنی روحانیت کی بنیاد رکھتے ہیں وہ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں بعض خائفانوں کے تو سجاوہ نشین حضرات بات شروع کرتے ہیں خواب سے اور ختم کرتے ہیں تو خواب پر۔

ع جو شلخ نازک پہ آشیانہ بنے گا پلایدار ہوگا

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں سورۃ النجم کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس جگہ پہنچے ”اقْرء بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ الْمَعْزٰی وَ مَنَاسَہُ الشَّالِصَہُ الْاٰخِرٰی“ [ہلائم نے لات عزى اور تیرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے] (النجم: آیت 20)

تو صحابہؓ کو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے آپ نے اس سے آگے یہ کہا کہ ان کی بھی عبارت کرو اور اللہ کی بھی۔ صحابہ کرامؓ بہت حیران ہوئے۔ نماز سے فراغت پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ نئی آیتیں اتری ہیں جو آپ ﷺ نے پڑھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو نہیں پڑھیں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آیات اتریں۔ ”الْقَیِّمُ الشَّیْطَانُ فِیْ اَمْنِیَّتِہٖ“ (الحج: آیت 52)

[شیطان نے اپنی گفتگو (وقف کے دوران) حضور کی قرات سے ملا دی تھی]

پھر پتہ چلا کہ شیطان نے اپنی آواز نبی علیہ السلام کی مبارک آواز کی مانند بنا کر یہ عبارت پڑھی تاکہ صحابہ کرامؓ کو دھوکہ دے سکے۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی

موجودگی میں پھر حالت نماز کی یکسوئی میں صحابہ کرامؓ جیسے پاکیزہ حضرات کو دھوکہ دینے سے شیطان باز نہیں آیا تو پھر ہم کس کھیت کی گاجر مولیٰ ہیں کہ بلند و بانگ دعویٰ کریں۔ آج کا سالک اتنی کمزور روحانیت، شکوہ نبوت سے اتنا بُد، غمّے والا دور پھر نیند کی حالت میں تو شیطان کے لئے برکاتا کونا مشکل کام ہے۔ سالک کو یوں سوچنا چاہئے کہ ہمیں تو شیطان جیتے جاگتے بتائی ہوش و حواس برکا دیتا ہے تو خواب کی حالت میں برکاتا کونا مشکل کام ہے۔ پس خوابوں پر اعتماد ہرگز ہرگز نہ کرے جو کچھ دیکھے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کر دے اور دعائیں کرتا رہے۔

"اللهم انی اعوذ بک من همزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرّون" [یا اللہ میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ شیطان مردود کی چمکیوں سے اور اس بات سے کہ وہ شیطان میرے اعمال میں حاضر ہو کر دخل دیں]

ادب 24:- جو درد و غیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو اپنا معمول بنائے اس کے علاوہ تمام وظیفہ چھوڑ دے خواہ اپنی طرف سے شروع کئے ہوں یا کسی دوسرے نے بتائے ہوں۔ البتہ اعمال مسنونہ مستثنیٰ ہیں۔

فائدہ:- یہ بات عامۃ الناس میں بھی مشہور ہے کہ مریض کو ایک وقت میں ایک طبیب کی دوا استعمال کرنی چاہئے اسی طرح سالک کو فقط اپنے ہی شیخ کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کرنا چاہئے۔ اس کی اصل "و حرّمنا علیہ المراضع" ہے۔ اپنی مرضی سے یا کسی اور کے کہنے پر مزید وظائف کو اپنائے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ مبتدی کے لئے وظائف دوا کی مانند اور فتنی کے لئے غذا کی مانند ہوتے ہیں۔ وظائف میں ثواب کی نیت کرنا برا نہیں ہے "وفنی ذالک فلیستنا فس المتنافسون" [اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے]

اس کی دلیل ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اپنے عمل کو اتنا کامل بھی نہ سمجھے کہ ناز پیدا ہو اور اتنا ناقص بھی نہ سمجھے کہ مایوسی ہو۔ "یدعون ربهم خوفا وطمعاً" (السجدة: آیت 16)

[ایمان والے اپنے رب کی مہارت خوف اور امید کے درمیان کرتے ہیں] میں یہی راز پوشیدہ ہے۔

اور اہ وظائف صبح و شام کرنے کی قرآنی دلیل "یسبح له فیہا بالعدو والاصال" ہے۔

ادب 25 :- شیخ کے پاس بیٹھ کر وظیفہ وغیرہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا لازمی ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

فائدہ :- مرشد کی موجودگی میں سالک کو رابطہ قلبی میں جو فائدہ ملتا ہے وہ ذکر و وظائف سے نہیں ملتا۔ مرشد کی مثال سورج کی مانند اور مرید کی مثال پھل پھول کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی حرارت سے پھلوں کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے یا پھولوں کی رنگت میں خوشنمائی آتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح مرشد کی توجہات سے سالک کے دل میں نورانیت آتی رہتی ہے۔ اگر مرید کوئی وظائف کرنا چاہے تو شیخ کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر کرے۔

ادب 26 :- جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے بزرگ سے فیض پہنچ رہا ہے تو یہ خیال کرے کہ میرے مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

فائدہ :- جس طرح ایک بلب تار سے جڑا ہوا ہوتا ہے اسے جو بھی بجلی پہنچتی ہے اسی تار کے ذریعے سے پہنچتی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بجلی تربیلا ڈیم سے آرہی ہے یا منگلا ڈیم سے، بجلی جس پاور اسٹیشن سے بھی آئے گی اسی تار سے ہو کر بلب کو ملے گی۔ اسی طرح مرید کو جو بھی باطنی فیض پہنچتا ہے وہ شیخ کے قلب سے ہو کر پہنچتا ہے اگرچہ وہ فیض پیچھے کسی بھی بزرگ کی طرف سے آرہا ہو۔ اسی لئے کوئی مرید ظاہر میں کسی دوسرے بزرگ سے فیض ملتا دیکھے تو بھی یہی گمان کرے کہ میرے شیخ کا کوئی لطیفہ اس شکل میں ظاہر ہو کر مجھے فیض پہنچا رہا ہے۔ مرید کی توجہ کا قبلہ ہمیشہ ایک ہی ہونا چاہئے اس کو کہتے ہیں۔

م یک گیر محکم بگیر

[ایک ہی شیخ بنا لو اور ان کو ہی مضبوط پکڑو]

حضرت خواجہ محمد سعید قرہیؒ ایک مرتبہ سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت سید زوار حسین شاہؒ، حضرت مولانا محمد سعید گوانویؒ اور مریدین میں سے بھی چند حضرات رفیق سفر تھے۔ مزار مبارک پر کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہرکلامی نصیب ہوئی مختلف امور پر گفتگو کے بعد

حضرت مجددؒ نے فرمائش کی کہ اپنے خلفاء (سید زوار حسین شاہؒ اور مولانا محمد سعید گوبانویؒ) وغیرہم کو کچھ دن یہیں میرے پاس چھوڑ جائیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ اب میں تو آگے سفر کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ حضرات فیصلہ کر لیں کہ کیا کرنا ہے۔ مولانا محمد سعید گوبانویؒ نے پوچھا ”حضرت آپ کا حکم ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں یا ہماری مرضی پر ہے کہ یہاں ٹھہریں یا ساتھ سفر پر جائیں“ حضرت نے فرمایا ”آپ حضرات کی مرضی پر ہے میں نے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا پیغام پہنچا دیا ہے“ مولانا گوبانویؒ نے کہا ”حضرت! ہم آپ کے ساتھ جائیں گے ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔“

سبحان اللہ۔ مرشد کے ساتھ وابستگی ہو تو ایسی۔ دعوت دی جا رہی ہے حضرت مجددؒ کی طرف سے جو اپنے سلسلہ کے سرخیل بزرگ ہیں، پیغام پہنچا رہے ہیں اپنے پیرو مرشد، تو اس سب کے باوجود یہ کتنا عجیب ہے کہ حضرت! ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔ اسی لئے ان حضرات کو ایسی ایسی کیفیات ملتی تھیں کہ آج کا سالک ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ پاتا۔ ”الا ماشاء اللہ“

حضرت خواجہ ابو سعید خزارؒ کے خاندان میں آباؤ اجداد سے ایک خرقہ چلا آرہا تھا مشہور تھا کہ خاندان کے مشائخ نے اپنی توجہات کو اس میں شامل کیا ہوا ہے۔ کئی مرتبہ اس خرقہ کی برکت ظہور میں آئیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو ان کے پیرو مرشد نے جب اجازت و خلافت دی تو انہوں نے بھی ایک خرقہ عطا فرمایا۔ یہ دونوں خرقے حضرتؒ کے استعمال میں رہے۔ جب آپ پر مرض الموت کا غلبہ ہوا۔ تو آپ نے ایک غلام سے کہا کہ خرقہ لا کر میرے اوپر ڈال دو تاکہ میں اس کے فیوضات سے مستفیض ہوں۔ غلام نے پوچھا، حضرت! کونسا خرقہ؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کے خرقے کا بہت احترام ہے لیکن اس وقت میرے پیرو مرشد کا عطا کردہ خرقہ لاؤ۔ میں آخری وقت میں اپنے پیرو مرشد کے الوارات میں مستغرق ہو کر مرنا چاہتا ہوں۔

ادب 27 :- مرشد کا کلام دوسروں کے سامنے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں جس بات کے بارے میں یہ گمان ہو کہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالا ہے تو اسے ہرگز بیان نہ

کے۔ کیونکہ بعض باتیں صرف خواص کے لئے ہوتی ہیں۔

فائدہ :- سالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مرشد کی صحبت میں سنی ہوئی معرفت کی باتیں ہر خاص و عام کو سنانا پھرے۔ کچھ باتیں سمجھنے کے لئے استعداد کی ضرورت ہوتی ہے اگر استعداد نہ ہو تو ایسی باتیں فائدے کی بجائے نقصان دیتی ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے ”کلموا الناس علی قدر عقولہم“ [لوگوں سے انکی عقلوں کے مطابق بات کرو]

ادب 28 :- اگر کوئی مرتبہ یا منصب عنایت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قبول کرے، دل میں کوئی دنیوی خیال نہ آئے۔

فائدہ :- اگر مرشد کوئی منصب یا مرتبہ عطا کریں تو نعمت غیر مترقہ سمجھتے ہوئے جان و دل سے قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلیت نہیں قبولیت شرط ہے۔ وہ چاہے تو خاک سے افلاک تک پہنچائے۔ کس کی مجال ہے کہ ”اھو لاء من اللہ علیہم من ہیننا“ حضرت فضیل بن عیاضؒ کو رہزنیوں کے گروہ سے چٹا، ولیوں کا سردار بنا دیا۔ غلہ کو بے پرستی سے نکالا اور سیف اللہ کا تاج پہنا دیا۔ وہ اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو سب عیب ہنریں۔ مٹی بھر خاک قدموں کے نیچے آنے والی سے کہا ”اسی جاعل فی الارض خلیفۃ“ لطف الہی کا جھوٹا چٹا ہے تو مردود کو مقبول بننے اور خاک کو کیا بننے دیر نہیں لگتی۔ وہ چاہتا ہے تو کتے کو ولیوں کی صف میں بٹھا کر قرآن میں اس کے تذکرے کر دیتا ہے۔ اور ”کلبہم باسط“ کے الفاظ کہہ کر مرتبہ یوحنا دیتا ہے کبھی یحنا رحمت جوش میں آتا ہے تو مطلوب خود طالب کو کھینچتا ہے پھر محروم رہنے کا کیا سوال۔ پھر تو مٹی بھی سونا بن جاتی ہے رہی بات یہ کہ سالک سوچے میں اس قاتل نہیں قاتل تو مرتے وقت تک نہیں ہوں گے۔ جس نے سوچا میں اب اس قاتل ہو گیا ہوں یعنی اس کی ناقابلیت کی دلیل ہے۔

ادب 29 :- اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شیخ کی طرف بغرض بیعت رجوع نہ کرے تاکہ سلطنت ہندی کی دولت سے مالا مال ہو۔

فائدہ :- سالک کو اپنے مرشد کے علاوہ دوسرے مشائخ سے استفادہ کرنے کی درج ذیل صورتیں پیش آسکتی ہیں۔

1۔ بیعت کا تعلق ایک شیخ سے تھا مگر روزگار یا تعلیم کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک جانا پڑا۔ وہیں کا ماحول انتہائی خراب، شیخ سے رابطہ مشکل مگر اپنے ہی سلسلہ کے کسی مقامی بزرگ کی صحبت میسر ہے تو ایسی صورت میں اپنے مرشد کی اجازت سے اس مقامی بزرگ کو پیر بنالے۔ پہلے والے شیخ پیر طریقت ہوں گے۔ دوسرے پیر تعلیم، ایک وقت میں دو شیوخ سے تعلق کتب میں منقول ہے۔

2۔ مرشد سے بیعت کا تعلق تو بہت مرے رہا مگر فائدہ نہیں ہوا تو ان کا ادب و احترام دل میں رکھتے ہوئے ان کی اجازت سے کسی دوسری جگہ بیعت کر لے، مقصود تو اصلاح ہے۔

3۔ اپنے شیخ کے اکابرین میں سے کوئی بزرگ بقید حیات ہوں اور دل ان سے بیعت برکت کیلئے آمادہ ہو۔ تو شیخ کی اجازت سے بیعت برکت کر سکتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالملک صدیقیؒ نے حضرت مرشد عالمؒ کو اسباق طے کروائے۔ اور مزید توجہات کے لئے اپنے پیر خانے مسکین پور شریف بمبھا۔ حضرت سید فضل علی قریشیؒ نے کئی دن توجہات دیں پھر اجازت و خلافت دی اور بیعت کیا یہ بیعت ثانی اپنے پیر مرشد کی رضا و خوشنودی سے ہوئی۔

ادب 30 :- جب مرشد اس دار فانی سے رحلت فرما جائے۔ تو اسکے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرے تاکہ تعلق روحانی باقی رہے۔

فائدہ :- سالک کا ایک ایک اسی ہستی کے اسباب میں ڈوبا ہوتا ہے جو وصول الی اللہ کا ذریعہ بنے۔ اگر وہ وقت پا جائے تو ایصالِ ثواب کو یوں سمجھیں جیسے روزانہ تحفہ بھیج رہے ہوں۔ قرآن مجید پڑھ کر، نوافل پڑھ کر، صدقہ و خیرات کر کے، ذکر و مراقبہ کر کے درود پاک و استغفار کر کے تسبیح پڑھ کر، نقلی روزہ رکھ کے، مساجد و مدارس بنوا کر اپنے مرشد کو ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ فرض اور واجب کے علاوہ ہر فعل عبادت کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج کا بدل ہو سکتا ہے ان کی روح کو آسمان میں خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ کسی کی طرف سے حج کرنے کا بدلہ جو شخص اللہ کے نزدیک صالح فرمان شمار ہوتا ہے۔

باب 7

حلقہ ہوں کا قیام

انسان کی ظاہری آنکھ کی بیٹائی کو بصارت کہتے ہیں اور باطنی آنکھ کی بیٹائی کو بصیرت کہتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے سے انسان کی بصیرت چھن جاتی ہے اور دل اندھا ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”فانہا لا تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب التي في الصدور“

[یک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں]

امام نسفیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”ای فماعمیت ابصارهم عن الابصار بل قلوبهم عن الاعتبار“
ولکل انسان اربع اعین۔ عینان فی الرؤس وعینان فی القلب۔ فاذا
ابصر ما فی القلب وعمی ما فی الرأس لم یضره۔ وان ابصر ما فی الرأس
وعمی ما فی القلب لم ینفعه“

(تفسیر نسفی جلد دوم صفحہ 1079 آیت 46)

[ہیں ان کی آنکھیں دیکھنے سے اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل عبرت حاصل کرنے سے اندھے ہوئے اور ہر
انسان کی چار آنکھیں ہیں۔ دو سر میں اور دو دل میں۔ جب دل کی آنکھیں بٹا ہوں تو سر کی آنکھوں کا اندھا
ہن نقصان دہ نہیں اور اگر سر کی آنکھیں بٹا ہوں تو دل کی اندھی ہوں تو یہ نقصان دہ ہے]

سچ ہے کہ دل اندھا ہو تو چند ار آنکھیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ بقول مخفی

۔ دل بٹا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

ذکر اللہ ایسا تریاق ہے جو اندھے دلوں کو دیکھا بلکہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتها قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون“ (سورۃ الحج: آیت نمبر 17)

[جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد، حقیق ہم نے بیان کر دی ہیں تمہارے لئے نشانیاں تاکہ تم سمجھو]
اس آیت کی تفسیر میں امام نسفیؒ لکھتے ہیں۔

”قيل هذا تمثيل لاثرا الذکرفی القلوب وانه یحییها کما یحیی الغیث الارض“ (تفسیر نسفی جلد 3 صفحہ 1761)

[کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ایک تمثیل بیان کی جا رہی ہے کہ ذکر کا دل پر اثر ہوتا ہے اور ذکر سے دل اسی طرح زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح بارش کے پانی سے زمین زندہ ہو جاتی ہے]

وہ جگہیں جہاں خوابیدہ دلوں کو جگانے کے لئے یعنی اندھے دلوں کو دیکھا کرنے کے لئے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کے لئے ذکر اللہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خائف ہیں کہلاتی ہیں، کتب و سنت سے ان خائفہوں کے قیام کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر 1:- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکرفیہا اسمہ یسبح له فیہا بالحدود والاصال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ“

(سورۃ نور آیت 37)

❦۔۔۔ اس آیت کا ربط، قبل آیت سے بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں۔

”اب آگے یہ بتاتے ہیں کہ وہ اہل ہدایت کون لوگ ہیں اور نور ہدایت یعنی کہ وہ روشنی

کہاں ملتی ہے؟ سو بتلاتے ہیں کہ روشنی مسجدوں اور خانقاہوں میں ملتی ہے جہاں صبح و شام اللہ کا ذکر ہوتا ہے" (معارف القرآن جلد 5- صفحہ 132)

❖ — چند طور کے بعد لکھتے ہیں۔

"وینذکرفیہا اسمہ" [ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے] اس میں تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن پاک اور دیگر اذکار سب داخل ہیں۔ ان گھروں سے مسجدیں اور خانقاہیں مراد ہیں" (معارف القرآن جلد 5 صفحہ 132)

دلیل نمبر 2 :- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض" (سورۃ بقرہ: آیت 273)

مفسرین اس آیت کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الذین احصروا فی سبیل اللہ" ہوالذین احصرہم الجہاد فمنعہم من التصرف، لا یستطیعون، لاشتغالہم بہ، ضربا فی الارض، للکسب وقیل ہم اصحاب الصفۃ" (تفسیر نفی جلد اول صفحہ 190)

❖ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"احصروا فی سبیل اللہ" جیسا کہ آنحضرتؐ سے تعلیم پانے اور شب و روز یاد الہی میں بہت سے صحابی گمراہ چھوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہے، جن کے فیض نے آنحضرتؐ کے بعد تمام عالم کو منور کیا۔ (تفسیر حقانی جلد دوم صفحہ 18)

❖ — حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ:

"احصروا فی سبیل اللہ" جو خدا کی راہ میں مقید اور پابند ہیں یعنی دین کی خدمت اور علوم ظاہری اور باطنی کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ قرآن کریم حفظ کرتے ہیں اور علم دین سیکھتے ہیں اور ظاہری اور باطنی دشمنوں کے جلا میں لگے ہوئے ہیں۔ ظاہری دشمن سے کفار مراد ہیں اور باطنی دشمن سے نفس اللذہ مراد ہے۔ جس طرح کافروں کی گردن کٹی کیلئے جہاد و قتل بزرگ ترین عبادت

ہے اسی طرح نفس کشی کیلئے مجاہدات اور ریاضات بھی عظیم ترین عبادت ہے۔ حدیث میں ہے
 "المجاهد من جاهد نفسه" (معارف القرآن جلد اول صفحہ 412)

☆ — حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں۔

"احصروا فی سبیل اللہ" (ان فقرا کے لئے جن کو راہ خدا میں روک دیا گیا ہے۔
 یعنی ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل یا جہاد میں مشغول ہیں)۔ (تفسیر مظہری جلد دوم صفحہ 77)
 ☆ — سید امیر علی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"عرائس میں کہا کہ "قوله للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ" اس میں
 ایسے لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی مجلس مراقبہ میں اپنے نفسوں کو روک دکھا
 ہے۔ "لا یستطیعون ضربا فی الارض" یعنی اپنی معاش و خراج ضروریہ تلاش کرنے
 کے واسطے اپنی مجالس مراقبہ سے جدا نہیں ہوتے ہیں۔ اس جہت سے کہ ان پر حال کا زور ہے اور
 ذکر الہی ان پر غالب ہے اور اپنے مولیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں اور محبت ان پر شدت سے
 اور عشق کثرت سے طاری ہے کہ ان کو کمائی میں مشقت کی استطاعت نہیں رہی۔"
 (مواہب الرحمن جلد اول صفحہ 90)

دلیل نمبر 3 :- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدون
 وجهہ ولا تعد عینک عنهم تربد زینۃ الدنیا ولا تطع من
 اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع هواہ وکان امرہ فیرطاً"

(سورۃ کہف: آیت 28)

[آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ متعین رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض
 اسکی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں اور دنیا کی زندگی کی روشنی کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے
 نہ ہٹنے پائیں۔ اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ
 اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ چکا ہے]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اصحاب صفہ جیسے درویشان اسلام اور اہل خرقہ یعنی گدڑی اور کمبل پوشوں کی مجالست، مدارات اور خاطر داری کا حکم دیتے ہیں یہ درویشان اسلام صبح و شام اللہ کے ذکر اور دعائیں مشغول ہیں اور ہمارے غفلت بندے ہیں اور اصحاب کف کا نمونہ ہیں۔

☆ — طبرانی شریف کی روایت ہے۔

”عن عبد الرحمن بن سہل ابن حنیف“ قال نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو فی بعض اہیاتہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی۔ فخرج یتلمسہم فوجد قومًا یدکرون اللہ فیہم نائرا لراس وجاف الجلد وذو الشوب الواحد فلما رآہم جلس وقال الحمد للہ الذی جعل فی امتی من امرئ ان اصبر نفسی معہم“ (اخرجہ ابن جریر والطبرانی وابن مریۃ کذا فی الدر)

[حضرت عبدالرحمن بن سہلؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ دولت کدہ میں تھے کہ آیت ”واصبر نفسک“ نازل ہوئی۔ حضورؐ اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور شک کمالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو انکے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے انکے پاس بیٹھنے کا حکم ہے]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا ”تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے رفیق اور ساتھی تم ہی لوگ ہو۔“ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا میں نے دیکھا کہ رحمت الہی تم لوگوں پر اتار رہی ہے تو میرا بھی جی چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ خانقاہیں قائم کی جائیں جہاں سالکین اسی طرح بیٹھ کر ذکر کر سکیں جس طرح اصحاب صفہ کیا کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

”وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفة
فرأى فقرهم وجهدهم وطيب قلوبهم فقال ابشروا يا اصحاب
الصفة فمن بقى من امتى على النعمة الذى انتم عليه راضيا
بمأفيه فانه من رفقائى فى الجنة“ (کشف المحجوب)

[ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اصحاب صفہ پر تشریف لائے آپ نے ان کے فقر اور مشقت کو محسوس کیا تو فرمایا اے اہل صفہ خوش ہو جاؤ جو شخص میری امت میں سے تمہاری صفت پر رہنا پسند کرے گا وہ بہشت میں میرا ساتھی ہوگا]

خاتما ہوں میں رہ کر اصحاب صفہ کی طرز پر زندگی گزارنے والے ”الذین یذکرون
اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم“ پر عمل پیرا ہونے والے اور ”واذکر اسم
ربک وتبتل الیہ تبیتلا“ کا مصداق بننے والے ذاکرین کے لئے مبارک باد ہے۔
درحقیقت قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہ کی رحمت اور رؤف کے متوجہ کرنے میں خاص
دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں
سب حجاج بیک حل ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں اسی لئے مشائخ کو حکم دیا
گیا کہ وہ ایسے طالبین کے ساتھ بیٹھنے میں کوتاہی نہ کریں۔ حضرت کاندھلوی ”آیت کریمہ
”واصبر نفسک“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”عالم شریعت اور شیخ طریقت پر لازم ہے کہ فقراء کی صحبت اور مجالست کو نعمت سمجھے اور
اپنی مجلس کو عام رکھے“ (معارف القرآن جلد 4۔ صفحہ 412)

پس ثابت ہوا کہ خاتما ہوں کے قیام کا مقصد انہی احکام پر عمل پیرا ہونا ہے۔

۔ خوشا مسجد و مدرسہ خاتما ہے کہ در وے بود قیل و قال محمد

احادیث سے ولائ

دلیل نمبر 1:- ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔

”عن ابی ہریرۃ و ابی سعید انہما شہدا علی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم انه قال لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتهم الملائکۃ وغشیتهم الرحمة ونزلت علیہم السکینۃ و ذکرہم اللہ فیمن عنده" (اخرجہ احمد و مسلم و الترمذی)

[حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گیر لیتے ہیں۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں (غافر کے طور پر) فرماتے ہیں]

دلیل نمبر 2 :- ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔

"عن انس: عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من قوم اجتمعوا ینذکرون اللہ لایریدون بذلک الا وجہہ الانا داہم مناد من السماء ان قوموا مغفوراً لکم قد بدلت سیاتکم حسنات"

(رواہ احمد و الطبرانی)

[حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ نڈا کرنا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں]

خافضی ماحول میں رہنے والے لوگوں کے لئے یہ حدیث عظیم خوشخبری ہے۔

دلیل نمبر 3 :- ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔

"عن ابی الدرداء: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیمۃ فی وجوہہم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطہم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء فقال اعرابی حلہم لنا نعرفہم قال ہم المتحابون فی اللہ من قبائل شتلی وبلاد شتلی یجتمعون علی ذکر اللہ ینذکرونہ" (اخرجہ الطبرانی بائنا حسن)

[حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چروں پر نور چمکتا ہوگا۔ وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں اور خانہ انوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں] شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

”آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے برا بھلا کہہ لیں، کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی۔ کہ یہ بورپوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے۔ جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے۔“ (فضائل ذکر صفحہ 34)

”فسوف تری اذا انكشف الغبار

افرس تحت رجلک او حمار

[عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ آپ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر]

عقلی دلیل:- اگر دنیا میں طب جسمانی کی تعلیم نہ ہو اور نہ کوئی اس کی درسگاہ ہو تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دنیا جسمانی بیماریوں سے پر ہو جائے گی اور کوئی طیب اور معالج نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر طب روحانی کی کوئی درسگاہ نہ ہو تو دنیا روحانی مریضوں یعنی کفر، الحاد اور معصیت والے لوگوں سے بھر جائے گی۔ خانقاہیں ان ہی روحانی امراض کے شفاخانے ہیں۔ ان شفاخانوں سے دوائے دل ملتی ہے دل کی بیماریوں کا علاج ہی تمام پریشانیوں کا حل ہے۔

بقول شخصے۔

۔ دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

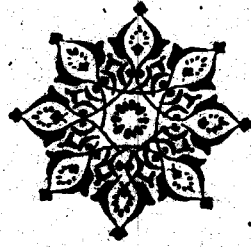
کہ یہی ہے استوں کے مرض کسن کا چارہ

ری یہ بات کہ کوئی شخص کفر و معصیت کو بیماری ہی نہ سمجھتا ہو تو اس سے ہمارا خطاب نہیں۔ ایسے شخص کے لئے دفتروں کے دفتربیکار ہیں۔

ان اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے آج کے ظلمت و معصیت کے دور میں بھی صحیح خانقاہی نظام کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

”اللہم ثبتنا علی طریقہم وارزقنا من برکتہم و احشرنا فی زمرةم“

[اے اللہ! ہمیں ان کے طریقہ پر ثابت قدم رکھیں۔ اور ان کی برکات سے ہمیں نوازیں۔ اور ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائے]



باب 8

اعتقادات

اعتقادات برائے مریدین

(1) — مسئلہ:۔ اہل اللہ کی شان گھٹانا ان میں نقص نکالنا اور آداب نہ بجالانا حرام ہے۔
 فائدہ:۔ جو حضرات تقویٰ و طہارت اور ذکر و عبادت کی بنا پر قرب کی منزلیں طے کر کے مقبولین بارگاہ الہی میں شامل ہو جاتے ہیں وہ باخدا حضرات اولیاء اللہ یا اہل اللہ کہلاتے ہیں۔ ان حضرات کو راحت پہنچانا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا اور ان حضرات کو ایذا پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔ اہل اللہ کے آداب کی رعایت کرنا اور ان سے عقیدت و محبت سے پیش آنے کی تین دلیلیں دی جاتی ہیں۔

☆ — مفسرین نے شعائر اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ، کلام اللہ، بیت اللہ جہاں شعائر اللہ میں شامل ہیں وہاں کاملین اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہوتے ہیں بلکہ ان کاملین کے جہاں قدم لگ جاتے ہیں وہ جگہیں بھی شعائر اللہ میں شامل ہو جاتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”ان الصفا والنسرة من شعائر اللہ“ (البقرة: آیت 157)

[بیشک صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں]

حالانکہ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں تو اس وقت سے موجود ہیں جب سے دنیا بنی۔ مگر یہ شعائر اللہ میں تب شمار کی گئیں جب ایک نیک بندی ہاجرہ صابرة کے قدم مہمنت لزوم ان پر لگے۔ معلوم ہوا کہ کاملین مقبولین کے جہاں قدم پڑ جائیں وہ جگہیں شعائر اللہ بن جاتی ہیں تو خود یہ

ہستیاں تو بدرجہ اولیٰ شعار اللہ ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَمَنْ يَعِظْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَانْهَاهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“ (الحج: آیت 32)

[اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے یہ اس کے دل کے تقویٰ کی بنا پر ہے]

لہذا اہل اللہ کی تعظیم کرنا اور آداب کی رعایت کرنا حکم الہی ہے

☆ — حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو بندہ نوافل کے ذریعے قرب الہی حاصل کر لیتا ہے تو ایسی

کیفیت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ”کُنْتُ سَمِعُهُ الَّذِي

يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَرَجُلُهُ الَّذِي يَمْشِي بِهِ“ [میں اس کے

کلن بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا

ہوں جن سے وہ چلتا ہے]

جن حضرات کی شان میں اللہ رب العزت یوں ارشاد فرماتے ہوں ان کی عزت کرنا اللہ

تعالیٰ کے احکام کی عزت کرنا ہے۔

☆ — اہل اللہ کی شان میں نقص نکالنا ناپسندیدہ فعل ہے اور ان کو ایذا پہنچانا قبیح عمل ہے۔

حدیث قدسی میں ہے۔

”مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتَهُ بِالْحَرْبِ“

[جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے]

پس اولیاء اللہ کو ایذا پہنچانا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ

کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو پکڑیاں سر سے اتر جاتی ہیں، دوپٹے اچھل جاتے ہیں، انسان گھر بیٹھے

بٹائے ذلیل و خوار ہو کر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ ”اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ“

وہ ملائے خشک و ٹاہنوار جو اہل اللہ کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں اور جنہیں بدگمانی اور بدزبانی

سے فرصت نہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ایسی توحید کہ ادب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے

یا ایسا ادب کہ توحید کا دامن چھوٹ جائے، افراط و تفریط میں داخل ہے۔ موجد ہونے کے ساتھ

ساتھ مودب ہونا ہی کمال کی دلیل ہے۔

(2) — مسئلہ: اہل اللہ کی شانِ حد سے بڑھانا بھی گناہ ہے۔

فائدہ: بعض لوگ مشائخ کے ادب و احترام میں اتنا غلو کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ان کو تعظیم سجدہ کرتے ہیں یہ عمل حرام ہے اور شرک میں داخل ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے غلبہ محبت میں اپنے پیغمبروں کو اللہ کا بیٹا بنالیا تھا جس کی قباحت و شاعت پر قرآن پاک میں جابجا سرنگائی گئی ہے۔ بعض لوگ اپنے پیر کو چھوٹا سا خدا بنا لیتے ہیں اور اسے نفع نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا۔

”یا غلام انی اعلمک کلمات۔ احفظ اللہ بحفظک۔ احفظ اللہ تجده تجاهک اذا سئلت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبه اللہ لکم وان اجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشئی قد کتبه اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف“

[اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ حق تعالیٰ (کے حقوق کا) خیال رکھو، حق تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے۔ حق تعالیٰ دوز میں دھیان رکھو پھر ہر وقت حق تعالیٰ کو سامنے پاؤ گے، جب کوئی شے مانگو تو اللہ سے مانگو، جب امداد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے، اور جان لو کہ اگر ساری مخلوق تمہیں نفع پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو وہ صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہے اور اگر وہ تمہارے نقصان پر مجتمع ہو جائیں تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس قدر جتنا تمہارے لئے لکھا گیا ہے قلم لکھ کر خشک ہو چکا اور دفتر سمیٹ دیئے گئے]

اہل اللہ کی شانِ حد سے بڑھانے سے متعلق ایک مثال سے وضاحت کرنا مناسب ہے۔ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میرے والد صاحب کی خدمت کرو، ان کا خیال رکھا کرو۔ اب وہ بیوی جس قدر والد صاحب کی خدمت کرے گی خلوند خوش ہو گا۔ لیکن بیوی خدمت کرتے کرتے اس سے وہی معاملہ کرنے لگے جو بیوی خلوند سے کرتی ہے تو یہ بات خلوند کو کبھی

کو ارا نہ ہوگی۔ خلوند بیوی کے اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا ادب کرنے کا حکم دیا مگر اسکی حدود و قیود ہیں۔ اگر ایک آدمی ان اولیاء کی شان حد سے بڑھائے گا تو سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے۔

(3) — مسئلہ: — وہ طریقت جسے شریعت رد کرے، زندقہ اور الحاد ہے۔

فائدہ: — شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھنا جائز نہیں۔ درحقیقت طریقت شریعت کی لونڈی ہے۔ بعض جاہل پیر اپنے برے اعمال پر پردہ ڈالنے کے لئے شریعت اور طریقت کو جدا جدا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں اپنے متعلقین کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض نماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں ”تمناؤ بیچ ویلے ساڈی ہرویلے“

[تمہاری پانچ وقت نماز ہے ہماری ہر وقت نماز ہے]

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے کہا گیا کہ بعض جاہل صوفیوں کی جماعت کہتی ہے۔

”نحن وصلنا فلا حاجة لنا الى الصلوة والصيام“

[ہم تو واصل ہو گئے اب ہمیں روزہ نماز کی حاجت نہیں]

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا:

”صدقوا في الوصول ولكن الى سقر“

[سچ کہتے ہیں واصل ہو گئے مگر جہنم میں]

(4) — مسئلہ: — اولیاء اللہ کو بعض باتیں خلاف عادت کشف اور الہام سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

فائدہ: — اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کو علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ علم غیب فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ”وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو“ (الانعام: آیت 59)

[اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا]

البتہ ”انباء الغيب“ [غیب کی خبریں] اللہ تعالیٰ جب چاہے، جسے چاہے اپنے انبیاء اور اولیاء کو معلوم کروا دیتے ہیں یہ سمجھنا کہ پیر کو ہر وقت ہر بات کا پتہ ہوتا ہے صریح گمراہی ہے۔ آج جمالت کی انتہا ہو چکی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر خانے کی بلیاں بھی غیب جانتی ہیں۔

حالانکہ جن حضرات کو کشف القلوب نصیب ہوتا ہے انہیں بھی ہر وقت ہر بات نہیں کھلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے پردے ہٹا دیتا ہے۔ مزید برآں ضروری نہیں کہ کشف ہمیشہ صحیح ہو بلکہ ان میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک مرتبہ اپنے خلوام کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ اس نے سوال پوچھا ”حضرت کشف انبیاء کو بھی ہوتا ہے مگر بالکل ٹھیک“ کشف اولیاء کو بھی ہوتا ہے کبھی ٹھیک کبھی غلط۔ ایسا کیوں ہے؟“ حضرت ”جس طرف چل رہے تھے اسی طرف سامنے ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ وہ مکان ہم سے کتنے قدم کے فاصلے پر ہوگا؟ اس نے کہا پندرہ قدم۔ جب چلے تو فاصلہ کم و بیش نکلا۔ قریب پہنچ کر حضرت نے ”پوچھا اب کتنا فاصلہ ہوگا؟“ اس نے کہا حضرت ”اب تو صرف چار قدم فاصلہ ہے جواب بالکل ٹھیک تھا۔ حضرت نے فرمایا ”یہی فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی ایک چیز دکھائی جاتی ہے مگر قریب سے۔ اولیاء کو چیز دکھائی جاتی ہے مگر دور سے۔ اس لئے انبیاء کے کشف یقینی ٹھیک ہوتے ہیں۔ جبکہ اولیاء کے کشف ظنی ہوتے ہیں کبھی ٹھیک کبھی غلط۔“

(5)۔ مسئلہ :- غیر اللہ کی عبادت حرام ہے ان سے مدد طلب کرنا جائز نہیں۔

فائدہ :- غیر اللہ کی عبادت کرنا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ (سورۃ محمد ﷺ: آیت 19)

[جان لو کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے]

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے جو باقتل معافی جرم ہے فرمایا

”كَيْفَ لَا يَغْفِرَ الْإِنْسَانُ لِمَنْ يَشْرِكْ بِهِ وَيَغْفِرْ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“

(النساء: آیت 48)

[اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا جس نے شرک کیا اسکے علاوہ جو چاہے گا معاف کر دے گا]

حضرت حسن بھریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے توحید ایک دھوین سے سیکھی۔ کسی نے پوچھا

حضرت! وہ کیسے؟ فرمایا کہ ایک دن میں چھت پر بیٹھا عبادت میں مشغول تھا کہ ہمسائے میں رہنے

والے دھوین اور دھوین میں بحث ہو رہی تھی۔ دھوین دوسری شادی کرنا چاہتا تھا جس کے جواب میں

دھون کہہ رہی تھی ”میں نے تمہاری خاطر اس گھر میں تنگی برداشت کی، سختی برداشت کی، کھانے کو ملا تو کھالیا ورنہ صبر کیا۔ ہر تکلیف میں نے برداشت کر لی اور تمہاری خاطر میں اس سے بھی زیادہ تکلیف برداشت کر سکتی ہوں لیکن اگر میری محبت میں کسی اور کو شریک کر دوں تو یہ میں بھی برداشت نہیں کروں گی“ حضرت حسن بصریؒ فرماتے لگے جب میں نے قرآن میں نظر ڈالی تو یہی آیت سامنے آئی ”ان الله لا يغفران بشركك به“

ایک بزرگ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے توحید ایک عورت سے سیکھی کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمایا ”ایک مرتبہ ایک عورت مسئلہ دریافت کرنے آئی اور کہنے لگی کہ مجھے لکھ کر دیں کہ میرا خاوند دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ جب شریعت نے ایک سے زیادہ کی ممانعت رکھی ہے تو میں کیسے لکھ کر دے سکتا ہوں۔ وہ بڑی دیر اصرار کرتی رہی میں انکار کرتا رہا۔ بالآخر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا ”حضرت! شریعت کا حکم مانع ہے۔ ورنہ میں اگر اپنا چہرہ آپ کے سامنے کھولتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس شخص کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اسے دوسری بیوی کرنے کی اجازت نہیں۔“ یہ کہہ کر وہ عورت تو چلی گئی لیکن مجھے توحید سکھائی۔ میں حیران ہوا کہ اگر ایک عورت کو اپنے عارضی حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ جو مالک الملک اور احکم الحاکمین ہیں وہ کیسے پسند کریں گے کہ اس کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔

غیر سے مد مانگنا جائز نہیں اسی لئے دن میں کئی مرتبہ ”ایاک نعبد و ایاک نستعین“ [تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مد مانگتے ہیں] کا قرار لیا گیا۔ ”الیس اللہ بکاف عبده“ (سورۃ الزمرہ: آیت 36) [کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں] ایمان والوں کو چاہئے کہ ڈکے کی چوٹ کما کریں۔

”حسن اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر“

[اللہ ہمیں کافی ہے اور کتنا بہترین کارساز ہے کتنا اچھا مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے]

(6) — مسئلہ :- قبروں کو سجدہ کرنا، ماتھا ٹیکنا یا قبروں کا طواف کرنا شرک ہے۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ نے چرندوں، پرندوں، درندوں وغیرہ جانوروں کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ انہیں غذا کھانے کے لئے سر جھکانا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ غذا خود بخود اس کے ہاتھوں کے ذریعے منہ تک پہنچتی ہے اسے سر جھکانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ اسلئے کیا کہ جو پیشانی میرے سامنے جھکنے کے لئے بنائی گئی وہ غیر کے سامنے نہ جھکے۔ اس لئے غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا شریعت محمدیہ میں منع کیا گیا۔ قبروں کو سجدہ کرنا، ماتھا ٹیکنا بھی اسی لئے منع ہے۔ بعض لوگ مزاروں کی جالیوں کو چومنے میں یہ ناجائز ہے۔ سیدنا عمر بن الخطابؓ ایک مرتبہ طواف کرنے کے بعد حجر اسودؑ کو چومنے لگے تو فرمایا کہ اے حجر اسودؑ تو ایک پتھر ہے میں تجھے اس لئے بوسہ دے رہا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے تجھے بوسہ دیا۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو اس طرح بیان کیا۔

ترے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسودؑ پر
وگر نہ کام کیا تھا ہم مسلمانوں کو پتھر سے

(7) — مسئلہ :- بزرگوں کے واسطے سے دعا مانگنا جائز ہے۔

فائدہ :- دعا ان الفاظ سے مانگنی چاہئے۔ مثلاً الہی! خواجہ غلام حبیبؒ کے طفیل میری فلاں حاجت پوری فرما۔ یوں بھی دعا کی جاسکتی ہے الہی! حضرت خواجہ غلام حبیبؒ آپ کے مقبول بندے ہیں مجھے ان سے محبت ہے اس محبت کے صدقے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ توسل جائز ہے تعبد جائز نہیں۔ عوام الناس کا یہ حال ہے کہ شرک کو بھی توسل سمجھتے ہیں جبکہ علمائے شنگ کا یہ حال کہ توسل کو بھی شرک سمجھتے ہیں حقیقت تو اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر ہی سمجھ آتی ہے۔

(8) — مسئلہ :- زندہ یا فوت شدہ اولیاء سے دعا (مراد) مانگنا جائز نہیں۔

فائدہ :- مرادیں فقط اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہئیں۔ بعض لوگ مزاروں پر جا کر بیٹے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ”سلاوی تلوے اگے تلوای رب اگے“ [ہماری تمہارے سامنے اور تمہاری اللہ کے سامنے] بعض جملاء نے تو گھروں میں اپنے پیر کی تصویر لگائی ہوتی ہے اور صبح سویرے اٹھ کر

انکے سامنے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”بیاجی تلو ای دنا کھاندے آں“ [ہم آپ ہی کا دیا کھا رہے ہیں] ایسے جملہ کے متعلق فرمایا گیا۔ واذا مخاطبہم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان: آیت 63)

[اور جب ان سے جابل مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام سلام]

(9) — مسئلہ: — ولی خواہ کتنا ہی بڑھ جائے کسی نبیؐ کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ: — ولایت کسی چیز ہے یعنی ریاضت سے حاصل کی جاسکتی ہے جبکہ نبوت وہی اور عطائی چیز ہے۔ محبوب کی عطا اپنی کمائی سے افضل ہوتی ہے پس نبوت افضل ہے ولایت سے چاہے اس نبیؐ کی اپنی ولایت ہی کیوں نہ ہو۔

(10) — مسئلہ: — کوئی ولی شرع کے کاموں سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ سوائے مجذوب کے کہ اس سے عقل لے لی جاتی ہے۔

فائدہ: — ولایت کی منزلوں میں کوئی بھی ایسا مقام نہیں آتا کہ انسان بجا ہی ہوش و حواس شرع شریف کے حکموں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ خود نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ”واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین“ (الحجۃ: آیت 99) [آپ رب کی عبادت کیجئے حتیٰ کہ موت آجائے] آج تو ایسا وقت ہے کہ آدھا ننگا آدھا ولی پورا ننگا پورا ولی کہلاتا ہے۔ بعض جابل پیر تو اپنے مریدوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ ہم بے عمل ہی سہی مگر قیامت کے دن تمہیں بخشوائیں گے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ پیشاب اگرچہ ناپاک ہوتا ہے مگر آگ کو بجھا رہتا ہے یہ بھول جاتے ہیں کہ جب خود ہی بد عملی کی وجہ سے ذنجیروں میں باندھ کر پیش کئے جائیں گے تو اوروں کو کیا بخشوائیں گے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جنگل میں بیٹھے مراقبہ کر رہے تھے کہ ایک روشنی ظاہر ہوئی۔ آواز آئی کہ ہم تمہاری عبادت سے خوش ہیں، ہم نے تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا، اب تم عمل کرو یا نہ کرو تمہارے لئے برابر ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ یہ حکم ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے حضرات کے لئے نہ اترا میرے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔ ہونہ ہو یہ شیطان ہے چنانچہ آپ نے پڑھا ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ یہ

سنتے ہی شیطان بھاگا مگر جاتے جاتے دوسرا وار کر گیا کہنے لگا کہ عبدالقادر جیلانی! میں نے اس فریب سے کئی لوگوں کو بٹکایا مگر تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا۔ حضرت نے فوراً ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ پڑھا اور کہا مروود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچا ہوں۔ جب اتنے بڑے کامل شیخ بھی شیطان کے وار سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تو پھر کوئی کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کہ مجھ سے شریعت کی پابندی اٹھائی گئی۔ رہی بات مہذب کی تو وہ مثل دیوانہ کے ہے اس سے تو قلم اٹھالی جاتی ہے مگر عام لوگوں کو شریعت منع کرتی ہے کہ دیوانوں اور مہذبوں کی اتباع نہ کریں۔ لہذا مہذبوں کے پیچھے لگنے والے حضرات کو سوچنا چاہئے کہ دنیا داری میں کسی پاگل کے پیچھے لگ کر منزل پہ نہیں پہنچ سکتے تو پھر آخرت والے راستے پر مہذب کے پیچھے لگ کر منزل پہ کیسے پہنچیں گے۔

ع ایں خیال است و محل است و جنوں

(11) — مسئلہ: — انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اولیاء گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔

(12) — مسئلہ: — صحابہ کرام امت کے تمام اولیاء سے افضل ہیں۔

قائدہ: — یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی جتنی ہوئی جماعت تھی جن کے بارے میں فرمایا گیا ”والزمہم کلمۃ التقویٰ و کانوا احق بہا و اہلہا“ (الف: آیت 26) اور ان کو مضبوط کیا تعزلی کی بات پر اور وہ اسی کے مستحق اور اسی کے اہل تھے [اسی جماعت کے متعلق فرمایا گیا ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ (البقرہ: آیت 8) ”اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے“]

☆ — اسی جماعت کی کتابیں تورات اور انجیل میں تھیں۔ ”ذلک مصلہم فی العورۃ و مصلہم فی الانجیل“ (الف: آیت 29) [ان کی کتابیں تھیں تورات میں اور انجیل میں]

☆ — اسی جماعت کو یہ شرف نصیب تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ نماز میں ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے تھے۔ تو وہ اس کے جواب میں ”ربنا لک الحمد“ کہا کرتے تھے۔

☆ — اسی جماعت کے متعلق جب کفار نے ”سفہاء“ کا لفظ استعمال کیا ”قالوا انؤمن“

کما آمن السفهاء" [کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لے آئیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لائے] تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الا انهم هم السفهاء" [جان لو کہ یہی خود بے وقوف ہیں] ☆ — اسی جماعت کی تعریف میں اللہ رب العزت نے فرمایا۔ "رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فمنہم من قضیٰ نحبہ ومنہم من ينتظرونا بدلوا تبديلا" (الاحزاب: آیت 23) [وہ بڑے جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد چ کر دکھایا ان میں سے وہ بھی ہیں جو قربانی دے چکے اور وہ بھی ہیں جو قربانی دینے کے لئے بکھریں اور وہ ذرہ برابر نہیں بدلے]

☆ — اسی جماعت کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "الصحابہ کلہم عدول" [صحابہ سب کے سب عدل والے ہیں]

☆ — اسی جماعت کے افراد کو خوشخبری ملی کہ "اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اقتدیتم" [میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدار کو گے ہدایت پاؤ گے]

(13) — مسئلہ: — مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں یہ عقیدہ رہے کہ ہر دو فریق حق پر تھے ان کی خطا دراصل خطائے اجتہادی تھی۔

فائدہ: — مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں حضرت امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان کے خون سے آلودہ نہیں ہونے دیا تو ہم اپنی زبانوں کو اس معاملے میں کیوں آلودہ کریں۔

بقول جناب عبدالستار نجم صاحب دامت برکاتہم:

صحابہؓ باہم جنگ بھی کریں تو وہ سعید ہیں

ادھر کے بھی شہید ہیں ادھر کے بھی شہید ہیں

☆ — نبی علیہ السلام کا فرمان ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیے۔

"اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوہم من بعدی غرضا فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم"

[میرے محابہ کے بارہ میں خدا سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت کرے گا وہ میری

وجہ سے محبت کرے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا]

(14)۔ مسئلہ:۔ بعض صوفیاء کا مقولہ ہے کہ پیر کا باطن ہر جگہ ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پیر ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرید جہاں کہیں بھی ہو پیر کی توجہات وہاں بھی اسے پہنچتی ہیں۔

(15)۔ مسئلہ:۔ کسی ولی کی کرامات اس کی فضیلت کی دلیل نہیں ہیں۔

فائدہ:۔ کرامت کہتے ہیں خلاف عادت بات پیش آنے کو اور اس کی تین وجوہات ہوتی ہیں۔

1۔ بعض اوقات کالمین سے کرامت کا صدور ہوتا ہے تاکہ عوام الناس میں ان کی قبولیت زیادہ ہو۔

2۔ بعض اوقات ولی سے کرامت کا صدور کسی کوتاہی کی بنا پر ہوتا ہے تاکہ سرزنش ہو۔ جو اولیاء چمپے ہوئے ہیں وہ کرامت کو اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح عوام الناس اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں۔

3۔ بعض اوقات کرامت ناقصین سے بھی ظاہر ہوتی ہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ہر ولی کو قرب الہی کے مدارج طے کرنے کے لئے چار قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔ ہر قدم کو سیر کہتے ہیں۔

☆ پہلا قدم:۔ سیر الی اللہ یا عروج بھی کہلاتا ہے۔ اس مقام میں ولی عالم خلق یا عالم اسباب سے عالم امر کی طرف جاتا ہے۔

☆ دوسرا قدم:۔ سیر فی اللہ یا فتا بھی کہلاتا ہے۔ اس مقام میں ولی کو ذات باری تعالیٰ اور اسکی صفات میں سیر نصیب ہوتی ہے۔

☆ تیسرا قدم:۔ سیر من اللہ یا نزول بھی کہلاتا ہے۔ اس مقام میں سالک عالم امر سے عالم اسباب کی طرف واپس ہوتا ہے۔

☆ چوتھا قدم:۔ سیر فی الاشیاء یا بقاء کہلاتا ہے۔ اس میں سالک کے قرب کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ عالم اسباب میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن اللہ کے

ساتھ ہوتا ہے۔

ایک ہمت ذہن نشین کرنے کے قتل ہے کہ جس سالک کا عروج جتنا کامل ہوگا اس کا نزول بھی اتنا ہی کامل ہوگا اور جب نزول کامل ہوگا تو ظاہری زندگی اسباب کے ماتحت ہوگی حتیٰ کہ ظاہری نظر سے عام آدمی اور اس ولی میں فرق کرنا مشکل ہوگا اس لئے کاملین حضرات عام لوگوں میں زندگی گزارتے ہیں مگر لوگ انہیں پہچان ہی نہیں سکتے۔ انبیاء علیہم السلام کا نزول چونکہ کامل ترین ہوتا ہے اسی لئے ان کی ظاہری زندگی بالکل عام سی نظر آتی ہے۔ لوگ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

”مال هذا الرسول يا كل الطعام ويمشي في الأسواق“ (الفرقان: آیت 7)

[یہ کیسے رسول ہیں کہ کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں]

سید الانبیاء کی ظاہری زندگی اتنی سادہ تھی کہ بعض اوقات لوگوں کیلئے پہچاننا مشکل ہوتا تھا بلکہ کفار تو یہاں تک کہتے تھے اھذا الذی بعث اللہ رسولاً۔ (الفرقان: آیت 16)

[کیا یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے]

ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ کے لوگ بھی نبی علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اور سیدنا صدیق اکبرؓ سے مصافحہ کرنے لگے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک اعرابی آیا تو نبی علیہ السلام صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے تھے وہ پہچان نہ سکا حتیٰ کہ پوچھتا پڑا کہ تم میں سے اللہ کا نبی کون ہے۔ کاملین چونکہ ظاہری طور پر اسباب میں زندگی گزارتے ہیں لہذا ”انا عند ظن عبدي ہی“ [میں بندے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے] کے اصول کے تحت ان کے ساتھ اسباب کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ پس ان سے کرامت کم صلور ہوتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت اللہ تعالیٰ کی جتنی ہوئی جماعت تھی مگر چونکہ سب کا عروج بھی کامل تھا۔ نزول بھی کامل تھا۔ لہذا ان سے کرامت اتنی کم صلور ہوئی ہیں کہ اولیاء امت کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ ان کے نقص کی دلیل نہیں بلکہ کمال کی دلیل ہے۔

دوسری یہ ہمت ذہن نشین کرنے کے قتل ہے کہ جس سالک کا عروج جتنا ناقص ہوگا اس کا نزول بھی اتنا ناقص ہوگا۔ جب نزول ناقص ہوگا تو کئی مرتبہ عالم اسباب سے اوپر ہی معاملہ اٹکا

رہے گا۔ جب مملکت عالمِ امر میں ہوگا تو اس کی نظرِ مافوقِ الاسباب یعنی اسباب سے اوپر ہی رہے گی۔ چنانچہ ”انا عند ظن عبیدی ہی“ [میں بندے کے ساتھ اس کے گمن کے مطابق معاملہ کرتا ہوں] کے اصول کے تحت اس سے ایسے کام سرزد ہوں گے۔ جو اسباب کے خلاف ہوں انہیں کرامت کہتے ہیں یہ نقص کی دلیل ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں تاکہ بات کی وضاحت ہو سکے۔

مثال نمبر 1:- حضرت حسن بصریؒ امت کے کامل اولیاء میں سے ہیں علمِ ظاہری و علمِ باطنی کے حامل اور اپنے ہم عصروں سے بازی لے جانے والوں میں سے ہیں۔ انہیں سیدنا علیؑ سے خلافت نصیب ہوئی اٹھارہ بدری صحابہؓ کی صحبت نصیب ہوئی۔ ان کا عروج کامل تھا نزول بھی کامل تھا لہذا ان کی ظاہری زندگی اسباب کے تحت تھی۔

☆ — حضرت حبیبؒ عجمیؒ حضرت حسن بصریؒ کے مرید ہیں ظاہری علم نہ تھا اور عروج و نزول بھی کامل نہ تھا۔ ان دونوں حضرات کے واقعات فور طلب ہیں۔

☆ — ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کو پولیس تلاش کر رہی تھی تاکہ انہیں سرکاری عہدہ پیش کیا جاسکے جسے وہ قبول نہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ بھاگتے بھاگتے حبیبؒ عجمیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں آکر چھپ گئے اور کہا کہ حبیبؒ! کسی کو نہ بتانا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں۔ اتنے میں پولیس والے آگئے انہوں نے حبیبؒ عجمیؒ سے پوچھا کہ حسن بصریؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں اس حجرے میں چھپے ہوئے ہیں ان کی باتیں حضرت حسن بصریؒ سن رہے تھے ان کے تو پاؤں کے نیچے کی زمین نکل گئی۔ پولیس والے حجرے میں داخل ہوئے مگر حسن بصریؒ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہوں سے اوچھل کر دیا۔ جب ادھر ادھر دیکھ کر پولیس والے چلے گئے تو حضرت حسن بصریؒ باہر نکلے اور فرمایا حبیبؒ عجمیؒ! پولیس والوں کو کیوں بتا دیا تھا کہ میں اندر ہوں۔ عرض کیا حضرت! وہ آپ کو کونسا دیکھ سکے۔ اب ظاہر میں حبیبؒ عجمیؒ کا مرتبہ بلند نظر آتا ہے درحقیقت حسن بصریؒ کی سوچ ماتحتِ الاسباب تھی اور حبیبؒ عجمیؒ کی سوچ مافوقِ الاسباب تھی۔

☆ — ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کل میں جا رہے تھے۔ ایک جگہ حبیبؒ عجمیؒ کی پوشتین

(جیکٹ) پڑی ہوئی دیکھی۔ حیران ہوئے کہ حبیب عجمی "پوشین یہاں چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ چنانچہ انتظار میں کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر بعد حبیب عجمی "واپس آگئے حسن بھری" نے پوچھا حبیب عجمی "یہ پوشین کس کے حوالے کر گئے تھے۔ عرض کیا، حضرت! اس کے حوالے کر گیا تھا جس نے آپ کو یہاں حفاظت پر کھڑا رکھا۔ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ حبیب عجمی کی سوچ مافوق الاسباب تھی جبکہ حضرت حسن بھری کی سوچ ماتحت الاسباب تھی۔

☆ — ایک مرتبہ حبیب عجمی "دریا سے پار جانا چاہتے تھے جب کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ حسن بھری بیٹھے ہیں پوچھا حضرت! کیسے بیٹھے ہیں؟ فرمایا، کشتی کے انتظار میں ہوں وہ آئے گی تو دریا پار کدوں گا۔ دونوں حضرات باتیں کرنے لگے کافی دیر باتیں کرنے کے بعد حضرت حبیب عجمی "عرض کرنے لگے اچھا حضرت! اجازت دیں میں جاتا ہوں۔ یہ کہا اور پانی پر چلتے ہوئے دریا پار کر گئے جب کہ حضرت حسن بھری "انتظار میں بیٹھے رہے کشتی آنے پر دریا پار کیا۔

اب تینوں واقعات سے ظاہر آیوں نظر آتا ہے کہ حبیب عجمی "بلند مرتبہ کامل بزرگ تھے جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی حسن بھری "پیر تھے حبیب عجمی "مرید تھے۔ حسن بھری "کمال تھے حبیب عجمی "ناقص تھے۔ حسن بھری "کی زندگی ماتحت الاسباب تھی حبیب عجمی "کی زندگی مافوق الاسباب تھی۔ حسن بھری "کی زندگی کو نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے زیادہ قرب اور مشابہت نصیب تھی جبکہ حبیب عجمی "کی زندگی کو کمال مشابہت نصیب نہ تھی۔ پس ثابت ہوا کہ خلاف علوت واقعات (کرامات) کا صادر ہونا کمال کی دلیل نہیں ہوتی۔

مثیل نمبر 2 :- ایک بزرگ کا بیٹا فوت ہوا۔ انہیں پروا ہی نہ ہوئی۔ کہنے لگے "جس کی امانت تھی اس نے واپس لے لی۔" دوسری طرف نبی علیہ السلام کے بیٹے فوت ہوئے تو نبی علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور فرما رہے ہیں۔ "القلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون" [دل ٹھکین ہے، آنکھ رو رہی ہے اور اے ابراہیم! میرے فراق میں ہم بہت ٹھکین ہیں] سید الانبیاء کی ظاہری زندگی چونکہ ماتحت الاسباب تھی لہذا آپ گریہ فرما رہے تھے۔ جبکہ اس ولی کا معاملہ ابھی راہ کے راہی والا تھا لہذا ان پر بیٹے کی جدائی کا صدمہ نہ تھا۔

مثال نمبر 3:- اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ ”واللہ یدعو الی دارالسلام“
(یونس: آیت 45)

[اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتی والے گھر کی طرف بلاتا ہے]

فرمان الہی کی بنا پر نبی علیہ السلام نے امت کو تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگا کریں اور جہنم سے پناہ مانگا کریں۔ ”اللہم انا نستغفک الجنۃ ونعوذ بک من النار“ [اے اللہ! ہم آپ سے جنت چاہتے ہیں جہنم سے پناہ مانگتے ہیں]

فرمان الہی اور فرمان نبویؐ تو یہ ہے جبکہ راجعہ بصریہ ”ایک ہاتھ میں آگ لیکر اور دوسرے ہاتھ میں پانی لیکر نکلیں کہ میں جنت کو جلاتی ہوں، جہنم کو بجھاتی ہوں تاکہ لوگ خالص اللہ کے لئے عبادت کریں تاکہ انہیں جنت کی طمع اور جہنم کا خوف نہ ہو۔ ایک طرف فرمان نبویؐ ہے دوسری طرف راجعہ بصریہ ”کا عمل۔ اسی لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ کہ راجعہ ”کانزل پورا نہ ہوا تھا لہذا سوچ مافوق الاسباب تھی۔ راجعہ ”بیچاری اگر راز سے واقف ہوتی تو ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے میں آگ لیکر نہ نکلتی۔

ان تین مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بعض اولیاء جن کا نزول کامل نہیں ہوتا ان سے خلاف عادت واقعات بکثرت ظاہر ہوتے ہیں۔ اس پوری تفصیل کا نتیجہ یہ نکلا کہ کرامات کبھی تو کاملین کو عوام الناس میں قبولیت دینے کے لئے ظاہر کی جاتی ہیں، کبھی عقوبت اور سزا کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی ناقص نزول والوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ چونکہ فرق کرنا مشکل ہے اس لئے اصول یہ بنادیا گیا کہ کسی ولی کی کرامات اس کی فضیلت کی دلیل نہیں ہیں۔

(16)۔ مسئلہ:- استقامت کرامت پر فائق ہے۔

فائدہ:- ہر حال میں ہر کام شریعت و سنت کے مطابق کرنا، استقامت کہلاتا ہے۔ استقامت ہی سب سے بڑی کرامت ہے ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں کئی سال رہا۔ ایک دن عرض کرنے لگا کہ حضرت! اجازت دیں تو میں کسی اور شیخ کی خدمت میں جا کر رہوں، فرمایا وہ کیوں؟ کہنے لگا کہ میں تو کئی سال آپ کی خدمت میں رہا مگر میں نے ایک بھی کرامت نہ

دیکھی۔ حضرت نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اسنے سالوں میں ایک عمل بھی سنت کے خلاف دیکھا ہے۔ اس نے کہا ”نہیں“ فرمایا کہ اس سے بڑی اور کرامت کو کسی ہو سکتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کو ایک باکرامت بزرگ کا پتہ چلا۔ آپ ملنے کے لئے تشریف لے گئے ابھی دور ہی تھے کہ دیکھا اس بزرگ کو تھوکنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے قبلہ کی طرف تھوک حضرت بایزید بسطامیؒ اسی وقت بغیر سلام کئے واپس تشریف لائے اور کہا کہ جو شخص ایک مستحب کی پابندی نہیں کر سکتا۔ وہ اتنا بڑا ولی کیسے بن سکتا ہے چنانچہ ولی کی پہچان یہی ہے کہ ہر حال میں اس کا ہر کام شریعت و سنت کے مطابق ہو۔

(17)۔ مسئلہ:- اولیاء اللہ کی قبور کو عام دستور سے اونچا بنانا اور ان پر چھت ڈالنا منع ہے۔
فائدہ:- صحیح حدیث کے مطابق بناء علی القبور جائز نہیں، لہذا قبر پر چھت ڈالنا اور عام دستور سے اونچا بنانا منع کیا گیا ہے۔

(18)۔ مسئلہ:- بعض اولیاء سے مرنے کے بعد بھی تصرفات و خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔
فائدہ:- اہل اللہ جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کا فیض منقطع نہیں ہوتا بلکہ روحانی سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ بعض کاملین سے وفات کے بعد تصرفات و خوارق کا ظاہر ہو جانا بعید نہیں ہے۔

(19)۔ مسئلہ:- اگر خواب میں نبی علیہ السلام کو دیکھا اور کسی خلاف شرع کام کے بارے میں ان کی مرضی معلوم ہوئی تو اس خواب کا اعتبار نہیں۔

فائدہ:- نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ شیطان میری صورت کو اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کی تفصیل کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تاہم شیطان وہ صورت اختیار نہیں کر سکتا جس صورت میں آپؐ مدینہ میں آرام فرما ہیں۔ ممکن ہے شیطان خواب میں صورت تو کوئی اور دکھائے مگر دل میں القاء کرے کہ میں نبی علیہ السلام کی زیارت کر رہا ہوں تو کون تصدیق کرے گا کہ واقعی اسی صورت مبارکہ کی زیارت ہوئی یا کسی غیر صورت کی۔ لہذا ہمارے لئے حق و باطل میں فرق کرنے کا معیار شریعت و سنت ہے۔ اگر خواب میں کوئی ولی اللہ نظر آئے اور خلاف شریعت کام کا حکم دے تو اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ بعض لوگ

خواب میں اپنے آپکو اجداد میں سے کسی کو دیکھ لیتے ہیں اور ان سے خلاف شرع کوئی بات کا حکم پاتے ہیں تو خلاف شرع کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ "استغفر اللہ" یہ سراسر جہالت ہے کہ دین متین کو خوابوں سے بھی کم اہمیت دی جائے۔

(20) — مسئلہ:۔ جن افعال کا ظاہری قوتوں سے کرنا منع ہے ان کا باطنی قوتوں سے کرنا بھی منع ہے۔

فائدہ:۔ جس کام کو شریعت میں کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس کا ظاہری یا باطنی قوتوں سے کرنا ممنوع ہے مثلاً ایک آدمی کسی پر اپنی باطنی توجہ ڈال کر اسے اپنا تابع بنالے اور پھر اس سے خلاف شرع کام کروائے تو یہ ممنوع ہے یا کسی سے دشمنی ہو اور اس پر باطنی تصرف کر کے اسے پاگل بنادے تو یہ منع ہے۔

(21) — مسئلہ:۔ ولی سے اتفاق کوئی گنہ سرزد ہو جانا، اس کی ولایت اور کرامت میں نقص نہیں ڈالتا بشرطیکہ اصرار نہ ہو۔

فائدہ:۔ اتفاق کوئی غلطی ہو جانا بشریت کا نقصان ہے۔ تاہم کاملین ایسی غلطیوں پر اتنی سچی توبہ کرتے ہیں کہ عام لوگوں کو نیکیوں پر وہ اجر نہیں ملتا جو انہیں اس توبہ پر ملتا ہے۔ اہل اللہ سے غلطی ہو جانا ممکن ہے مگر غلطی پر اصرار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ فاسقوں کی نشانی ہے۔

(22) — مسئلہ:۔ ولی کا بے عمل بیٹا پھر نہیں بن سکتا۔

فائدہ:۔ جس طرح ڈاکٹر کا بیٹا اس وقت تک ڈاکٹر نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ڈاکٹری کا علم نہ پڑھے۔ اسی طرح ولی کا بیٹا ولی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ تقویٰ و طہارت کی زندگی گزار کر ولایت کے مقلد نہ حاصل کرے۔ جملاء میں ولایت کا مدار کلاہ اور شجرہ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ بد عمل فاسق و فاجر لوگ اپنے باپ دادا کی وجہ سے لاکھوں انسانوں کے روحانی پیشوا بنے پھرتے ہیں حالانکہ وہ تو روحانیت کی "ر" سے بھی واقف نہیں ہوتے، اور یہ لوگ "فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوٰۃ و اتبعوا الشهوات" (مریم: آیت 59) [پھر

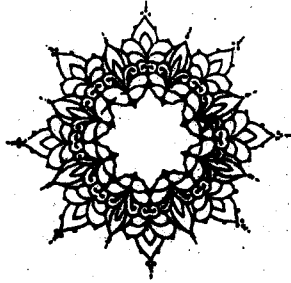
ان کے بعد (بھنے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشات کی پیروی کی] کا مصداق ہوتے ہیں۔ ان کا کام تو سالانہ عرس پر چر اعلیٰ کروانا یا میلہ ٹھیلہ لگا کر تحرک تقسیم کرنا

ہوتا ہے۔ نہ خود شریعت پر چلتے ہیں نہ دوسروں کو کہنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ یہ سراسر گمراہی ہے۔ بقول شمس

۔ میراث میں آئی ہے انہیں مسد ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

(23) — مسئلہ: — طریقت میں کوئی نئی بات (بدعت) کا پیدا کرنا دین کی بدعت سے کم نہیں۔
فائدہ: — طریقت کی بدعت شریعت کی بدعت ہی کی مانند ہے اس بات کو دل میں بٹھالیا جائے تو جلال پیروں کی بدعات سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

(24) — مسئلہ: — مقربین کو عبادت کا ثواب ابرار سے زیادہ ملتا ہے۔
فائدہ: — حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اگر میرے صحابہؓ میں سے کوئی ایک مدجو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے تو اسے اتنا اجر ملے گا کہ بعد میں آنیوالے اگر اضعاف پانچ کے برابر سونا بھی خرچ کر دیں تو وہ اجر نہ پاسکیں۔ ولی قرب کی جتنی منزلیں طے کرتا چلا جائے گا اسکو عبادت کا ثواب زیادہ ملیگا۔ اسی لئے کہا گیا۔ ”حسنات الابرار نسیئات المقربین“ [ابرار کی نیکیاں مقربین کے توکمناہ ہوتے ہیں]



باب 9

اسباق تصوف

شریعت محمدیہ کا حسن و جمال:

سید الاولین والآخرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ السلام دنیا کے آخری نبیؐ، امت محمدیہؐ دنیا کی آخری امت اور دین اسلام دنیا کا آخری دین ہے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام چونکہ قیامت تک کے لئے اتارے گئے لہذا بعض احکام شرعیہ کی اہمیت تو واضح کر دی گئی مگر ان کے ذرائع کو متعین نہیں کیا گیا۔ ذرائع و وسائل کے تعین نہ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ دین اسلام قیامت تک کے لئے قائل عمل رہے۔ وگرنہ بدلتے حالات کے بدلتے تقاضوں میں ایک جلد دین نظر آتا اور عیسائیت کی مانند ناقابل عمل قرار دے کر مسجد اور مصلیٰ تک محدود کر دیا جاتا۔ مقاصد کو متعین کرنا اور وسائل کو حالات کے مطابق اپنانے کی گنجائش دینا شریعت محمدیہ کے حسن و جمال کی دلیل ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال نمبر 1:- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترہبون بہ
عدو اللہ وعدوکم (الانفال آیت نمبر 60)

[اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک
پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر]

اس آیت کریمہ میں حسب استطاعت قوت جمع کرنے کا حکم دیا گیا اور گھوڑے پالنے کی
مثال دے کر سمجھا دیا گیا کہ اس سے مراد اسباب جملہ ہیں۔ مزید تفصیلات کا تعین نہیں کیا گیا البتہ

مقصود کی وضاحت و صراحت کر دی گئی کہ اتنی قوت جمع کرو جس سے تمہارے اور اللہ کے دشمن مرعوب رہیں۔ عقل سلیم اس بات کی تائید کرے گی کہ آج کے زمانے میں فقط گھوڑے پالنے، تلواریں اور نیزے جمع کرنے سے دشمن نہیں ڈرے گا بلکہ ہوائی جہاز، بحری بیڑے، میزائل اور ٹانکوں جن بم وغیرہ بنانے ہوں گے۔ پس ثابت ہوا کہ مقصد تو متعین کر دیا گیا مگر اسباب و وسائل کے اختیار کرنے میں چلک رکھی گئی تاکہ وقت کے تقاضوں کی رعایت رکھی جاسکے۔

مثال نمبر 2:- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون“ (الحج: آیت نمبر 9)

[چلک ہم نے قرآن اتارا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں]

قرآن مجید کی حفاظت و اشاعت کتنا اہم اور متم باطن فریضہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق یہ نہیں بتلایا کہ اس کیلئے تم فلاں فلاں طریقے اختیار کرنا۔ حتیٰ کہ عہد صدیقیؓ میں جنگ یمامہ ہوئی اور چار سو حافظ قرآن صحابہؓ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ قرآن کو سینوں کے علاوہ سینوں میں بھی محفوظ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک سرکاری نسخہ تیار کرنے کی تجویز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے پیش کر دی۔ ابتداءً تو صدیق اکبرؓ کو اس تجویز کے ماننے میں تامل ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے نہ تو خود کیا اور نہ ہمیں اس کا حکم دیا اسے ہم کیوں کریں؟ حضرت عمرؓ دلائل کیساتھ اپنی بات پر مصر رہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مطمئن ہو گئے۔ پھر انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ انصاریؓ کی نگرانی میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تشکیل دی جس نے پتھروں پر، چمڑے پر، کپڑے اور درختوں کے پتوں پر لکھی ہوئی آیات کو یکجا کیا۔ قرآن پاک جمع کرنے کا یہ کام عہد صدیقیؓ میں مکمل ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس سلسلے میں ایک قدم آگے بڑھایا اور اپنی نگرانی میں اس مصحف کی چار نقلیں کرا کر مختلف شہروں میں روانہ کیں۔ ان میں سے ایک تاشقند میں اور دوسری استنبول کے عجائب گھر میں آج بھی محفوظ ہے۔ مزید برآں صحابہ کرامؓ کے زمانے میں فتح، ضمہ، کسرہ، تشدید وغیرہ کو لکھا نہیں جاتا تھا، نہ ہی تا اور یا کے نقطے لگائے جاتے تھے مگر آج کے دور میں ضروری ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حفاظت و اشاعت قرآن کا مقصد متعین کر دیا گیا مگر ذرائع و وسائل کے اختیار

کرنے میں وقتی تقاضوں کی رعایت رکھی گئی۔ یہ معاملہ علمائے امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔
مثلاً نمبر 3:- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

”طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة“

[علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے]

حدیث پاک میں علم دین حاصل کرنے کی اہمیت بتلا دی گئی لیکن کیسے حاصل کیا جائے؟ اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ حضرات محدثین نے اسلام الرجال کا فن ترتیب دے کر احادیث کو متن و روایت کے ساتھ جمع کیا۔ حضرات صحابہ کرام کو تو صحاح ستہ کے ناموں کا ہی پتہ نہ تھا کیونکہ اس وقت ان کتب کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مگر آج ان کتب کے بغیر علم حدیث کا پڑھنا ناممکن ہے۔ آج علمائے کرام نے تحصیل علم کے لئے درس نظامی ترتیب دیا ہے اور وقتی تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے حصول علم کے لئے نصاب تجویز کیا ہے۔ آج کوئی طالب علم قرآن و حدیث پڑھنا چاہے تو اسے صرف و نحو کے فنون پڑھے بغیر چارہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ علم حاصل کرنے کی اہمیت بتادی گئی مگر اسباب و ذرائع کو اختیار کرنے کا بوجھ علمائے امت کے کندھوں پر ڈال دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ علمائے امت نے اس فریضہ کو ادا کرنے کا حق ادا کر دیا۔

آدم بر سر مطلب :- مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ شریعت مطہرہ نے بعض احکام کی اہمیت تو واضح کر دی مگر ذرائع و وسائل کو متعین نہیں کیا۔ یہی شریعت مصطفویٰ کے کمال کی دلیل ہے۔ اب اس تاثر میں طریقہ ذکر و سلوک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

”ان في جسد بني آدم لمضغة اذا فسدت فسد الجسد كله و اذا

صلحت صلح الجسد كله الا وهي القلب“

[چٹک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے اور جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے۔ من لوہہ کھوا انسان کا دل ہے]

معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح کا دار و مدار اس کے قلب کی اصلاح پر ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت کی نظر انسان کی شکل و صورت اور مال و دولت پر نہیں ہوتی بلکہ اس کے قلب اور اعمال پر ہوتی ہے۔ فرمان نبویؐ ہے۔

”ان الله لا ينظر الى صوركم ولا الى اموالكم و لكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم“

[بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے مالوں کو لیکن وہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مغربی قلب یا سلامتی قلب کیسے حاصل ہو تو اس کی بھی نشاندہی فرمادی گئی۔ حدیث پاک میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

”لكل شيء صقالة وصقالة القلوب ذكر الله“ (رواہ بیہقی)

[ہر چیز کو چکانے کے لئے ایک پالش ہوتی ہے اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے]

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قلب سلیم کا حاصل کرنا ہر انسان پر لازم ہے۔ گویا مقصد متعین کر دیا گیا۔ ذرائع و وسائل کی فقط نشاندہی کر دی گئی کہ یہ نعت عظمیٰ ذکر اللہ سے نصیب ہو سکتی ہے۔ تفصیلات نہیں بتائی گئیں کہ تکبر، حرص، بخل، عجب اور حسد جیسی مملکت قلبی امراض سے چھٹکارا پانے کیلئے کون کون سا ذکر نفع بخش ہے۔

اجمالاً کہہ دیا گیا ”ذكر الله شفاء القلوب“ [اللہ کا ذکر بیمار دلوں کے لئے شفا ہے]

تفصیلات کا بوجھ امت کے اہل ذکر حضرات کے کندھوں پر رکھ دیا گیا تاکہ وہ طالبین کی طبائع اور کیفیات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ذکر کی تعلیم دیں۔ اس لئے مشائخ عظام کسی کو آیت مبارکہ ”واذکر اسم ربك“ کے تحت لفظ اللہ کے ذکر کا نسخہ تجویز کرتے ہیں تو کسی کو حدیث مبارکہ ”اکثروا من قول لا اله الا الله“ کی روشنی میں بکثرت کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کسی کو آیت کریمہ ”واذکر ربك في نفسك“ کے تحت ذکر قلبی یعنی مراقبہ کرنا سکھاتے ہیں تو کسی کو ”دون الجهر من القول“ کے مطابق ذکر لسانی کرنا تجویز کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اہل ذکر کے اعمال و اشغال یعنی اسباق تصوف اہل علم کے درس

نظام کی مانند مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اس کی تائید میں سلف صالحین کی چند عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

سلف صالحین کی عبارتیں :-

☆ — حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”مقصد جملہ اشغالات و مطلب و مشیٰ جملہ مراقبات کا وہ حضور قلب بے کیف ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا ہے۔ نسبت صحابہ کرامؓ یہی حضور تھا۔“

(مکاتیب رشید صفحہ 45)

☆ — حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنی کتاب ”ایضاح الحق الصریح“ میں لکھتے ہیں۔

”صوفیہ کے نفع بخش اشغال کی حیثیت دوا و معالجہ کی ہے کہ بوقت ضرورت ان سے کام لے اور بعد میں پھر اپنے کام میں مشغول ہو۔“ (ایضاح الحق الصریح ص 78)

☆ — امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

”طریقت و حقیقت کی منزلوں کو طے کرنے کا مقصد تحصیل اخلاص کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اخلاص ہی سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے۔ کو تاہ اندیش احوال و مواجید کو مقصود اور مشاہدات و تجلیات کو مطلوب جانتے ہیں اور کمالات شریعت سے محروم ہیں۔ بے شبہ مقام اخلاص کا حصول اور مرتبہ رضائت و موصول ان احوال و مواجید کو طے کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے اس لئے ان کی حیثیت مقصود حقیقی کے معاون کی ہے۔“

(مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۰ و ششم)

یہ حقیقت واضح ہوئی کہ مشائخ کے اعمال و اشغال مغائی قلب حاصل کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اسی لئے وقت اور زمانے کے بدلتے تقاضوں کے پیش نظر مشائخ ان میں تبدیلی بھی کر دیتے ہیں۔

☆ — حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

”ہر وقت اور ہر قرن کے اشغال جدا ہوتے ہیں اس لئے ہر طریق کے محققین تجدید

اشغال کی کوشش فرماتے رہتے ہیں۔“ (صراطِ مستقیم ص 7)
یہ تو کوئی بھی دعویٰ نہیں کرنا کہ مغفلی قلب ان اشغال کے سوا اور کسی طرح سے نصیب نہیں ہو سکتی۔

☆ — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

”میرا مکلن غالب ہے کہ صحابہ کرامؓ نسبت کو اور طریقوں سے بھی حاصل فرماتے تھے۔ مثلاً نماز اور تہجدات پر ان کی شرائط کے ساتھ مواظبت، طہارت، یادِ موت اور عذابِ جہنم ثواب کے خیال پر مداومت کہ ان چیزوں سے ملوی لذتوں سے بے تعلقی پیدا ہوتی ہے۔“

(القول الجلیل)

اگر کسی کو مروجہ اعمال و اشغال کے علاوہ کسی اور طرح سے مغفلی قلب اور ”کانکے تیراہ“ کی کیفیت نصیب ہو جائے تو اسے مقصود نصیب ہو گیا۔ وہ مبارک بلو کے لائق ہے۔ اگر یہ کیفیت قلب اور حضوری نصیب نہیں ہوئی۔ نماز میں دنیا کے خیالات اپنی طرف گمن کر لیتے ہیں ہٹانے کے بلوجود ختم نہیں ہوتے، راستہ چلتے نکلیں بے اختیار غیر محرم کی طرف اٹھتی ہیں، دل پر شمولی شیطانی خیالات جھوم کرتے ہیں، لوگوں کی تعریف سے طبیعت میں بشتاقت پیدا ہوتی ہے جبکہ اپنی غلطیوں کو دوسروں سے چھپانے کے لئے غلط بیانی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ سب ملک باطنی امراض کی واضح نشانی ہیں۔ ایسے شخص کو مشلخ عظام کے زیرِ سلیہ اپنی قلبی بیماریوں کا علاج کروانا ضروری ہے۔ اس سے مفر ممکن نہیں چونکہ قلب سلیم ہی روزِ محشر نجات کا سبب بنے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتى اللہ بقلب سلیم“ (الشعراء آیت 88، 89)

[جس دن کام نہ آئے گا مل اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس صاف سحرِ اہل لے کر]
اسباقِ تصوف کا مقصود قلبِ سلیم اور قلبِ فیض کا حصول ہے تاکہ سالک کی ظاہری و باطنی حالت، سیرت و اخلاق یعنی اعضاء و جوارح کا استعمال، تخلیق و باخلاق اللہ کے عین مطابق ہو جائے۔ چنانچہ امام غزالیؒ اپنی کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں لکھتے ہیں:

”مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ صوفیاء ہی اللہ کے راستے کے سالک ہیں، ان کی سیرت بہترین، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ اگر عقلاء کی عقل، علماء کی حکمت اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں۔ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔“

اوراد و وظائف کے دلائل :- مشائخ طریقت نے قرآن و حدیث کی روشنی میں چند اوراد و وظائف ترتیب دیئے ہیں جو مبتدی کیلئے دوا اور منتہی کیلئے غذا کی مانند ہیں۔ کسی شیخ کامل کے زیر سایہ ان وظائف کو چند دن پابندی سے کیا جائے تو زندگی میں اسلامی، ایمانی، قرآنی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ محبت الہی اس طرح انگ انگ میں سما جاتی ہے کہ آنکھ کا دیکھنا، زبان کا بولنا اور پاؤں کا چلنا بدل جاتا ہے۔ سالک یوں محسوس کرتا ہے کہ میرے اوپر منافقت اور دو رنگی کا غلاف چڑھا ہوا تھا جو اتر گیا ہے اور اندر سے ایک سچا اور سچا انسان نکل آیا ہے۔

جس طرح نبوت نبی علیہ السلام میں پوشیدہ تھی ”کننت نسباً و آدم بین الروح والجسد“ [میں نبی تھا جبکہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے]

مگر عالم ظاہر میں اظہار کیلئے خلوت و ذکر کی ضرورت پڑی۔ (غار حرا کی زندگی اسکی روشن دلیل ہے) اسی طرح ولایت ولی میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ مگر تقویٰ و طہارت اور پابندی وظائف کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی راز کو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ”ہر انسان ولی بالقوۃ ہوتا ہے ولی بالفعل بننے کیلئے اعمال کی ضرورت ہے۔“ گویا ہر انسان میں اتنی استعداد رکھ دی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے تو ولی بن جائے۔ شاہ ابو المعالیؒ کے خلیفہ اجل حضرت شاہ بھیکؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

بھیکا بھیکا کوئی نہیں ہر دی گٹھڑی لعل
گرہ کھول نہ جانے تے ترت پھرن کنگال

[جیسا بھوکا کوئی نہیں ہے ہر ایک کی گھڑی میں لعل و جواہر ہیں، یہ اس کی گرہ کھولنا نہیں جانتے بس نکال بھرتے ہیں]

جس طرح ایک بیج میں درخت بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اگر اس بیج کو کسی مٹی کی زیر نگہانی چند دن زرخیز زمین میں پرورش پانے کا موقع مل جائے تو پھل پھول والا درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح سالک چند دن کسی شیخ کامل کے زیر سایہ ان اوراد و وظائف کو کرے تو اس کی شخصیت پر حسن اخلاق کے پھول کھلتے ہیں اور اس کا شجر امید بار آور طاقت ہوتا ہے۔ دنیا کے کروڑوں انسانوں نے اب تک اس نسخے کو آزمایا اور اس سے فائدہ پایا۔ جس طرح ایک کیسٹ کتا ہے کہ چینی کھاؤ گے تو میٹھی محسوس ہوگی اسی طرح شیخ کامل جب اوراد و وظائف کی تلقین کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ سالک کو چینی فائدہ ہوگا۔ اور یہ بات کرتے ہوئے اس کے پاؤں کے نیچے چٹان ہوتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی شیخ ناقص کے ہاتھ لگ جائے یا شیخ تو کامل ہو مگر سالک اوراد و وظائف کی پابندی نہ کرے تو وہ بحث سے خارج ہے۔ اس کی مثال ایسے مریض کی سی ہے جو کسی شہو آفاق طبیب سے نسخہ کھوائے مگر جیب میں ڈالے پھرے، استعمال نہ کرے اور کچھ دنوں کے بعد کے ڈاکٹر صاحب! مجھے افتادہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر پوچھے گا کہ آپ نے نسخہ استعمال کیا تو یہ کہے گا کہ میں نے تو جیب میں ڈالا ہوا ہے۔ ڈاکٹر کے گامِ بخت اسے تو پیٹ میں ڈالنا تھا پھر فائدہ ہوتا۔

ان اوراد و وظائف کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ کرنے میں بہت آسان اور ہلکا ہے اس سے تزکیہ و احسان۔ بس پوری کی پوری شریعت پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بات دو اور دو چار کی مانند محسوس ہے۔ جسے یقین نہ ہو آزما کے دیکھے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

عم صلائے عام ہے یاران کتبہ داں کیلئے

اب ان اوراد و وظائف کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ذکر (وقوف قلبی) :- ذکر کا لفظی معنی ہے یاد تو پھر ذکر اللہ کا مطلب ہوا اللہ کی یاد۔ یہی اللہ کا ذکر دلوں کی دوا اور باطنی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسے پھل کیلئے پانی۔ اس ذکر اللہ کے ذریعے سالک کو ”فہاذکرونی اذکرو“

”کم“ [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] اور ”طمان ذکر نبی فی نفسہ ذکر تہ فی نفسی“ [اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اپنے دل میں یاد کرتا ہوں] کی بشارتیں بھی نصیب ہوتی ہیں اور ”الاجلس مع من ذکر نبی“ [جو شخص ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم بیٹیں ہوتا ہوں] کی سعادت عظمیٰ بھی نصیب ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ”الوابل الصیب“ میں ذکر کے 100 قانڈے گنوائے ہیں۔ ذکر دو طرح کا ہوتا ہے:

ذکر لسانی اور ذکر قلبی۔ بقول عصفی

لسانی و قلبی یفرحان بذکرھا
وما المراء الا قلبہ و لسانہ

[میری زبان اور میرا دل اس کے ذکر سے خوش ہے اور آدمی کے پاس دل اور زبان ہی تو ہوتی ہے] احادیث نبویؐ سے ثابت ہے کہ ذکر قلبی کو ذکر لسانی پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے۔ عقلی طور پر دیکھا جائے تو بھی ذکر قلبی کو لسانی ذکر پر فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً

⑤ — ذکر قلبی ہمہ وقت کرنا ممکن ہے جبکہ ذکر لسانی ممکن نہیں۔ مثلاً جب سالک کھانا کھا رہا ہوتا ہے، تقریر کر رہا ہوتا ہے، یا دکان پر بیٹھا گاہک سے سودا طے کر رہا ہوتا ہے تو وہ زبان سے ایک وقت میں دو کام نہیں کر سکتا۔ گفتگو کرے یا ذکر اللہ کرے۔ ایک وقت میں ایک کام ہی ممکن ہے۔ جب کہ ذکر قلبی لیجے، بیٹھے، چلتے، پھرتے ہر گھڑی ہر آن کیا جاسکتا ہے۔

⑥ — ذکر لسانی کرتے ہوئے زبان بے گئی، ہونٹ حرکت کریں گے، ہر وقت یہ ڈر رہے گا کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے جبکہ ذکر قلبی کا پتہ یا تو کرنے والے کو ہوتا ہے یا جس کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ذکر قلبی فرشتے بھی نہیں سن سکتے، انہیں ایک خوشبو آتی محسوس ہوتی ہے۔ قیامت کے دن محلہ کھلے گا کہ یہ تو یاد الہی کی خوشبو تھی۔

میان عاشق و معشوق رمزے است
کران کاتین را ہم خبر نیست

[عاشق اور معشوق میں کچھ اشارے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کران کاتین کو بھی معلوم نہیں ہو پاتے] اسی لئے ذکر قلبی کو ذکر خفی کہا جاتا ہے۔

☆۔ در حقیقت جسم انسانی میں یاد کا مقام قلب ہے جبکہ زبان سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کبھی کسی ماں نے بیٹے سے یہ نہیں کہا کہ بیٹا میری زبان تمہیں بت یاد کرتی ہے، بلکہ ہمیشہ یہی کہے گی کہ بیٹا میرا دل تمہیں بت یاد کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یاد کا مقام انسان کا قلب ہے۔ پس عقلی دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ ذکر خفی افضل ہے ذکر لسانی سے۔
بقول مخفی

از دروں شو آشنا و وز برون بیگانه وش
ایں طریقہ زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

[اندر سے تو آشنا ہو باہر سے بیگانه ہو، یہی طریقہ بہتر ہے اور دنیا میں بہت کم ہے]

اسی ذکر قلبی کو مشائخ طریقت و قوف قلبی کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جا بجا اس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً“ (الاحزاب: آیت 41)

[اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو]

اس آیت میں اذکر واجمع کا صیغہ بھی ہے اور امر کا بھی۔ گویا مومنین کو ذکر کثیر کا حکم دیا جا رہا ہے۔ مزید برآں ذکر کثیر کرنیوالوں کیساتھ مغفرت اور جنت کے وعدے بھی کئے جا رہے ہیں۔

”والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لہم مغفرة واجراً عظیماً“ (الاحزاب: آیت 35)

[اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر کثیر کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر ذکر کر لیا کریں؟ یا صبح و شام ذکر کیا کریں یا اتنا ذکر کریں کہ تھک جائیں؟ آخر کیا کریں؟ اس آیت کے تحت مفسرین میں سے حضرت مجاہدؒ ذکر کثیر کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

”الذکیر الکثیر ان لا ینساءہ بحال“

[ذکر کثیر یہ ہے کہ اسے کسی حال میں بھی نہ بھولے]

کسی حال میں بھی نہ بھولنے سے مراد کیا ہے؟ انسان کی تین بنیادی حالتیں ہیں۔ یا وہ لیٹا ہوگا یا بیٹھا ہوگا یا کھڑا ہوگا۔ ہر حال میں ذکر کرنے سے مراد لیٹے، بیٹھے، کھڑے اللہ کو یاد کرے، یہی عقلمندوں کی نشانی بتائی گئی ہے۔ قرآن پاک میں اولو الالباب (عقلمندوں) کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

”الذین یدکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علی جنوبہم“

(آل عمران: آیت 191)

[وہ بندے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں]

تفسیر صادی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

”قال الصاوی تحت هذه الآية، واعلم ان الله تعالى لم يفرض فريضة على عباده الا جعل لها حدا معلوما و عذر اهلها في حال العذر غير الذکر فلم يجعل له حدا ولم يعذر احدا في تركه الا من كان مغلوباً على عقله ولذا امرهم في جميع الاحوال قال الله تعالى یدکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علی جنوبہم ففيه اشارة الى ان الذکر امره عظیم و فضله جسيم“

[مفسر صادی نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو چیز بھی فرض کی ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کر دی ہے اور حالت عذر میں ان کو معذور سمجھا ہے۔ سوائے ذکر کے کہ نہ تو کوئی اس کے واسطے حد مقرر کی ہے اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور سمجھا ہے سوائے مجتوں کے، اسی لئے ان کو امر کیا ہے اللہ نے ساتھ اس ذکر کے جمع حالات میں۔ اور بتایا ہے کہ مومن یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کھڑائیوں پر اور اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ ذکر کی شان اور اس کی فضیلت بہت بڑی ہے]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"الذین يذكرون الله قياما و قعودا و على جنوبهم اى بالليل والنهار فى البر والبحر والسفر والحضر والغنى والفقر والمرض والصحة والسرو والعلانية"

[جو لوگ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں یعنی رات میں اور دن میں۔ خشکی میں اور تری میں، سفر

میں اور حضر میں، غنا میں اور فقر میں، مرض میں اور صحت میں غلوت میں اور جلوت میں]

ایسا ذکر تو پھر ذکر قلبی اور ذکر خفی ہی ہو سکتا ہے جو ہر حال میں کیا جاسکے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ذکر کثیر کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی تفسیر ذکر قلبی، ذکر خفی یا صوفیاء کی اصطلاح میں وقوف قلبی ہی ہے۔ اس کو کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"واذكرو ربك كثيرا و سبح بالعشى والابكار" (آل عمران: آیت 41)

[اور یاد کر اپنے رب کو کثرت سے اور صبح و شام اس کی تسبیح کر]

پس ثابت ہوا کہ وقوف قلبی کرنے کیلئے قرآن مجید میں حکم فرمایا گیا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اس کو سیکھنے کے لئے مطلق نظام کی سرپرستی میں وقت گزارتے ہیں۔

احادیث سے دلائل

ارشاد نبویؐ ہے:

"عن ابی سعیدؓ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اى العباد افضل درجة عند الله يوم القيمة قال الذاکرون الله كثيرا۔ قلت يا رسول الله و من العازی فی سبیل الله قال لو ضرب بسيفه فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر و یغتصب و ما کان الذاکرون افضل منه درجة"

[رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں کن لوگوں کا درجہ زیادہ ہوگا۔ فرمایا جو

لوگ کثرت سے ذکر اللہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اور جو لوگ جہاد کرتے ہیں، فرمایا

کہ اگرچہ جلد، کفار اور مشرکین پر تلوار چلا تا رہے یہاں تک کہ وہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون آلود ہو جائے پھر بھی ذاکرین کا درجہ افضل ہے]

اس حدیث پاک میں ذکر کثیر کرنے والوں کی فضیلت کتنی وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔ آئیے اب سنت نبویؐ سے بھی اسکی دلیل و حجتیں تو ایک روایت میں ہے۔

”عن عائشةؓ کان رسول اللہؐ یذکر اللہ علی کل احیاءہ“

[سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر لمحے اللہ کا ذکر کرتے تھے]

اس حدیث پاک میں کل احیاءہ (ہر لمحے) کا لفظ گواہی دے رہا ہے کہ یہی ذکر قلبی، ذکر خفی ہے۔ پس آپؐ کی علوت مبارکہ اور سنت بیضیاء ہمہ وقت یاد الہی میں مشغول رہنا تھی۔ مشائخ عظام اسی کی اجل کیلئے ساکین طریقت کو وقوف قلبی کی معنی کرواتے ہیں۔ تاکہ انسان کا معاملہ ”دست بکار دل پیار“ [ہاتھ کام کج میں دل اللہ کی یاد میں] کے مطابق ہو جائے۔ وقوف قلبی یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف رکھے اور اپنے بیٹھے چلتے پھرتے ہر گھڑی ہر آن دل میں رکھے یہ دھیان کہ میرا دل اللہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ یہی مندرجہ بالا آیات و احادیث کا غناء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وقوف قلبی کی تعلیم قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔

2۔ فکر (مراقبہ) :- مراقبہ ماخوذ ہے رقیب سے، جس کے معنی ہیں گھبر، گھبراہٹ، پاسبان جیسے ارشاد فرمایا گیا ”ان اللہ کان علیکم دھیباً“ (الاحزاب: آیت 52) [جنگ اللہ تم پر گھبراہٹ ہے] تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے لو لگا کر بیٹھنے کو۔ پس سالک جب مراقب ہوتا ہے تو وہ ساری دنیا سے یک سو ہو کر، یک رو ہو کر، قبلہ رو ہو کر، پلوسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ آنکھوں کو بند کر لیتا ہے۔ سر کو جھکا لیتا ہے اور تھوڑی دیر کیلئے یہ سوچتا ہے کہ نہ زمین، نہ آسمان، نہ انسان، نہ حیوان، نہ شیطان کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت آ رہی ہے اور میرے دل میں سا رہی ہے۔ میرے دل کی خلعت و سیلی دور ہو رہی ہے اور میرا دل اللہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ شروع شروع میں سالک کا دل ذکر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جیسے ہی سر جھکایا دنیا کے خیالات و وسوسوں نے ہجوم کیا۔ شل مشہور ہے ”کل اناء یترشح“

بمافیہ“ [ہر برتن میں سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے] دل میں دنیا بھری ہونے کی کتنی واضح دلیل ہے کہ سر تو جھکاؤ یا دالہ کی خاطر مگر پریشان خیالات نگہ کرنے لگیں۔ سالک کو اس بات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ مجھے تو بہت محنت کرنی چاہیے۔ اگر دل میں یہی کچھ لے کر آگے منزل پر چلا گیا تو میری کتنی رسوائی ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَحَصِّلْ مَا فِي الصَّدُورِ“ (العاویات: آیت 10)

[جو سینوں میں ہو گا نکالیں گے]

اور ”یوم تبلی السرائر“ (الطارق: آیت 9) [وہ دن جب بھید کھول دیئے جائیں گے] سالک مراقبہ میں بیٹھتے وقت جب یہ سوچتا ہے، گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آرہی ہے تو حدیث پاک ”انا عند ظن عبدی بی“ [میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں] کے مطابق رحمت دل میں سا جاتی ہے۔ بالفرض پہلے دن سارا وقت دنیا کے خیالات آئے فقط ایک لمحہ اللہ کا خیال آیا تو دوسرے دن دنیا کے خیالات نسبتاً کم آئیں گے۔ تیسرے دن اور کم۔ حتیٰ کہ وہ وقت آئے گا کہ جب سر جھکائیں گے تو فقط اللہ کا وحیان رہے گا۔ دنیا کمینہ دل سے نکل جائے گی۔

۔ دل کے آئینے میں ہے تصویر یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مراقبہ کے دوران بعض سالکین پر اونگھ سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ ”اذ یعشیکم النعاس“ [جب تمہارے اوپر اونگھ طاری کر دی گئی] کے صداق کس فیض ہی کی علامت ہوتی ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں، ترقی ہوتی رہتی ہے۔ سالک کی مثل مرغی کی مانند ہے جو انڈوں پر بیٹھ کر انہیں گرمی پہنچاتی ہے۔ ابتداء میں جو انڈے پتھر کی طرح بے جان محسوس ہوتے ہیں ان میں جان پڑتی ہے حتیٰ کہ چوں چوں کرتے چوڑے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح سالک کو ابتدا میں اپنا دل پتھر کی مانند نظر آتا ہے لیکن مراقبہ میں بیٹھ کر ذکر کی حرارت پہنچانے سے وہ وقت آتا ہے جب دل اللہ اللہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ظاہر میں یہ عمل جتنا ہلکا پھلکا سا لگتا ہے اس کا اثر اتنا ہی زیادہ ہے۔ چند دن مراقبہ کی پابندی کرنے سے تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

۔ دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاں کئے ہوئے
یاد کا یہ طریقہ عاشقوں کا طریقہ نہیں بلکہ محبوبوں کا طریقہ ہے۔ عاشق تو آہ و زاری اور نالہ و
فریاد کرتے ہیں۔ جبکہ محبوب فقط دل میں یاد بساتے ہیں۔

۔ وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لیوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں
اس طریقہ ذکر کے واضح دلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل :- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاذْكُرْ رِبْكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ"

(الاعراف: آیت 205)

[اور ذکر کرو اپنے رب کا اپنے نفس میں گڑ گڑاتے ہوئے خفیہ طریقہ سے مگر اونچی آواز سے نہیں]
مفسرین نے "فی نفسک" کا مطلب "ای فی قلبک" کیا ہے۔ یعنی اپنے دل میں
اپنے رب کا ذکر کرو۔ مزے کی بات یہ ہے کہ واذکر امر کا صیغہ ہے گویا حکم دیا جا رہا ہے کہ ذکر کرو
اپنے رب کا۔ اگر اس حکم کی تعمیل میں مشائخ روزانہ ذکر و مراقبہ کریں تو اسے حکم کی تعمیل کہا
جائے گا یا بدعت؟ ذاکرین پر اعتراض کرنے والے ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں۔

۔ خرد کا نام جنون پڑ گیا جنون کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ویسے بھی "فی نفسک" کا ترجمہ اپنے دل میں، اپنے دھیان میں، اپنی سوچ میں ہی کیا جا
سکتا ہے اپنی زبان سے تو نہیں کیا جاسکتا۔ مراقبہ پر تنقید کرنے والوں کیلئے یہ آیت برہان مبین کا
درجہ رکھتی ہے۔ معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں
"تضرعا و خیفہ" سے ذکر قلبی اور "ودون الجہر من القول" سے ذکر لسانی مراد
ہے۔ اس سے ایک تو ذکر قلبی کا ثبوت ملا دوسرا ذکر قلبی کا ذکر لسانی پر مقدم ہونا ثابت ہوا۔

☆ — بعض مفسرین کو یہ کہتے سنا گیا کہ ذکر قلبی قرآن سے کمال ثابت ہے؟ پہلی بات تو یہ کہ ہر چیز کا قرآن سے ثابت ہونا ضروری نہیں اگر ایسا ہوتا تو حدیث کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ قرآن کافی تھا۔ بلکہ پھر تو صاحب قرآن کے آنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ جبرئیل علیہ السلام کتاب لے آئے اور بس ”یعلمکم دینکم“ والا معلوم ہو جاتا۔ ہر چیز کو قرآن سے تلاش کرنے والے معلوم نہیں حدیث پاک کو کیا سمجھتے ہیں؟ لگتا ہے انہیں نمازوں کی رکعتیں اور زکوٰۃ کی تفصیل قرآن پاک سے مل گئی ہے۔ لہذا اب صرف مراقبہ کی دلیل تلاش کرنا باقی رہ گئی ہے۔ خیر یہ تو تھا الزامی جواب۔ اب تحقیقی جواب کی طرف آئیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”و لا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا“ (کاف: آیت 28)

[اور اس کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا]

اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ ان کی اطاعت نہ کریں جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کی اطاعت کریں جن کے دل میں ہماری یاد ہے۔ ذکر قلبی کے ثبوت میں اس سے بڑی دلیل اور پیش نہیں کی جاسکتی۔

حمدی لاکھ پہ ہماری ہے گواہی تیری

☆ — ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”واذکرو اسم ربکم و تسبتل الیہ تسبیلاً“ (مزل: آیت 8)

[اپنے رب کو یاد کرو اور تمام مخلوق سے کٹ کر اسی ایک کے ہو رہو]

اس آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

(i) اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ یہاں قائل غور نکتہ یہ ہے کہ یہ نہیں کہا گیا رب کا ذکر کرو۔ ظاہر یہ بھی کہہ دیا جاتا تو کافی تھا مگر رب کے نام کا ذکر کرو کا مطلب یہ ہوا کہ رب تو صفاتی نام ہے۔ یہاں ذاتی نام ”اللہ“ کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ لفظ اللہ کا ذکر کرنا رب کے نام کا ذکر کرنا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں لفظ اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(II) اس (اللہ) کی طرف "تبتل" اختیار کرو۔ "تبتل" کتنے ہیں محبوب کی خاطر ہوا سے انتطاع اختیار کرنے کو۔ گویا چاہتے ہیں مخلوق سے توڑو اور رب سے جوڑو۔ یہ انتطاع من الخلق بیٹھے بٹھائے تو نصیب ہونے سے رہا، اس کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کریں؟ مشائخ عظام نے اس کا آسان حل بتا دیا کہ روزانہ کچھ وقت فارغ کر کے یک سو ہو کر یک رو ہو کر بیٹھ جاؤ۔ آنکھوں کو بند کر لو اور بند کرتے وقت یہ سوچو کہ آج تو میں اپنی مرضی سے آنکھیں بند کر رہا ہوں، ایک وقت آئے گا کہ یہ بیٹھ کیلئے بند ہو جائیں گی۔ اس سے دنیا کی بے ثباتی دل میں بیٹھنے کی اور مخلوق سے کٹ کر خالق حقیقی سے جڑنے کا داعیہ پیدا ہو گا۔ اگر طبیعت چاہے تو سر پر کپڑا ڈال لو اور یہ سوچو کہ آج تو اپنی مرضی سے سر پر کپڑا ڈال رہا ہوں ایک وقت آئے گا کہ مجھے کفن پہنا دیا جائے گا اس سے "تبتل" کی کیفیت میں مزید اضافہ ہو گا۔ روزانہ دس پندرہ منٹ، آدھا گھنٹہ اس طرح بیٹھنے سے یہ سبق راسخ ہوتا جائے گا۔ پانی کا قطرہ دیکھنے میں کتنا نرم ہوتا ہے لیکن کسی پتھر پر حواثر کرتا رہے تو اس میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اگر روزانہ اس حالت میں بیٹھ کر اللہ اللہ اللہ کا ذکر کرے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ کی یاد دل میں اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ یہ ساری کیفیت مراقبہ کلماتی ہے اور یہی اس آیت کریمہ کا مقصود ہے۔ اس معنی کا نام "تبتل" رکھیں، مراقبہ رکھیں، محاسبہ رکھیں مگر اس حقیقت سے مفر ممکن نہیں کہ اس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے۔ حاجت ہو کہ مراقبہ قرآن پاک کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

احادیث سے دلائل :- بخاری شریف میں کیف کان بدء الوحی کے باب میں مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نزول وحی سے پہلے کئی کئی دن کا زاولے کر غار حرا میں وقت گزارتے تھے۔ اس وقت نہ تو نماز تھی، نہ قرآن تھا، نہ روزہ تھا، پھر وہاں بیٹھ کر کیا کرتے تھے؟ محدثین نے لکھا ہے کہ ذکر اللہ میں اپنا وقت گزارتے تھے، مخلوق سے ہٹ کٹ کے اللہ سے لو لگانے کا نام مراقبہ ہی تو ہے۔ مشائخ اسی سنت کو زندہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اعتراض کریں کہ یہ تو اعلان نبوت سے پہلے کی بات ہے تو چلیں اعلان نبوت کے بعد کافر مان پیش کیا جاتا ہے۔

”عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یذکر عن ربہ تبارک و تعالیٰ اذ کرفی بعد العصر و بعد الفجر ساعة اکفک فیما بینہما“ (اخرجہ احمد کذا فی الدر)

[حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا کہ عصر اور فجر کے بعد میرا ذکر کیا کرو ان دو وقتوں کے درمیان کی میں کفایت کروں گا]

مشائخ کرام صبح و شام اسی مراقبہ ہی کا حکم دیتے ہیں۔

درج ذیل میں ذکر و مراقبہ کے متعلق اکثر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات قلمبند کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر 1 :- ذکر کا لفظ قرآن پاک کیلئے بھی استعمال ہوا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ جہاں ذکر کرنے کا حکم ہے وہاں قرآن پاک کی تلاوت مراد لے لی جائے؟

جواب :- گو کہ ذکر کا لفظ قرآن پاک کیلئے بھی استعمال ہوا ہے تاہم قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اللہ دو مستقل الگ عبادتیں ہیں۔ طبرانی شریف کی روایت ہے:

”فی حدیث طویل لابی ذرا وصیک بتقوی اللہ فانہ راس الامر کلہ و علیک بتلاوة القرآن و ذکر اللہ فانہ ذکر لک فی السماء و نور لک فی الارض“ (جامع صغیر بروایت طبرانی)

[ایک طویل حدیث میں حضرت ابو ذرؓ سے نبی علیہ السلام کا فرمان منقول ہے کہ میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر کام کی بنیاد ہے اور تمہارے اوپر تلاوت قرآن اور اللہ کا ذکر لازم ہے۔ بیشک یہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر اور زمین میں نور ہے]

اس حدیث پاک میں تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دو مستقل الگ الگ عبادتیں ہیں لہذا جہاں ذکر اللہ کا حکم ہے وہاں تلاوت قرآن مراد نہیں لی جاسکتی۔

سوال نمبر 2 :- مشائخ جو معمولات بتاتے ہیں وہ صبح و شام کرنے ہوتے ہیں، کیا اس کی کوئی اصل بھی ہے؟

جواب :- جی ہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”واذکر ربک کثیرا و سبح بالعشی والابکار“

[ذکر کر اپنے رب کا کثرت سے اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو]

اس آیت میں وضاحت کے ساتھ صبح و شام تسبیحات کرنے کا حکم موجود ہے۔

سوال نمبر 3 :- کیا لیٹ کر بھی مراقبہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب :- جی ہاں کوشش تو یہی ہو کہ بلاشبہ بیٹھ کر مراقبہ کریں۔ کوئی عذر، بیماری وغیرہ کا ہو تو

لیٹ کر بھی مراقبہ کر سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم“

(آل عمران: آیت 191)

اس آیت میں ”جنوبہم“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ لیٹ کر بھی اللہ کو یاد کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر 4 :- بعض لوگ مراقبہ میں اچھلتے کودتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب :- جذب میں آجانا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ کسی آیت میں ”خسروا

للاذقان سجدا“ کے الفاظ ہیں تو کہیں ”خسروا سجدا و بکیا“ کا مضمون ہے۔ کسی

حدیث میں ”فخسر لله سجدا“ کا بیان اس کی دلیل پیش کرتا ہے۔ مشائخ کا فرمان ہے کہ

سالک حتی الوسع اپنی کیفیات کو ضبط کرے اور اگر بے قابو ہونے لگے اور کسی صورت قرار نہ

آئے تو مراقبہ ختم کر دے یہی اولیٰ ہے، اچھلنا کودنا محمود نہیں ہے۔

سوال نمبر 5 :- ذکر سے ترقی زیادہ ہوتی ہے یا فکر سے؟

جواب :- سالک کیلئے پہلے ترقی ذکر سے ہوتی ہے حتیٰ کہ سالک کو فائے نفس نصیب ہوتی ہے

اس سے آگے ترقی فکر سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے کہ سالک کی ترقی نہ ذکر سے

ہوتی ہے نہ فکر سے بلکہ محض عنایت خداوندی سے ہوتی ہے۔

سوال نمبر 6 :- قلب جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب :- عوام الناس کے نزدیک قلب میں نبض کی مانند نرم مگر تیز حرکت کا محسوس ہونا قلب کا جاری ہونا کہلاتا ہے۔ اور خواص کے نزدیک قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ قلب جوارح پر جاری ہو جائے۔ یعنی اعضاء و جوارح پر قلب کا کنٹرول ہو جائے اور وہ شریعت و سنت کے مطابق استعمال ہوں۔

سوال نمبر 7 :- امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ”العبودیت“ میں لکھا ہے:

”ذکر اسم ذات ”اللہ اللہ“ بغیر دوسرے لفظ سے مرکب کئے بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اسم مفرد کے ذکر کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی مسلمانوں کیلئے کوئی اسم مفرد مجروح مشروع کیا ہے۔ اسم مفرد مجروح مفید ایمان نہیں ہو سکتا۔ احادیث نبویؐ سے جملہ مرکب کی تعلیم ثابت ہے مثلاً سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔ کیا یہ ٹھیک نہیں ہے؟

جواب : دلیل 1 :- ”سبحان اللہ“ جملہ مرکب نہیں بلکہ مضاف، مضاف الیہ ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ”سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا“ کے تحت لکھا ہے۔ ”سبحان مصدر لا یکاد یستعمل الا مضافاً منصوباً باضمار فعلہ“ [سبحان مصدر ہے۔ یہ بیشب مضاف اور منصوب ہو کر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا عامل بیشب مقدر ہوتا ہے] لہذا سبحان اللہ کے ساتھ سبحت یا اسح فضل پوشیدہ سمجھا جائے گا۔ اس تمثیل کو سامنے رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ اسم ذات منثوی ہے اور اس سے حرف ندا حذف کرنا جائز ہے۔ قرآن پاک میں اس کی دلیل یوسف اعرض عن ہذا ہے۔ کافہ میں منثوی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

”هو المطلوب اقباله بحرف نائب مناب ادعوا“

[منثوی وہ ہے جس کا ردید ہونا مطلوب ہے ایک حرف کے واسطے سے جو لفظ ”ادعوا“ کا قائم مقام

ہے۔ پس ”اللہ“ در حقیقت ”ادعوا اللہ“ بن کر کلام نام بن جاتا ہے]

دلیل 2 :- کلام عرب میں جملہ اسمیہ میں کبھی کبھی مبتدا کو ذکر کر دیا جاتا ہے جبکہ خبر محذوف ہوتی ہے۔ یہاں بھی اللہ کا لفظ مبتدا ہے اور خالق، رازق، قادر وغیرہ خبر محذوف ہے۔

لگتا ہے کہ امام ابن تیمیہ "کسی عنوان پر لکھتے ہوئے روانی میں یہ اعتراض کر گئے ہیں ورنہ مندرجہ بالا دلائل کے بعد کسی اشکال کی گنجائش نہیں رہتی۔

دلیل 3:- کئی قرآنی آیات سے ذکر اسم ذات بلا ضم فیہ کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً

1- "وَإِذْ كَرَّاسِمَ رَبِّكَ بَكْرَةً وَأَصِيلًا" (الذہر: آیت 25)

2- "وَإِذْ كَرَّاسِمَ رَبِّكَ وَتَبَعَ الْبُحْرَاءُ تَبَعًا" (الزلزلہ: آیت 8)

ان آیات مبارکہ میں رب کے نام کا ذکر "وَإِذْ كَرَّاسِمَ رَبِّكَ" کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص پوچھے کہ رب کا نام کیا ہے؟ تو کہا جائے گا۔ "اللہ"۔ علم کلام کی تمام کتب میں اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کے بارے میں ہے:

"اللہ — اللہ علم لذات الواجب الوجود المستجمع بجميع الصفات الكمال المنزه عن النقص واليزوال"

[لفظ اللہ نام ہے اس ذات کا جس کا وجود ضروری ہے اور تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے اور کمزوریوں اور عیوب سے پاک ہے]

گویا ان آیات سے لفظ اللہ کا ذکر کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی کو ذکر اسم ذات کہا جاتا ہے۔

سوال کیا طریقہ لینے بیٹھے چلتے پھرتے ہر گھڑی ہر آن اسی ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

بقول مجھے ذہول کی قہقہ تو رک سکتی ہے۔ گننا کا تار تو ٹوٹ سکتا ہے مگر کوئل کو گیت

گانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اسی طرح محب کو محبوب کا نام لینے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

مزید وضاحت کیلئے محب و محبوب کے تعلق کا قرآن کے حوالے سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

☆ — محبت بے قرار کر دینے والی اور شدید تر ہو۔

"وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ" اس کی دلیل ہے۔

☆ — محبوب کے حسن و جمال کی باتیں سکر محبت میں اضافہ ہو۔

"إِذَا تَلَمَّحَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا" اس کی دلیل ہے۔

☆ — محب کو محبوب کے ہوا کوئی طلب نہ ہو۔

”الیس اللہ بکاف عبده“ اس کی دلیل ہے۔

☆ — محبوب کے ذکر سے دل کو طمانیت نصیب ہو۔

”الابد کر اللہ تطمئن القلوب“ اس کی دلیل ہے۔

☆ — محبوب کا تذکرہ سنتے ہی دل چل اٹھے۔

”الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم“ اس کی دلیل ہے۔

☆ — جب محب کو محبوب کے ذکر سے روکا جائے تو وہ ساری دنیا کو لات مار کر پیچھے دھکیل دے۔

”قل اللہ ثم ذرہم فی خواصہم یلعبون“ اس کی واضح دلیل ہے۔

دلیل 3 :- مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے قیامت کے متعلق فرمایا:

”لا تقوم الساعة حتی یقال اللہ اللہ“

[قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا]

اگر مفرد مجرور اسم کا ذکر جائز نہ ہوتا تو نبی علیہ السلام بھی فقط ایک ہی مرتبہ اللہ کا لفظ کہتے۔

دو مرتبہ اللہ اللہ کہنا ذکر اسم ذات کے مشروع اور مفید ایمان ہونے کی ٹھوس نبوی دلیل ہے۔

عقلی دلیل :- جب کسی سے محبت ہو تو اس کا نام سنتے ہی محب تڑپ اٹھتا ہے۔ بقول شخصے

م اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

جس طرح محبوب کا نام سننے سے کانوں میں رس گھل جاتا ہے اسی طرح محبوب کا نام لینے

سے دل کو سکون و آرام ملتا ہے۔

۔ کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ

نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

سالک جب بار بار اسم ذات کا ذکر کرتا ہے تو اس کے انگ انگ میں محبت الہی کی مستی چھا جاتی ہے۔

۔ اللہ اللہ اس چہ شیریں است نام شیر و شکر ی شود جانم تمام

[اللہ اللہ کتنا شیریں نام ہے کہ اس کو لینے سے میرا بدن بیٹھے درود کی مانند ہو گیا]

رہا یہ اعتراض کہ فقط اللہ اللہ کے نام کی تلا چنے میں کیا فائدہ اور اس کو رٹنے کا کیا مطلب۔۔۔ تو عرض ہے کہ

ہم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

(3) درود شریف :- سید السوات اور معدن السوات نبی اکرم ﷺ کے امت پر اس قدر احسانات ہیں کہ نہ تو ان کا حق ادا ہو سکتا ہے نہ ہی شمار ہو سکتا ہے۔ لہذا سالک جتنی باتیں کی طور محبت و اخلاص سے درود شریف پڑھے وہ کم ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اس پر سینکڑوں اجر و ثواب عطا فرمادیئے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اولیائے کرام کا صبح و شام کا معمول رہا ہے۔ دلائل و فضائل کے لئے آیات و احادیث بکثرت ہیں۔ اختصار کی وجہ سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل :- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان الله و ملائكتہ يصلون على النبی۔ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" (احزاب: آیت 56)

[بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پر جو خبر ﷺ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو]

اس آیت شریفہ کو "ان" کے لفظ سے شروع فرمایا گیا جو نصیحت تاکید کی دلیل ہے۔ مزید برآں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا جو استمرار اور دوام کی دلیل ہے۔ مفہوم یہ ہوا کہ یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی اکرم ﷺ پر، اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے درود بھیجنے کی نسبت پہلے اپنی طرف کی پھر فرشتوں کی طرف پھر مومنوں کو حکم دیا کہ تم بھی درود بھیجو، احسان کا بدلہ چکا مکالم اخلاق میں سے ہے اور نبی اکرم ﷺ ہمارے محسن اعظم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی مکالت کا طریقہ بتا دیا۔ نبی اکرم ﷺ کی شان محبوبیت کا عجب عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت میں آپ کے نام کو اپنے نام کے

ساتھ ذکر فرمایا۔ آپؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ۔ آپؐ کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ اور آپؐ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:

”اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبرؐ اور ان کے ساتھ ان کے گمراہ پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان (کی شان) کے لائق رحمت اترتی ہے اور مانگنے والے پر ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ اب جس کا جتنا بھی جی چاہے اتنا حاصل کرے۔“

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں امام زین العابدینؒ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے کی نشانی ہے۔

احادیث سے دلائل

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

”عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی صلوۃ واحده صلی اللہ علیہ عشرا“ (رواہ مسلم و ابوداؤد)

[حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں]

❖ — طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر ”براءۃ من النفاق و براءۃ من النار“ لکھ دیتے ہیں۔

❖ — اہم مستغفریؒ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز مجھ پر سو دفعہ درود شریف بھیجے اس کی سواحتیں پوری کی جائیں۔ تمیں دنیا کی باقی آخرت کی۔ مثلاً فتح کنیز اسی لئے ساکنین طریقت کو صبح و شام سو سو دفعہ درج ذیل درود پاک پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

”اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم“ یہ درود پاک نہایت مخفروور جامع ہے۔

❖ علامہ سٹوٹی نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے۔ ایک جو مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے، دوسرے جو میری سنت کو زندہ کرے، تیسرے جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔ کثرت درود کے ثمرات میں سے ہے خطاؤں کا کفارہ ہونا۔ درجات کا بلند ہونا۔ اعمال کا بڑی ترازو میں تکتا ہونا۔ ثواب کا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ہونا۔ خطرات سے نجات پانا۔ نبی علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہونا۔ آپ کا گواہ بننا۔ عرش کا سایہ ملنا۔ حوض کوثر پر حاضری نصیب ہونا۔ قیامت کے دن کی پیاس سے پچنا۔ پل صراط پر سہولت سے گزرنا۔ جہنم سے خلاصی ہونا۔ مرنے سے پہلے مقرب ٹھکانا دیکھ لینا۔ ثواب کا بیس جملوں سے زیادہ ہونا۔ نادر کے لئے صدقہ کا قائم مقام ہونا۔ مل میں برکت ہونا۔ پڑھنے والے کے بیٹے اور پوتے کا مستفیع ہونا۔ دشمنوں پر غلبہ ملنا۔ فتنے سے بری ہونا۔ دل کا رنگ دور ہونا۔ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونا۔ جو شخص ساری دعائوں کو درود بتائے۔ اس کے دنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت ہونا۔ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہونا۔ سالکین طریقت کو چاہئے کہ صبح و شام محبت و ادب کے ساتھ بارگاہ نبوی میں درود کا ہدیہ بھیجا کریں۔

بقول فضے

بے مایہ سہی لیکن شہید وہ بجا بھیجیں

بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

درود شریف کے متعلق پوچھے جانے والے چند عمومی سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

سوال نمبر 1:- جب اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:- ہمارا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اس وجہ سے نہیں کہ نبی علیہ السلام کو اس کی احتیاج ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ہمارا درود تو نبی اکرم ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ مزید برآں ہمارا درود

شریف پڑھنا تو ہمارے اپنے گناہوں کا کفارہ اور درجہ کی بلندی کا ذریعہ ہے۔

سوال نمبر 2:- سنا ہے کہ ایک گنہگار امتی کے پلائے میں نبی اکرم ﷺ چھوٹا سا پرچہ ڈالیں گے تو پلا اچک جائے گا وہ کیسے؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کی قدر ہے جتنا اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی وزن زیادہ ہوگا۔ حدیث البطاحہ یعنی ایک کلو اکلنڈ کا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا۔ ننانوے دفتر گناہوں کے ہونگے اور ہر دفتر متلئے نظر تک پھیلا ہوگا اس پر غالب آجائے گا۔ اس کی دلیل ہے۔

سوال نمبر 3:- کیا درود شریف میں "صلی علی محمد" یا "صلی علی محمد" پڑھ سکتے ہیں۔

جواب:- نہیں پڑھ سکتے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات باریکات عیب سے پاک ہے جبکہ ہم سرپا عیوب و نقائص ہیں پس جو سرپا عیب ہو وہ سرپا پاک کی کیا ثناء بیان کر سکتا ہے۔ بقول مجھے۔

ہزار بار بشویم دہن زمک و گلاب
ہوز نام تو گفتن کمال ہے ادبی است

لذا "اللہم صل علی محمد" میں ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں تاکہ رب طاہر کی طرف سے نبی طاہر ﷺ پر درود و صلوة ہو۔

سوال نمبر 4:- کیا حائضہ عورت درود پڑھ سکتی ہے؟

جواب:- حائضہ عورت اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کا نام لے سکتی ہے۔ کلمہ پڑھ سکتی ہے درود اور استغفار پڑھ سکتی ہے، صرف قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی۔ فقہانے لکھا ہے کہ اگر کوئی مطہر اپنی شاکرہ کو اس حالت میں سبق دینا چاہے تو قرآن کا ایک ایک لفظ جدا جدا کر کے پڑھائے مگر قرآن پاک کو ہاتھ نہ لگائے۔

سوال نمبر 5:- کیا بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے؟

جواب:- جائز ہے مگر بوضو پڑھنا "نور علی نور" ہے۔

سوال نمبر 6:- نبی اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجنے میں کیا حکمت ہے؟
جواب:- بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن اپنے والد کی پشت سے
 مل کے پٹھ میں تشریف لائے۔ نبی اکرم ﷺ جس طرح نبیوں کے سردار ہیں جمعہ کا دن باقی
 دنوں کا سردار بنا۔ پس جمعہ کے دن درود کی کثرت کو مناسبت ہوئی۔

سوال نمبر 7:- درود ابراہیمی میں "اللہم صل علی محمد" کے ساتھ
 "کما صلیت علی ابراہیم" کتنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فضیلت
 نصیب ہے۔

جواب:- عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ "کما" کا لفظ کبھی اعلیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے
 کبھی ادنیٰ کے لئے۔ جیسے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "مثل نوره کمشکوۃ فیہا
 مصباح" (النورہ آیت 35) [اس کے نور کی مثل اس طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو]
 ملائکہ اللہ جل شانہ کے نور کو چراغوں سے کیا نسبت، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں
 اس سوال کے دس جواب لکھے ہیں مکتوبات امام مجدد الف ثانی میں بھی اس کی تفصیلات بیان کی
 گئی ہیں۔

(4) — استغفار

روزانہ صبح و شام ایک سو مرتبہ استغفار پڑھنا، مثلًا تفسیر ایک نہایت مختصر اور جامع
 استغفار پڑھتے ہیں "استغفر اللہ ربی من کل ذنب و التوب الیہ" قرآن و حدیث
 سے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر 1:- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"استغفروا لکم ذنوبکم ثم توبوا الیہ" (حورن آیت 52) [تم استغفار کرو اپنے رب
 کے سامنے اور توبہ کرو] اس آیت کریمہ میں استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس مثلًا تفسیر اسی
 حکم کی روزانہ تعمیل کرتے ہوئے نہایت ندامت سے استغفار پڑھتے ہیں اور یہی تعلیم اپنے

سا لکھیں کو بھی دیتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:- حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

"فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا۔ يرسل السماء عليكم مدرارا۔ ويمددكم باموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم النهارا" (سورة نوح: آیت 10-12)

[پس میں نے (ان سے) کہا کہ اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو، بیشک بخشش ان کی دائمی صفت ہے۔ وہ تم پر بارش نازل فرماتے ہیں اور بارش بھی موسلا دھار، اور مال و اولاد دے کر تمہیں پہنچاتے ہیں اور تمہاری خاطر نباتات اور نموں کا انتظام کر رکھا ہے]

دلیل نمبر 3:- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ماکان اللہ ليعذبہم وانت فیہم وماکان اللہ معذبہم وهم يستغفرون" (الانفال: آیت 33)

[حق تعالیٰ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب نہیں دیں گے۔ اور (اسی طرح) جب وہ استغفار کر رہے ہوں تو بھی ان کو عذاب نہیں ہوگا]

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"کان فیہم امان النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاستغفار فذهب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبقی الاستغفار" (ابن کثیر جلد 2 صفحہ 312)

[امت میں عذاب سے بچنے کے لئے دو ذریعے تھے نبی اکرم ﷺ اور استغفار، نبی اکرم ﷺ تو اس دنیا سے رخصت ہوئے البتہ استغفار اب بھی باقی ہے]

دلیل نمبر 4:- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کانوا قلیلا من النیل ما یہجعون ، وبالا سحرار ہم يستغفرون" (الذاریات: آیت 17، 18)

[یہ حضرات رات کو بہت کم سوتے ہیں اور سحر کے اوقات میں مغفرت طلب کرتے ہیں]

احادیث سے دلائل

دلیل نمبر 1:- بخاری شریف کی روایت ہے:

”عن ابی ہریرہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لا استغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرة“
[حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، یہ عمل دن میں ستر مرتبہ سے بھی بڑھ جاتا ہے]

دلیل نمبر 2:- تفسیر بیضاوی صفحہ 521 پر مرقوم ہے:

”وروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ مائۃ مرة“ (رواہ البخاری والتسلی وابن ماجہ)

[حضور ﷺ نے فرمایا ”میں بعض اوقات دن اور رات میں سو سو مرتبہ بھی استغفار کرتا ہوں۔“]
محدثین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روزانہ ستر مرتبہ یا سو مرتبہ استغفار پڑھنا اظہار عبودیت اور تعلیم امت کے لئے تھا۔ حالانکہ آپ تو بخشے بخشائے تھے۔ ”لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر“ اس پر قوی دلیل ہے۔

دلیل نمبر 3:- ”عن ابی بکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال، علیکم بلا الہ الا اللہ والاستغفار فاکثر منها فان ابلیس قال انما اهلکت الناس بالذنوب واهلکونی بلا الہ الا اللہ والاستغفار الی آخرہ“ (تفسیر مظہری جلد 10 صفحہ 484)

[حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم پر ”لا الہ الا اللہ“ اور استغفار کی کثرت ضروری ہے کیونکہ ابلیس نے کہا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا ہے اور وہ مجھے لالہ اور استغفار سے ہلاک کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر 4:- علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر جلد 2 صفحہ 460 پر استغفار کے متعلق لکھتے ہیں:

”عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لزم الاستغفار جعل الله له من كل فرجا ومن كل ضيق مخرجاً ورزقه من حيث لا يحتسب“ (ابوداؤد جلد 1 صفحہ 220)

[حضرت ابن عباسؓ نبی اکرم ﷺ کا فرما نقل کرتے ہیں کہ جس نے استغفار پر دوام اختیار کیا حق تعالیٰ اس کو ہر غم اور تکلیف سے خلاصی عطا فرماتے ہیں اور اس کو ایسے طور پر رزق دیتے ہیں جس کا اسکو گمان بھی نہیں ہوتا]

دلیل نمبر 5:- حضرت فضالہ بن عبیدہؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”العبد آمن من عذاب الله ما استغفر الله عز وجل“

(ابن کثیر جلد 2 صفحہ 312)

[بدرہ جب تک استغفار کرتا رہتا ہے۔ عذاب خداوندی سے محفوظ رہتا ہے]

پس سالک کو چاہئے کہ روزانہ استغفار پڑھتا اور اپنے گناہوں سے توبہ تائب ہونا لازمی سمجھے۔ ”اکمال الشیم“ میں لکھا ہے۔ اے دوست! تیرا توبہ کی امید پر گناہ کرتے رہنا اور زندگی کی امید پر توبہ کو منحصر کرتے رہنا تیری عقل کا چراغ گل ہونے کی دلیل ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا“ (التحریم: آیت 8)

[اے ایمان والو! حق تعالیٰ کی طرف پکی توبہ اختیار کرو]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

”و تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“

(النور: آیت 31)

[اے ایمان والو! حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ]

ائمہ کرام کا اجماع ہے توبہ کے واجب ہونے پر، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے توبہ کے دروازوں کو کھلا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ غرغرة موت آجائے یا پھر سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو

جائے۔

☆ — ترمذی شریف کی روایت ہے:

”ان الله عز وجل يقبل توبة العبد ما لم يغفر“

[حق تعالیٰ بڑے سکرات الموت میں جٹا ہونے سے قبل اس کی توبہ قبول فرمالتے ہیں]

☆ — مسلم شریف کی روایت ہے:

”من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربها تاب الله عليه“

[حق تعالیٰ کی طرف سے توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں کرتا]

☆ — چنانچہ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو اسی طرح بخشا جاتا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

”التائب من الذنب كمن لا ذنب له“

[گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو]

☆ — اگر اللہ تعالیٰ کو پیار آ جائے تو نہ صرف گناہوں کو بخشے ہیں بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

”فما لو شكك يبدل الله ميساتهم حسنات“ (الفرقان: آیت 70)

[میں یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیں گے]

☆ — حضرت عمران بن حصینؓ سے مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے ایسی ہی توبہ کی کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لقد تاب توبة لو قسمت بين سبعين من اهل المدينة لو سعتهم“

[اس شخص نے ایسی ہی توبہ کی ہے کہ اگر ستر آدمی جو مدینہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم کر دیکھائے تو ان کو کفلی رہے]

☆ — روایت ہے کہ ایک صحرا میں سفر کر رہا تھا کہ ایک جگہ تھک کر سو گیا۔ جب جاگا تو

دیکھا کہ اونٹنی کہیں چلی گئی ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود نہ ملی حتیٰ کہ اسے یقین ہو گیا کہ مجھے اس

صحرا میں شدت بھوک و پیاس سے موت آ جائے گی۔ عین اس پابوسی کے عالم میں اونٹنی آگئی تو وہ

مخص کرنے لگا۔ ”اللهم انت عبدی وانا ربک“ [یا اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب] ”اخطاء من شدة الفرح“ [وہ مخص شدید خوشی کی وجہ سے غلط کہ بیٹھا] جتنی خوشی اس مسافر کو ہوئی اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے جب کوئی بندہ توبہ تائب ہوتا ہے۔

☆ — بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب شیطان کو مردود بنا دیا گیا تو اس نے مہلت مانگی ”رب فانظرنی الی یوم یبعثون“ [یا اللہ مجھے قیامت تک مہلت دے دے] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم“ [جاتے وقت معین تک مہلت دی گئی] پس سوچنے کی بات ہے کہ اگر شیطان ملعون کو مہلت مل سکتی ہے تو امت محمدیہ کے گنہگاروں کو کیوں نہیں مل سکتی۔

☆ — تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 178 میں لکھا ہے۔

”وفی روایۃ قال ابلیس وعزتک وجلالک لا ازال اغوینہم مادامت ارواحہم فی اجسادہم فقال اللہ عزوجل عزتی وجلالی لا ازال اغفرلہم ما استغفروانی“

شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ اے اللہ! میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا۔ ”ولا تجدوا کشرہم شکریں“ (الاعراف: آیت 17) [اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے] جب شیطان نے بہکانے کی قسمیں کھائیں تو رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ فرمایا ”شیطان! تو میرے بندوں کو درغلانے کی قسمیں کھاتا ہے اب میری بات بھی سن لے۔ میرے بندے بمقامائے بشریت گناہ کرتے رہیں گے کرتے رہیں گے۔ اگر موت سے پہلے پہلے توبہ کر لیں گے تو ”فبعزتی وجلالی“ [مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں ان کے گناہوں کو معاف کر دوں گا]

☆ — ایک بوڑھے میاں کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں چند نوجوان آپس میں بحث مباحثہ کرتے نظر آئے۔ قریب سے گزرنے لگے تو ایک نوجوان نے کہا باباجی! ہمیں ایک مسئلہ بتا دو۔ ایک مخص جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے یا وہ مخص جو بڑا گنہگار ہو مگر اس نے سچی توبہ کر لی ہو۔ دونوں میں سے کس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ہوتی ہے۔ بوڑھے میاں نے کہا بچو!

میں کپڑا بناتا ہوں میرے لیے لمبے دھانگے ہوتے ہیں جب کوئی ٹوٹے تو میں اس کو گرہ لگاتا ہوں۔ تاہم اس پر نظر رکھتا ہوں کہ وہ دوبارہ نہ ٹوٹ جائے۔ ممکن ہے کہ جس گنہگار نے گناہوں کی وجہ سے اللہ سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد بھی توبہ سے گانٹھ باندھی اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو، کہ یہ بندہ کہیں پھر نہ ٹوٹ جائے۔ ”سبحان اللہ“۔

❖ — فرمایا گیا کہ اے میرے بندے! اگرچہ تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، اگرچہ تیرے گناہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کے برابر ہیں، اگرچہ تیرے گناہ ساری دنیا کی ریت کے ذرات کے برابر ہیں یا سارے سمندروں کی جھاگ کے برابر ہیں پھر بھی تیرے گناہ تھوڑے ہیں میری رحمت زیادہ ہے تو آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ کو قبول کر لوں گا۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اے میرے بندے! اگر تو نے توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ اے میرے بندے تو نے سو دفعہ توبہ کی اور سو دفعہ توڑ بیٹھا میرا دل اب بھی کھلا ہے آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ کو قبول کر لوں گا۔ سچ کہا گیا۔

”امۃ مذبذبۃ ودب غفور“ [امت گنہگار ہے اور رب کریم بخشنار ہے]

(5) — تلاوت قرآن مجید

روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر 1: — ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”هَاقُمُوا مَا تيسر من القرآن“ [قرآن پاک کی تلاوت کرو، جتنا قدر تم سے ہو سکے]

اس آیت کریمہ میں قرآن پاک کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی کی تعمیل میں مشائخ حضرات سالکین طریقت کو تلاوت قرآن پاک کی تلقین کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2: — ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”الذین آتینہم الکتاب یصلونہ حق تلاوتہ“ (البقرہ: آیت 121)

[جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ اسکی تلاوت کا حق ادا کر رہے ہیں]

احادیث سے دلائل

دلیل نمبر 1:- طبرانی نے جامع الصغیر میں روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی کو نصیحت کی۔

"او صبیك بتقوى الله فانه راس الامر كله وعليك بتلاوة القرآن وذكر الله فانه ذكر لك في السماء ونور لك في الارض"

[میں تجھے خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔ اور تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم رکھ۔ کیونکہ یہ آسمان میں تیرے ذکر کا سبب ہیں اور زمین میں تیری ہدایت کا]

دلیل نمبر 2:- ایک حدیث حضرت ابو ذرؓ سے منقول ہے:

"عن ابی ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليك بتلاوة القرآن فانه نور لك في الارض وذكر لك في السماء"

[فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تم پر تلاوت قرآن ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تیرے لئے زمین میں ہدایت کا سبب ہے اور آسمان میں یہ تمرا ذخیرہ (جمع ہو رہا) ہے]

دلیل نمبر 3:- یہی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے:

"عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان هذه القلوب تصدأ كما تصدأ الحديد اذا اصابه الماء قيل يا رسول الله وما جلاءها قال كثرة ذكر الموت وتلاوة القرآن"

[فرمایا نبی اکرم ﷺ نے ان دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے۔ جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! ان کو صاف کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا موت کا ذکر کثرت سے کرو، اور تلاوت قرآن پاک کثرت سے کرو]

دلیل نمبر 4:- امام ابو داؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے:

”عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قام بعشر آيات لم يكتب من الغافلين ومن قام بمائة آية كتب من القانتين ومن قام بالف آية كتب من المقنطرين“ (ابوداؤد جلد 1 صفحہ 205)

[حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس آدمی نے نفلوں میں کھڑے ہو کر دس آیات پڑھیں، ایسا شخص غافلین میں شمار نہیں ہوگا اور جس شخص نے سو آیات پڑھیں ایسا شخص عبادت گزار لوگوں میں شمار ہوگا اور جس نے ایک ہزار آیات پڑھیں وہ اجر کے خزانے کو جمع کرنے والوں سے ہوگا]

• دلیل نمبر 5:- امام بخاریؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

”عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما رواية طويلة وفيه قال عليه الصلوة والسلام اقرأ القرآن في كل شهر“

(بخاری جلد 1 صفحہ 755 ابوداؤد جلد 1 صفحہ 205)

[حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ایک لمبی روایت ہے اور اس میں حضور ﷺ نے فرمایا ”تم از کم“ ایک ماہ میں قرآن کا ختم ضرور کرو]

(6) — رابطہ شیخ

تمام معمولات کا اصل اصول رابطہ شیخ ہے۔ دین سیکھنے کے لئے شیخ سے رابطہ رکھنا یعنی گاہے گاہے حاضر خدمت ہو کر، یا خط و کتابت یا ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے اپنے حالات سے شیخ کو باخبر رکھنا اور ان کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا۔

قرآن مجید سے دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”واتبع سبيل من اناب الي“ (لقمان: آیت 15)

[ان لوگوں کے رستے پر چلو، جو میری طرف رجوع کر چکے ہوں]

پیر و مرشد میں چونکہ اثبت الی اللہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے لہذا ان کی پیروی کرنا

آیات بالا کے مطابق حکم الہی کی تعمیل ہے۔ اتباع کے لئے اطلاع ضروری ہوتی ہے اور اسی کو رابطہ شیخ کہتے ہیں۔

احادیث سے دلائل

دلیل نمبر 1:- حدیث پاک میں ہے:

”عن ابی ہریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من ینخالل“ (ابوداؤد، ترمذی)
[ہر شخص اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے پس اس کو دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس شخص سے دوستی کر رہا ہے]

حدیث بالا کے مطابق انسان اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے پس سالک کو چاہئے کہ وہ شیخ کی محبت کو لازم پکڑے ان کو اپنا خلیل اور اپنا رہبر و رہنما جانے تاکہ ان کی مانند دین کے رنگ میں رنگ جانا آسان ہو، ترمذی شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ”لا تصاحب الا مگو منا“ [ایماندار کے علاوہ کسی اور کو دوست مت بناؤ] یہی محبت شیخ اور رابطہ شیخ ہے۔

دلیل نمبر 2:- حدیث پاک میں ہے:

”المرء مع من احب“ (بخاری و مسلم)

[ہر شخص کا شر و شر اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا]

یہ حدیث مبارکہ سالکین طریقت کی تسلی کے لئے کافی و کافی شافی ہے۔ سالک اپنے شیخ سے رابطہ اگر مضبوط سے اضبط بنائے گا، تو محبت بھی شدید پائے گا۔ یہی علامت ہے قیامت کے دن ”المرء مع من احب“ کا مژدہ جاننا بخشنے کی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ”انت مع من احببت“ [تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو نے محبت کی] پس رابطہ شیخ ہی تمام معمولات کا خلاصہ اور نچوڑ ٹھہرا اور یہی ”صراط الذین انعمت علیہم“ کی تفسیر ہے۔

دلیل نمبر 3 :- حدیث پاک میں ہے:

”علیکم بمجالسة العلماء واستماع کلام الحكماء فان الله تعالى یحیی القلب المیت بنور الحکمة کما توحی الارض المیت بماء المطر“ (الترغیب والترہیب)

[علاء کی مجلس میں بیٹھا کرو، اور دانا لوگوں کی باتیں سنا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور کیساتھ مردہ دلوں کو زندہ فرماتے ہیں۔ جس طرح بجز زمین کو بارش کے پانی سے زندہ کرتے ہیں]

صحبت شیخ میں وقت گزارنا اسی فرمان نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

دلیل نمبر 4 :- حضرت ابوسعیدؓ سے ایک حدیث پاک میں بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا قصہ منقول ہے جس نے 100 قتل کئے پھر تادم و شرمندہ ہوا تو کسی نے اسے صلیب کی ہستی میں جانے کے لئے یوں کہا۔

”انطلق الی ارض کذا و کذا فان بها اناسا یعبدون الله تعالى فاعبد الله معهم“ (ریاض الصالحین)

[فلاں فلاں علاقہ میں جاؤ، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ ہوں گے، تم بھی ان کے ساتھ عبادت میں شریک ہو جاؤ]

سالک جب اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہیں مریدین کا مجمع ”اناسا یعبدون الله تعالى“ کا صداق بن کر موجود ہوتا ہے پس اسے ”فاعبد الله معهم“ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

عقلی دلیل :- جب کوئی مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو ڈاکٹر مرض تشخیص کرنے کے بعد نسخہ لکھ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ کہ آپ گھر جائیں اور اتنے اتنے دن یہ دوائی استعمال کریں۔ پھر مجھے آکر حقیقت سے آگاہ کریں۔ اسی طرح مرشد اپنے مرید کو بیعت کرنے کے بعد معمولات کا روحانی نسخہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر جا کر معمولات کی پابندی کریں اور گاہے بگاہے اپنے حالات سے مطلع کرتے رہیں اسی کا نام رابطہ شیخ ہے۔

اشعار سے دلائل :- شعراء امت نے رابطہ شیخ کی اہمیت میں جو اشعار کہے ہیں ان میں سے

چند ایک ہدیہ قارئین کے جاتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہمیشی باخدا اوشیند در حضور اولیاء
[جو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی چاہتا ہے وہ اولیاء کے حضور میں بیٹھ جائے]

صحت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند
[یک لوگوں کی صحبت تجھے نیک کرے گی اور بدوں کی صحبت تجھے برا بنا دے گی]

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
[اگر تو خارہ اور مرمر پتھر بن جائے جب کسی صاحب دل کی خدمت میں پہنچ جائے گا تو موتی بن جائے گا]

قل را بگردار مرد حال شو پیش مرد کاٹے پامال شو
صد کتب و صد ورق در تار کن جان و دل را جانب دلدار کن
[قل کو چھوڑو حال پیدا کرو، کسی کمال شخص کے سامنے پامال ہو جاؤ تو صاحب حال بن جاؤ گے سو کتب اور سو ورق کو آگ میں ڈال، دل اور جان کو دلدار کی طرف متوجہ کر]

گلے خوشبوئے در حمام روزی رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم تو مٹھی یا منیری کہ از بوئے دل آویز توستم
بگفتا من اگل ناچیز بودم ولیکن بدتے باگل نشستم
جل ہمیشیں در من اثر کرو وگرنہ من ہل خاکم کہ ہستم
[ایک دن حمام میں خوشبودار مٹی ایک محبوب کے ہاتھ سے مجھے ملی، میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مٹک ہے یا مہر کہ میں تیری پیاری خوشبو سے مست ہوں اس نے جواب دیا کہ میں تو ناچیز مٹی تھی لیکن ایک مدت تک پھول کی ہم نشین رہی ہوں میرے ہم نشین کے گل نے مجھ پر اثر کیا ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں جو پہلے تھی۔]

جلا، دچی ہے شمع کنہ کو موج نفس اکی
یہ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آہستوں میں
نہ پوچھ بن غرق پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ اگو
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
خدا ایا کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
نہیں ملتا یہ گوہر بلا شاہوں کے خزیروں میں

باب 10

معمولات شب و روز

☆ — سالک کو چاہیے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کیلئے اٹھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا قول ہے ”محر فیزی میں مرنے کا تہجد پر سبقت لے جانا تیرے لئے باعث ندامت ہے۔“ حضرت جنید بغدادیؒ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے اور فرمایا ”سب کشف و کرامت اڑ گئے۔ بس رات کے آخری حصے کے چند نفل کام آئے۔“ حضرت خواجہ ابو سعید ابو الخیرؒ کی رباعی تہجد کے بارے میں مشہور ہے۔

شب خیز کہ عاشق شب راز کند گرد در و بام دوست پرواز کند
ہر جا کہ درے بود لبشب در بند الا در دوست را کہ لبشب باز کند
[رات کو اٹھو اس لئے کہ عاشق رات کو راز و نیاز کرتے ہیں دوست کے دروازے اور چمت کے ارد گرد پرواز کرتے ہیں۔ ہر جگہ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں سوائے دوست کے دروازے کے جسے رات کو کھول دیتے ہیں]

☆ — خواب سے بیدار ہونے کے بعد مسنون دعا پڑھے۔ بند جو تا ہو تو بھاڑ لے پہلے دایاں پنے پھر بایاں پنے اور مسنون دعاؤں کی رعایت کرتے ہوئے بیت الخلاء اور وضو سے فارغ ہو (مختلف اوقات کی مسنون دعاؤں کا پڑھنا بہت اہم ہے اس میں ہرگز سستی نہ کرے۔ اس سے وقوف قلبی رکھنے میں تقویت ملتی ہے۔)

☆ — حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے منقول ہے کہ بعد از وضو تین بار کہے
”خداوند! آنحضرت تو باز ششم از ہریدی و تقصیرے کہ بر من گزشتہ است“
[اے اللہ میں نے ہر اس گناہ اور خطا سے توبہ کی جس کا میں مرتکب ہو چکا ہوں]

اس دعا کا مقصد توبہ و استغفار ہے تاکہ ظاہری وضو کے ساتھ باطنی طہارت بھی نصیب ہو اس سے نماز میں ”ان تعبد اللہ کانک تراء فان لم تکن تراء فانہ یراک“ کی کیفیات نصیب ہونے میں آسانی ہوتی ہے۔ صوفیہ کا مقصد یہی ہے۔

☆ — ہر مرتبہ وضو کرنے کے بعد دو رکعت صلوٰۃ تحیتہ الوضو پڑھا کرے۔ منقول ہے کہ معراج کے وقت نبی علیہ السلام نے جنت میں حضرت بلالؓ کے چلنے کی آواز سنی۔ واپسی پر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تحیتہ الوضو پابندی سے پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔

☆ — نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کا معمول تھا کہ پہلے دو گانہ میں آیت الکرسی والا رکوع اور سورہ بقرہ کا آخری رکوع پڑھتے۔ پھر آٹھ رکعت میں دس دس آیات پڑھ کر سورۃ یٰسین مکمل کرتے۔ آخری دو رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے۔ (حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کی صحبت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے فیضان پایا۔ آپ ان دونوں حضرات کے پیر تعلیم کہلاتے ہیں۔)

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتھیؒ فرمایا کرتے تھے ”تہجد کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھنے پر تین دل ملتے ہیں۔

”رات کا دل یعنی آخری پر، قرآن کا دل یعنی سورۃ یٰسین، انسان کا دل، ان تین دلوں کا

اجتماع قبولیت دعا کا سبب بنتا ہے۔“

☆ — حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا قول ہے ”اگر کبھی تہجد ترک ہو جائے تو دوسرے دن

نصف النہار سے پہلے نفل پڑھ لے۔ جس سالک کو اٹھنے کا یقین نہ ہو وہ نوافل پڑھ کر سوئے۔“

☆ — حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ تہجد کی دعا میں درج ذیل اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

چوں بدرگاہ تو خود را در پناہ آورده ام یا الہ العالمین بار گناہ آورده ام
بر درت زیں بار خود پشت دو تہ آورده ام عجز و زاری بر در عالم پناہ آورده ام

من نمی گویم کہ بوم سالما در راه تو ہستم آن گمراہ اکنون رو بہ آوردہ ام
چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست نیستی و حاجت و عذر و گناہ آوردہ ام
دل و درویشی و دلہشی و بے خوشی بہم این ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام
چشم رحمت بر کشا موئے سفید من بہ ہیں زانکہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
[چونکہ آپ کی درگاہ میں اپنے آپ کو پناہ میں لے آیا ہوں۔ یا اللہ العالمین گناہ کا بوجھ لے آیا ہوں۔
تیرے در پر اپنے اس بوجھ کی وجہ سے اپنی کرد و کلے کر کے لے آیا ہوں۔ عالم کو پناہ دینے والے کے در پر
عجز و زاری لے کر آیا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سالما تیری راہ میں تھا میں وہی گمراہ ہوں کہ اب راہ کی طرف
رخ کر کے آیا ہوں۔ چار وہ چیزیں لے کر آیا ہوں۔ اے بادشاہ جو آپ کے خزانہ میں نہیں ہے۔ عدم و
حاجت و عذر و گناہ لے کر آیا ہوں۔ دل اور فقیری اور زخمی دل اور بے یار و مددگاری ان سب کو تیرے عشق
کے دعویٰ پر گواہ لے کر آیا ہوں۔ رحمت کی نگاہ فرمائیں اور میرے سفید بالوں کو دیکھیں۔ اس لئے کہ
شرمندگی سے سیاہ چہرہ لے کر آیا ہوں]

کبھی کبھی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے منسوب ”دعائے صدیقی“ یا ”مناجات صدیقی“
بھی پڑھ لیا کرے۔

دعا سے فراغت پر سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔ کسی نے شیخ العرب
والعجم حضرت مولانا عبدالغفور عباسیؒ سے پوچھا ”استغفار پہلے پڑھیں کہ درود شریف“۔ فرمایا کہ
استغفار کی مثال کپڑے دھونے والے صابن کی سی ہے۔ جبکہ درود شریف کی مثال کپڑے پر
لگانے والے عطر کی سی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کپڑے کو پہلے عطر لگائیں یا صابن سے دھوئیں؟
سائل نے عرض کیا ”حضرت پہلے صابن سے دھونا چاہیے پھر عطر لگانا چاہیے۔“ فرمایا ”بس اسی
طرح پہلے خوب ناوم و شرمندہ ہو کر استغفار پڑھیں تاکہ دل دھل جائے پھر محبت و عقیدت سے
درود شریف پڑھیں تاکہ عطر لگے اور محبت رسولؐ کی خوشبو انگ انگ میں سما جائے۔“

تسمیعات کے بعد ذکر و مراقبہ یعنی جو سبق شیخ نے تلقین کیا ہو اس میں مشغول ہو جائے اور
خطرات کو دور کرتے ہوئے پوری توجہ سے مراقبہ کرے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ
نے حضرت مولانا محمد یعقوب چرنیؒ کو نصیحت کی تھی۔

”پیش از صبح بمسبح باطن مشغول باشی“

[صبح سے پہلے باطنی سبق میں مشغول ہو جایا کریں]

☆ — نماز فجر کی دو سنتیں گھر پر ادا کرے کہ یہ بھی سنت ہے پھر فرض نماز باجماعت تکبیر اولیٰ سے ادا کرنے کیلئے مسجد جائے۔ فرض نمازوں میں تکبیر اولیٰ کی حفاظت کرنا اپنے اوپر لازم سمجھے کہ صلحاء کا شعار ہے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی تکبیر اولیٰ کئی کئی بار تک فوت نہیں ہوتی تھی۔

☆ — مسجد میں مسنون دعائیں پڑھ کر داخل ہو۔ اعتکاف کی نیت کر لیا کرے۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا سخت برا سمجھے۔ ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھے تاکہ کمال یکسوئی نصیب ہو۔

☆ — ہر نماز کے بعد تسمیحات فاطمہ، تیسرا کلمہ ایک مرتبہ، آیت الکرسی، فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ ”اللہم اجرنی من النار“ دس مرتبہ ”اللہم اغفر لی و للمؤمنین و المؤمنات و المسلمین و المسلمات“ حضرت مرشد عالم اس معمول کی پابندی فرماتے تھے۔

☆ — اس کے بعد ایک پارہ قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ حفاظ اپنی منزل کے حساب سے پڑھیں۔ سورۃ ثین روزانہ پڑھنے کا معمول بنائے۔

☆ — جب سورج ایک یا دو نیزے کی قدر بلند ہو جائے تو چار رکعت نماز اشراق ادا کرے۔ اس پر ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب چرنیؒ فرماتے تھے۔ اشراق کے بعد دس مرتبہ ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و هو علی کل شیء قدیدر“ پڑھیں۔ یہ وصیت انیس حضرت سیف الدین باغوزیؒ نے کی تھی۔ (رسالہ النبیہ ص 33)

☆ — مشائخ بخارا کا معمول ہے کہ اشراق کے نوافل میں استحارہ کی نیت بھی شامل کرتے ہیں۔ بعد میں تھوڑی دیر نیند کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ پورے دن کے معاملات کو واضح فرمائے۔ مزید برآں ہر نماز کے بعد سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، چاروں قل پڑھ کر نبی علیہ السلام اور جمیع

مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

☆ — اس کے بعد جو شخص علم پڑھنے یا پڑھانے کا شغل رکھتا ہو وہ اس میں مشغول ہو جائے۔ اگر تاجر یا ملازم ہو تو شرعی مسائل کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جائے۔ حق تعالیٰ کی یاد کو لازم پکڑے تاکہ ”رجال لا تلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله“ پر عمل نصیب ہو۔ اس کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ یعنی ہاتھ کام کاج میں مشغول دل یا د خدا میں مشغول۔

☆ — جب سورج خوب اونچا ہو جائے تو چار رکعت نوافل چاشت ادا کرے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا فرمان ہے۔

”چاشت کی پہلی رکعت میں والشمس وضحها۔ دوسری میں والیل اذا يغشى تیری میں والضحیٰ اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے۔“

(رسالہ انفاس نفیہ ص 7)

☆ — جو حضرات دنیاوی مشاغل کی وجہ سے یا دفتری پابندی کی وجہ سے بالمرجوری نماز چاشت نہ پڑھ سکتے ہوں وہ اشراق کے وقت دو رکعت نماز اشراق اور چار رکعت نماز چاشت کی نیت سے پڑھ لیں۔ فی زمانہ یہی معمول بہتر ہے۔

☆ — دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد گنجائش ہو تو قیلولہ کرے کیونکہ سنت رسول مقبول ﷺ ہے۔ اس سے تہجد کی پابندی آسان ہو جاتی ہے۔ جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر نماز کی چار سنتیں گھر پر پڑھے جبکہ فرض باجماعت ادا کرے۔

☆ — حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا فرمان ہے کہ ظہر کے بعد تین مرتبہ کلمہ بازگشت پڑھیں۔ ”خداوند مقصود من توئی و رضائے تو۔ مرا محبت و معرفت ذوق و شوق خود بدہ“

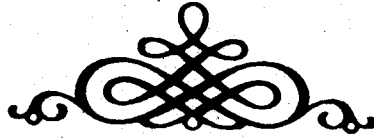
(رسالہ انفاس نفیہ ص 84)

☆ — ظہر کے بعد پھر کام کاج میں مشغول ہو جائے۔ فرصت ہو تو حسب اجازت شیخ دلائل الخیرات یا حزب البحر وغیرہ پڑھ کر ایک مرتبہ شجرہ شریف پڑھ لے۔ وقت میں گنجائش ہو تو حدیث و فقہ کی کتب یا تصوف کی کتابیں خصوصاً مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات معصومیہ و حالات مشائخ

- سلسلہ نقشبندیہ وغیرہ پڑھے۔ بعض مشائخ کا معمول ظہر کے بعد سورۃ فتح پڑھنے کا بھی ہے۔
- ☆ — نماز عصر کے بعد اور اردو وظائف میں مشغول ہو جائے۔ حضرت خواجہ دوست محمد قدھاریؒ کا فرمان ہے کہ سالک اپنے لطائف پر حسب ذیل ترتیب سے مراقبہ کرے۔
- ”لطیفہ قلب پر اسم اللہ 5000 مرتبہ۔ لطیفہ روح پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ سر پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ خفی پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ اخفی پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ نفس پر 2000 مرتبہ۔ لطیفہ قالب 1000 مرتبہ یعنی کل 12000 مرتبہ ذکر اسم ذات کرے۔“
- ☆ — نماز مغرب باجماعت ادا کر کے چھ سے بارہ رکعت نماز اوایین کی نیت سے پڑھے۔ اس کے بعد سورۃ واقعہ اور سورۃ المجدہ اور سورۃ دخان کی تلاوت کرے۔
- ☆ — پھر کھانے پینے سے فارغ ہو کر عشا کی نماز باجماعت ادا کرے۔ 100 مرتبہ استغفار اور 100 مرتبہ درود شریف پڑھے۔ پھر سورۃ ملک پڑھے۔
- ☆ — حضرت مرشد عالمؒ کا معمول تھا کہ ایک مرتبہ درود شریف ایک مرتبہ فاتحہ، ایک مرتبہ آیت الکرسی، ایک ایک مرتبہ چاروں قل پھر ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے گرد حصار بناتے، پھر رات کو سویا کرتے تھے۔ یہ حفاظت کیلئے بہت مفید ہے۔
- ☆ — سالک کو چاہیے کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی، معوذتین اور تسمیحات فاطمہ کا اہتمام کرے۔ جمعہ کے دن صلوۃ التبیح پڑھے۔ اخیر عشرہ رمضان میں اعتکاف کی کوشش کرے۔ نصف شعبان، یلۃ القدر، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کا قیام کرنے کی کوشش کرے۔
- ☆ — ایام بیض (13-14-15) ماہ قمری حسب سے روزہ رکھنا، شوال کے چھ روزے، ماہ ذوالحجہ کی نویں تک نو روزے، یوم عاشورہ، پندرہویں شعبان، آٹھ روزے اول ماہ رجب و شعبان کے رکھنے کی کوشش کرے۔ مجرد ہو تو نفلی روزے خوب رکھے۔ ایک دن روزہ ایک دن افطار بہترین عمل ہے۔ ہمیشہ روزہ رکھنا کمودہ ہے۔
- ☆ — اگر قضا نمازیں اور روزے وغیرہ ذمہ باقی ہو تو پہلے ادا کرنے لازمی ہیں۔ مختلف مواقع کی مسنون دعائیں یاد کر کے موقع بہ موقع پڑھتا رہے۔

☆ — اپنی روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کا خیال رکھے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قوی مومن کمزور مومن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ہمارے مشائخ صبح یا شام جو وقت مناسب ہو تا چل قدمی کیا کرتے ہیں۔

☆ — اگر معمولات میں کمی بیشی چاہے تو اپنے شیخ کی اجازت سے کرے۔



باب 11

معارف و حقائق

نوٹ:- ساکین طریقت کی افادت کیلئے تصوف کی معتبر کتابوں سے اخذ شدہ معارف و حقائق قلبند کئے گئے ہیں۔

دنیا:-

☆ — ایک شخص نے رابعہ بصریہؒ کے پاس دنیا کی برائی کا تذکرہ کیا، فرمایا، آئندہ میرے پاس نہ آنا تمہیں دنیا سے بہت محبت ہے۔

☆ — جو مادی دنیا کا سفر کرے اس کے پاؤں پہ آبلے اور جو روحانی دنیا کا سفر کرے اس کے دل پہ آبلے۔

☆ — دنیا سے اتنا تعلق رکھو جتنا بیت الخلا سے حاجت کے وقت رکھا جاتا ہے۔

☆ — طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کی مانند ہے جتنا پئے اتنی ہی پیاس بڑھتی ہے۔

☆ — ایک بادشاہ نے کہا اے فقیر! مانگ کیا مانگتا ہے؟ فقیر نے کہا ”میں اپنے غلام کے غلام سے کیا مانگوں؟“ بادشاہ نے پوچھا ”کیا مطلب؟“ کہا ”دنیا میری غلام اور آپ دنیا کے غلام۔“

☆ — بعض لوگوں نے ذوالنون مصریؒ سے کہا فلاں جماعت شغل و طرب میں مشغول ہے، بددعا کریں۔ فرمایا یا اللہ! جیسے انہیں دنیا میں خوشیاں دیں آخرت میں بھی خوشیاں عطا فرما۔

☆ — دنیا کی حقیقت ایسے ہے جیسے پاخانہ کو چاندی کا ورق لگا دیں یا بڑھیا کو زرق برق کپڑے پہنا دیں۔

☆ — اگر کوئی اللہ دنیا کی تعظیم کرے تو کونسی عجیب بات ہے لوگ تو سانپ اور بچھو کو دیکھ کر

بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔

☆ — اگر کسی کا دین دیکھنا ہو تو اس کی دنیا دیکھو اگر دنیا ٹھیک ہوگی تو دین بھی ٹھیک ہوگا۔

دل :-

☆ — دل غیر سے خالی اور پیٹ حرام سے خالی ہو تو ہر اسم ”اسم اعظم“ ہوتا ہے۔

☆ — لقمان حکیمؑ نے فرمایا ”میں چاند اور سورج کی روشنی میں پرورش پاتا رہا مگر دل کی روشنی سے بڑھ کر کسی کو سودمند نہ پایا۔“

☆ — دل سیاہ ہو تو چمکتی آنکھیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

☆ — جس گھر میں آرائش نہ ہو بگڑ جاتا ہے اسی طرح جس دل میں غم نہ ہو وہ بگڑ جاتا ہے۔

☆ — یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا ”دل ہنڈیا کی مانند ہے جبکہ زبان چمچ کی مانند۔ چمچ وہی نکالتا ہے جو ہنڈیا میں ہوتا ہے۔“

☆ — حضرت علیؑ سے پوچھا گیا افضل چیز کیا ہے؟ فرمایا ”غناء القلب“ یعنی دل غنی ہونا چاہیے۔

☆ — قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت نہ ہوگی جتنا مومن کا دل خوش کرنے کی۔

عبادات :-

☆ — دو چیزیں پہلے عبادت تھیں اب عادت بن گئی ہیں۔ ایک نکاح دوسرا طعام۔

☆ — نماز میں جی نہ لگنے کی وجہ ایسے ہے جیسے چمڑے کے کارخانے میں کام کرنے والا عطر کی دکان پر جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

☆ — اول حضوری نماز کی یہ ہے کہ معافی سمجھ کر نماز پڑھے۔

☆ — ایک بقال نے ۲۳ سال روزے رکھے گھر والے سمجھتے دن کا کھانا دکان پر کھاتا ہوگا۔ دکان والے سمجھتے تھے گھر سے کھا کر آتا ہوگا۔ کسی کو پتہ نہ چلنے دیا۔ اسے اخلاص کہتے ہیں۔

☆ — جو عبادت دنیا میں مزہ نہ دے گی وہ آخرت میں کیا جزا دے گی۔

☆ — تیرا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے مسجد میں آجانا پہلی نماز کے قبول ہونے کی علامت ہے۔

☆ — خیالات محمودہ مثلاً عظمت الہی، قبر، حشر اور جنت وغیرہ کا خیال نماز میں آئے تو خشوع کے منافی نہیں حضرت عمرؓ نماز میں جہاد کی صفیں درست کرتے تھے۔

☆ — حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے کہ حجر اسود کسوٹی ہے۔ حج و عمرہ کے بعد نیکی غالب ہو تو خیر اگر شر غالب ہو تو تباہی ہے۔

☆ — نماز میں انسان اشرف الاعضاء (چہرے) کو اخس الاشیاء (زمین) پر ٹیک دیتا ہے۔ اسی لیے نماز کو معراج مومن کہا گیا ہے۔

توبہ :-

☆ — گناہ کا آغاز مکزی کے جالے کی طرح اور انجام جہاز کے لنگر کی طرح ہوتا ہے۔

☆ — جو گناہ پر پچھتائے اسے دلی سمجھو۔ جو پرواہ نہ کرے گناہگار انسان سمجھو جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان سمجھو۔

☆ — گناہ کو نہ دیکھو کہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سامنے رکھو کہ کس کی نافرمانی کی جارہی ہے۔

☆ — اگر تم غلطیوں کو چھپانے کے لئے دروازے بند کرو گے تو بچ بھی باہر ہی رہ جائے گا۔

☆ — عنایت الہی کی دو صورتیں ہیں اول معصیت سے پہلے عصمت دوسرا معصیت کے بعد میں توبہ نصیب ہونا۔

☆ — اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بدی جو تمہیں رنجیدہ کرے اس نیکی سے بہتر ہے جو تمہیں نازاں کرے۔

☆ — صدق دل سے توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس جرم میں متہم نہیں کیا جاتا۔

☆ — کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے مکروہ چیز چھوڑی ہو اور اسے شریف چیز نہ ملی ہو۔

☆ — حضرت ابراہیمؑ تھی نے کہا ”اخلاص یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس

طرح اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔

- ☆ — اس نیت سے گناہ کرتا کہ دو چار دفعہ کر کے چھوڑ دوں گا بہت بڑی غلطی ہے۔
- ☆ — جس طرح درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے اسی طرح انسان کو اپنی برائیاں وزنی معلوم نہیں ہوتیں۔

☆ — واعظ کو چاہیے کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے تاکہ شکر کریں، اپنے گناہ یاد دلائے تاکہ توبہ کریں۔ نفس و شیطان کی عداوت یاد دلائے تاکہ بچ سکیں۔

☆ — نفس میں دیا سلائی کی طرح سارے خباثت پوشیدہ ہوتے ہیں۔ رگڑ لگانے کی دیر ہوتی ہے گناہوں کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

شیخ اور مرید:-

- ☆ — مرید صادق کو مرشد کی خاموشی سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے بہ نسبت گفتار کے۔
- ☆ — بعض مرتبہ مشائخ پر حال وارد ہوتا ہے تو فوراً توجہ دیتے ہیں جیسے آملہ پکائیں تو جوش دیتے وقت ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ اس میں قوت پیدا ہوتی ہے اتار لو تو ٹھیک ورنہ قوت کم ہو جاتی ہے۔

☆ — ایک شیخ کے مرید زیادہ دوسرے کے کم، مثال ایسے ہی ہے جیسے دو نوجوان ایک صاحب اولاد اور دوسرا بچہ مگر رجولیت (قوت مردی) دونوں میں ایک جیسی۔

- ☆ — مرید پیر سے ایسے فیض حاصل کرتا ہے جیسے لوگ شہد کی مکھی سے شہد نکالتے ہیں۔
- ☆ — شیخ کو چاہیے کہ دو باتوں کی تلقین کرے: (۱) اخلاق کی درستگی (۲) بقدر ضرورت علم۔
- ☆ — بد نظری کرتے وقت سوچے کہ اگر شیخ دیکھ رہے ہوتے تو پھر نہ کرتا، اسی طرح اللہ کا لحاظ کرے۔

☆ — ایک غافل نے کسی شیخ سے کہا کہ آپ کا مرید ریائی ذکر کرتا ہے۔ فرمایا اس کے پاس ٹٹماتا چراغ ہے لہذا بخشش کی امید ہے۔ آپ کے پاس تو یہ بھی نہیں۔

☆ — جس نے معمولات میں پابندی حاصل کر لی اس پر رحمت ہو گئی۔ فرحت قلب اس کی

لوٹڑی ہے جو خود بخود مل جائے گی۔

☆ — سالک کو چاہیے کہ ضرورت پوری کرے لذت کے پیچھے نہ پڑے۔ جیسے کسی نے خوبصورت عورت دیکھی تو حکم ہے کہ بیوی سے ہمبستری کرو ضرورت پوری ہوئی اللہ اللہ خیر سلا۔

☆ — مجذوب کو مقبول مگر کامل نہیں ہوتا۔

☆ — نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں لہذا شیخ روحانی باپ اور اسکی بیوی ماں کی مانند ہوتی ہے۔

☆ — حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی ”فرماتے تھے کہ جو شخص بیعت کی تمنا ظاہر کرے میں اسکو اس لئے مرید کر لیتا ہوں کہ پیر کو قیامت کے دن جہنم جاتا دیکھ کر مرید ترس کھائے گا۔ شاید اسی برکت سے بخشا جاؤں۔

☆ — ایک شخص نے کسی بزرگ کو ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کی فرمایا ”ہدیہ واپس لے جاؤ“ یہ دعا کی دکان نہیں ہے۔“

☆ — شیخ کی مٹھی چاپی کرتے ہوئے سنت کی نیت کی جائے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے جبکہ سر پر تیل لگانا روایات سے ثابت نہیں لہذا بدن کی ضرورت کی نیت کرنی بہتر ہے۔

☆ — شیخ گنگار مرید کو یوں سمجھے کہ کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگالی ہے اگر دھوئے تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔

☆ — عارف حق تعالیٰ کی شیون و تجلیات کی پوری رعایت کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے تجلی محبوبیت کا غلبہ دیکھا کہ حق تعالیٰ چاہتے ہیں میں ناز کروں۔ تو فرمایا اللہم ان تہلک ہذہ العصا بے لم تعبد بعد الیوم [اے اللہ! اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی]

☆ — حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ حق تعالیٰ صبر دیکھنا چاہتے ہیں شفاء کی وعانہ کی۔ جب مکشف ہوا کہ اظہار عبدیت چاہتے ہیں فوراً کہا — انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب [شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے]

- ☆ — شیخ کو زبان بننا چاہیے اور مرید کو کلام۔ مشائخ کو چاہیے کہ عام مریدوں کو خانگی معاملات سے مطلع نہ کریں نفع کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔
- ☆ — الفحاشی لا یرد [فلانی واپس نہیں لوٹا] کی مثل ایسے ہے جیسے بالغ آدمی تبلیغ نہیں ہو سکتا اور بچا ہوا پھل کچا نہیں ہو سکتا۔

تقویٰ :-

- ☆ — تقویٰ یہ ہے کہ روزِ محشر کوئی تمہارا گریہ نہ پکڑے۔
- ☆ — تقویٰ یہ ہے کہ دل کی تمنائوں کو مجسم کر کے طشتری میں رکھیں اور سربازار پھرائیں تو ندامت نہ ہو۔
- ☆ — ہم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں کہ سلفِ صالحین نے اپنے علم و تقویٰ کے باوجود اس سے پناہ مانگی تھی۔
- ☆ — دسوس کا آثارِ رحمت ہے خلافِ تقویٰ نہیں ہے حکمت یہ ہے کہ عجب کی جڑ نکلتی ہے۔

ذلک صریح الایمان

- ☆ — ولایت کا تعلق ایمان و تقویٰ سے اور دونوں کا تعلق دل سے ہے۔
- ☆ — تقویٰ کے بغیر ترقی کا ہونا بے روح جسم پھولنے کی مانند ہے لاش پھول کر پھٹتی ہے تو پوری ہستی کو بدبودار بنا دیتی ہے۔

ذکر و مراقبہ :-

- ☆ — سالک کو مراقبہ میں اس طرح سکون ملتا ہے جیسے بچے کو ماں کی گود میں پہنچ کر ملتا ہے۔
- ☆ — کنواں کھودیں تو پہلے مٹی ریت نکلتی ہے بعد میں پانی۔ اسی طرح مبتدی کو مراقبہ میں پہلے دسوس آتے ہیں پھر یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔
- ☆ — سالک کا حال خوابیدہ شخص کی مانند ہوتا ہے جسے جاگنے پر پتہ چلتا ہے کہ محبوب حقیقی پاس ہی تھا۔
- ☆ — ذکر کی مستی خیال ہستی کو کم کر دیتی ہے۔

☆ — اذان کے وقت ذکر سے ہٹ کر اذان کے کلمات کا جواب دینا افضل ہے۔

☆ — اگر مراقبہ میں جی نہ لگے تو ایک دن مراقبہ اور ایک دن نافذ کرے۔

دعا:-

☆ — حقیقی دعا وہ ہے جو جسم کے انگ انگ سے نکلے۔

☆ — شیخ عثمان خیر آبادی ”گاہوں کو کھوٹے سکوں کے بدلے میں بھی مال دے دیتے تھے۔ مرتے وقت دعا مانگی کہ میں نے لوگوں کے کھوٹے سکے قبول کئے۔ اے اللہ! تو میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرما۔ پس دعا قبول ہوئی۔

☆ — شیخ شہاب الدین ”خطیب دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ مرتے وقت کوئی پاس نہ ہو، نہ اپنا نہ پرانا نہ ہی ملک الموت۔ بس میں اور تو۔

☆ — مناسب وقت پر دعا بلا کو ٹالتی ہے نزول کے بعد مصیبت ختم نہیں ہوتی کم ہوتی ہے۔

☆ — اگر تو جذبہ کامل کے ساتھ سمندر کے کنارے دعا کرے گا تو موجیں تیرے سامنے موتیوں بھری ہوئی صدف لائیں گی۔

☆ — ابوالحسن نوری ”کی دعا۔ ”اے اللہ! اگر میری مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت فرمادے۔“

☆ — دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کہے گا اے اللہ! میں نے تو دعا کی تھی مجھے نیک بنا، پس معذور سمجھا جائے گا۔

☆ — جس سے حسد ہو اس کے لیے بلندی درجات کی دعا کرنا حسد کا بہترین علاج ہے۔

علم و عمل:-

☆ — اخلاص یہ ہے کہ انسان اعمال کا بدلہ نہ لے۔

☆ — بے عمل عالم پارس کی طرح ہے جو اوروں کو سونا بتاتا ہے خود پتھر ہی رہتا ہے۔

☆ — بے عمل عالم کی مثال اس مریض کی مانند ہے جس کے پاس دوا ہو استعمال نہ کرے۔

☆ — جس طرح چراغ جلانے بغیر روشنی نہیں دیتا علم بھی عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا۔

☆ — عالم بے عمل جج کی مانند ہے جو رنگ برنگے کھانوں میں رہے مگر ذائقہ سے ناواقف رہتا ہے۔

☆ — علم کا پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے جب تک خوف خدا بھی نہ بڑھے۔

☆ — محنت ہمارے ہاتھ میں ہے نصیب خدا کے ہاتھ میں۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہئے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

☆ — بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے کیونکہ مردہ کم جگہ روکتا ہے۔

☆ — حضرت بابزید سہمی کا قول ہے کہ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر علم پر عمل سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں دیکھی۔

☆ — قاضی بیضاویؒ نے شیراز کی قضا کے لئے کسی بزرگ سے سفارش کروائی انہوں نے سفارشی رقعے میں لکھایہ مرد صالح عالم فاضل ہے۔ جنم میں ایک مصلے کی جگہ چاہتا ہے۔

☆ — جس طرح مخلوق کیلئے عمل کرنا رہا ہے اسی طرح مخلوق کیلئے عمل ترک کرنا بھی رہا ہے۔

☆ — عالم بد عمل پر اعتراض کا حق نہیں، اس لئے کہ وہ علم کا مدعی ہے عمل کا نہیں۔

☆ — حضرت عمرؓ نے فرمایا ”ہمارے بازاروں میں خرید و فروخت وہ کرے جو فقیہ ہو، سجان اللہ، سارے ملک کو درگاہ بنا دیا۔

برائے علمائے کرام :-

☆ — نفس کی سرکشی کو توڑنا ماسطۃ الاذی عن الطریق میں داخل ہے۔

☆ — آج کا عام روحانی مرض ہے یالیت لنا مثل ما اوئی قارون انه لذو حظ عظیم۔

☆ — البدایۃ و النہایۃ میں ہے کہ لوگ صحابہ کرامؓ کی بڑی کرامت اسے سمجھتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا لشکر دریائے دجلہ عبور کر گیا۔ محققین کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی بڑی کرامت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قیصر و کسریٰ کی دولت کے دریا بے تہ وہ اس میں سے ایمان کو بچا کر گزر گئے۔

☆ — نقشبندی، چشتی وغیرہ نسبت کرنے میں حرج نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واتبعت ملة آبائی ابراهيم و اسحاق و يعقوب حالانکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی شریعت کے قبیح تھے۔

☆ — قل ان كان آباؤكم کی تفسیر یہ ہے کہ جب اعلیٰ سامنے آئے تو ادنیٰ سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

☆ — جس سے محبت ہو اس کا نام آئے تو نبض تیز ہو جاتی ہے۔ یہی معنی وجہت قلوبہم کا ہے۔

☆ — ومن يعمل من الصالحات وهو مومن فلا كفران لسعيه وانا له كما تبون۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکیاں لکھنے کی نسبت اپنی طرف کی۔ قربان جائیں اس عزت افزائی پر۔

☆ — بغیر معصیت کے کوئی نعمت چھن جائے تو بہتر ملتی ہے۔ مانسسخ من آية او نسهانات بخیر منها او مثلها اسکی دلیل ہے۔

☆ — کسی نے حضرت خواجہ بایزیدؒ سے کہا آپ بھوک کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں فرمایا ”اگر فرعون بھوکا ہوتا تو انا ربکم الاعلیٰ نہ کہتا۔“

☆ — علماء کا درس نظامی کا نصاب آٹھ سالہ ہوتا ہے سند یہ ہے کہ حضرت شعیبؒ کی خدمت میں حضرت موسیٰؑ کے رہنے کا عہد آٹھ سالہ ہے لیکن تخصص کے لیے اتممت عشراً فمن عندک۔

☆ — نانا کی طرف اولاد کی نسبت جائز ہے۔ ومن ذریئہ داود و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و کذا لکھ نجزی المحسنین و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس کل من الصالحین۔

☆ — بعض اسلاف کے چراغ کے تیل کا خرچہ زیادہ ہوتا تھا اور کھانے کا خرچہ کم ہوتا تھا۔

☆ — بے عمل علماء کے لئے عجیب تنبیہ ہے فرمایا نبذ فریق من الذین او تو

الکتاب کتاب اللہ وراء ظهورهم۔

☆ — امام باقرؑ سے فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله کی تفسیر پوچھی گئی کہا
كل من شغلته من مطالعة الحق فهو طاغوت كـ۔

☆ — حضرت حبیب عجمیؑ کا قول ہے۔ ”خدا کی رضا ایسے دل میں ہے لیس فیہ غبار
النفاق۔ [جس میں غفلت کا ذرہ بھی نہ ہو]

☆ — حضرت عبد اللہ بن مبارکؑ نے فرمایا السكون حرام علی قلوب الاولیاء۔

☆ — حدیث: من کثر صلواته باللیل حسن وجهه بالنهار۔ [جرات میں
کثرت سے نماز پڑھے گا دن میں اس کے چہرے پر نور بھی زیادہ ہوگا]

☆ — عبودیت کی شان ہے۔ انی ظلمت نفسی اور معبود کی شان ہے یا عباد
لاخوف علیکم الیوم۔

☆ — خواجہ باغید سلائیؒ نے فرمایا ”محبت یہ ہے کہ جو کچھ محب دے اسے تھوڑا جانے اور جو
کچھ محبوب دے اسے زیادہ جانے مثلاً اللہ تعالیٰ نے دنیا کو متاع الدنیا قلیل کہا اور
والذاکرین اللہ کثیراً یہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے محبت کی دلیل ہے۔“

☆ — ویزید فی الخلق ما یشاء سے مراد خوش آوازی ہے۔

☆ — شاہینا شرح وقلیہ پڑھتے تھے جب کتاب الزکوٰۃ پر پہنچے تو چھوڑ دیا۔ استاد نے پوچھا
کیوں؟ کہا علم کا مقصد عمل ہے۔ صوم و صلوٰۃ فرض ہیں پس ان کا علم ضروری ہے۔ جب زکوٰۃ
فرض ہوگی تو مسائل سیکھ لوں گا۔ سبحان اللہ پہلے لوگ جتنا پڑھتے جاتے تھے اتنا عمل بھی کرتے
جاتے تھے۔

☆ — ایک مرتبہ شیخ الاسلام عز الدین ابن عبد السلام سے کسی نے کہا کہ بادشاہ کے ہاتھ
چومیں۔ حضرت نے فرمایا ”خدا کی قسم“ اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ وہ میرا ہاتھ چومے چہ
جائیکہ میں اس کے ہاتھ چوموں۔“

☆ — حضرت مرزا مظہر جان جانیؒ کو بادشاہ وقت نے بڑی جاگیر پیش کی فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے

ساری دنیا کو متاع الدنیا قلیل کہا اسی قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کو ملا ہے۔ اب اس میں سے بھی تھوڑا سا حصہ آپ مجھے دیں گے تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔“

☆ — ایک بزرگ کسی امیر کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھے تھے۔ امیر نے کہا انہیں دینار بھری تھیلی دے دو۔ فرمایا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ سمیٹ لیا کرتا ہے۔

☆ — عطر لگاتے ہوئے یہ نیت کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو فرمایا گیا ہے۔ من طیب لله فله اجر [جو اللہ کیلئے خوشبو لگائے اسکے لئے اجر ہے]

☆ — ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون میں اہل سلوک کے لئے بڑی تسلی ہے۔

☆ — ایک گڑی بیچنے والے نے آواز لگائی الخیار العشرة بدائق۔ حضرت ثعلبیؒ نے حج ماری کہ جب دس خیار کی یہ قیمت ہے تو ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔

☆ — احوال و مواجہہ کے متعلق حضرت جنیدؒ کا قول ہے۔ تلک خیالات تری بہا اطفال الطریقة۔

☆ — ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا ماشاء اللہ و شئت۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جعلتني لله ندا بل ماشاء الله وحده۔

☆ — تلک آیات الکتب و قرآن مبین۔ پہلے مجھے میں کتب کی حفاظت اور دوسرے میں سمجھ کر پڑھنے کی تلقین۔ یہ کہنا غلط ہے کہ بدون کچھ پڑھنا بے فائدہ ہے۔

☆ — اللہ تعالیٰ کو بندے کا میر مطلوب ہے اور میر اللہ بکرم الیسر کا بھی مطلب ہے۔

☆ — بدعون ربهم خوفنا و طمعنا میں عجیب تعلیم دی یعنی عیلت کو ایسا کامل نہ سمجھو کہ ناز کرنے لگو نہ ایسا ناقص کہ بے کار سمجھنے لگو۔

☆ — انسان کو آئندہ کی خبر نہ دینا حق تعالیٰ کی رحمت ہے ولو اتبع الحق أهواءهم لفسدت السموات والارض۔

☆۔ ایک شعر سن کر حضرت ابو الحسن نورانیؒ پر حل پڑا لوگوں نے حضرت جنیدؒ سے کہا آپ پر حل کیوں نہ ہوا فرمایا و تیری الجبال تحسبها حامدة

☆ — انزل من السماء ماء فسال اودية بقدرها [اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ چنانچہ اس کے مطابق وادیاں بنے گئیں]

اس آیت میں چاروں سلاسل کے لئے تمثیل ہے۔

☆ — مہلت میں ایک دو کا مشورہ کافی ہوا کرتا ہے۔ ان تقویٰ والہ مشنری و فرادی ثم تبتغوا ما بینہما صاحبکم من جنة۔

☆ — ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیکہ میں علم پر ناز ختم اور ولولا ان لیضاکے لحد کدت ترکن الیہم میں عمل پر ناز کی جڑ اکھاڑ دی اس آیت کو سمجھنے والا نہ علم پر ناز کر سکتا ہے نہ عمل پر۔

☆ — اخبار پڑھنے کی ضرورت پر دلیل دی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یں مفقود اصحابہ۔

☆ — اذا حضر العشاء والعشاء فابدوا بالعشاء [جب عشاء اور کھانا ایک وقت پیش ہوں تو پہلے کھانا کھاؤ پھر نماز پڑھو]

❦ — کب دنیا جائز حب دنیا مع بلکہ کمال رحمت یہ کہ احببت منع ہے۔ فل ان کمان
اباو کم و اہناو کم میں کی تلا گیا۔

● — مومن پہلے صراط سے گزریں گے تو جہنم کے گیہاؤں میں اسرع فان نور کے اطفاء جاری۔

☆ — اہل دنیا روز محشر فرما کر اجر و ثواب دیکھیں گے تو کہیں گے یا لیتنا جلودنا فرصت بالمقاربتن لمنطی مثل ما اولوا۔

☆ — ایک دن آواز آئے انکے من اہل الجنة دوسرے دن آواز آئے انکے من اہل النار تو بھی عبادات میں فرق نہ آئے۔

- ☆ — نادانوں کی بات پر تحمل عقل کی زکوٰۃ ہے۔
- ☆ — بہت زیادہ کھا کر بیمار ہونی والوں کی تعداد فاقہ کشی سے بیمار ہونی والوں سے زیادہ ہے۔
- ☆ — ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ خدا ابھی بندے سے مایوس نہیں ہوا۔
- ☆ — سچ پر چلنے والوں کا ہر قدم شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔
- ☆ — حیرت ہے کہ انسان ہاتھ تو دنیا کے آگے پھیلاتا ہے مگر گلہ خدا سے کرتا ہے۔
- ☆ — بری عادات کی طاقت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انہیں چھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- ☆ — جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدمی محنت میں جنت ملتی ہے۔
- ☆ — کسی سے کنارہ کشی کے لئے بھی معذرت ضروری ہے ولا تنسوا الفضل بینکم۔
- ☆ — ترک تبلیغ کے لئے مخاطب کی ناگواری عذر نہیں۔ افنضرب عنکم الذکر صفحہ ان کنتم قومًا مسرفین۔
- ☆ — الاثم ما حاک فی صدرک۔ [کنادہ ہے جو دل میں کلک پیدا کرے]
- ☆ — مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت، مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت، عرفات کی حقیقت "حاضری" کی اہیت۔
- ☆ — مسلم شریف کی حدیث ہے اما ہم اللہ اماتہ [مومنوں کو جہنم میں ایک قسم کی موت دی جائے گی۔ جس سے تکلیف کم ہو جائے گی]

متفرقات :-

- ☆ — جنت میں حوریں، شراب اور قرب خداوندی جمع ہوگا چونکہ حکم الہی ہوگا۔
- ☆ — ایک عمل ایک وقت ناجائز اور دوسرے وقت جائز ہو سکتا ہے۔ جیسے نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنا حرام بعد میں دیکھنا ثواب، چونکہ بیوی بن گئی ہے۔
- ☆ — نیچی داڑھی سے زیادہ تاکید اونچے پاجامے کی ہے۔

- ☆ — نیچی دائرہ می سے زیادہ تاکید اونچے پاجامے کی ہے۔
- ☆ — زبان سے اثر نہ ہونے کی مثال ایسے ہے جیسے ایک عام آدمی پولیس والے کو کہے کہ تم برطرف ہو۔ سو دفعہ بھی کہے تو کیا اثر۔ الٹا پولیس والا گردن ٹاپے گا جبکہ وزیر ایک دفعہ کہے تو برطرف۔ لہذا پہلے عند اللہ مقام پاؤ پھر زبان سے جو لکے گا اسکا اثر ہوگا۔
- ☆ — حضرت شہ ابو سعیدؓ نے سلاسل اربع کی مثال اربع انہار میں یوں دی ہے۔ پانی کی نہر نسبت سروردیہ دودھ کی نہر نسبت نقشبندیہ، شراب کی نہر نسبت چشتیہ، شہد کی نہر نسبت قادریہ۔
- ☆ — طب جسمانی میں معدے اور طب روحانی میں دماغ کی اہمیت ہوتی ہے۔
- ☆ — انگریزی پڑھ کر دیندار بننا عربی پڑھ کر بے دین بننے سے بہتر ہے۔
- ☆ — مبرکی حقیقت یہ ہے کہ بڑے آرام کیلئے چھوٹی تکلیف برداشت کرنا آسان ہوتی ہے۔
- ☆ — شریعت میں اعضاء و جوارح کو آمادہ کرنا پڑتا ہے طریقت میں اعضاء و جوارح آدمی کو آمادہ کرتے ہیں۔
- ☆ — جس نے اپنی زندگی میں اپنی ذات کو مشتر کیا وہ مرنے کے بعد گنہگار۔ جس نے زندگی میں گنہگاری کی کوشش کی وہ مرنے کے بعد مشہر۔
- ☆ — حیض کے درمیان طہر کا ایک دن بھی حیض سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹے آدمی کا بچ بھی جھوٹ سمجھا جاتا ہے۔
- ☆ — یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جو بچہ سورۃ یوسف پہلے یاد کرے اسے قرآن جلدی یاد ہو جاتا ہے۔
- ☆ — مرشد کی دعا کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ وفات نبویؐ سے تین سال پہلے ایمان لائے مگر حافظہ اتنا کہ روایات سب سے زیادہ۔ چونکہ نبی علیہ السلام نے دعادی تھی۔
- ☆ — جس طرح شہوت بغیر محل حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بغیر محل حرام ہے۔
- ☆ — شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ کے ایک مخالف نے تھپڑ مارا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا والقدیر خمیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ آپ نے فرمایا، دیکھنا یہ چاہتا ہوں کس

- کے چہرے پر سیاہی لگی ہے۔
- ☆ — بزرگوں کا کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے، دیکھو طوطا کیسے ہو ہو آدمی کی طرح بولتا ہے کیا وہ آدمی ہو جاتا ہے، ہرگز نہیں۔
- ☆ — حقیقی صبریہ ہے کہ بلا آنے کو ایسا سمجھے جیسے بلا جانے کو سمجھتا ہے۔
- ☆ — غمگند وہ ہے جو مصیبت نازل ہونے کے پہلے دن وہی کرے جو تیسرے دن کرے گا۔
- ☆ — اگر سارے جہاں کا لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھ دو تو بھی حق مہمانی ادا نہ ہوگا۔
- ☆ — سچائی کی مشعل جہاں جلتی دیکھو فائدہ اٹھاؤ یہ نہ دیکھو کہ مشعل بردار کون ہے۔
- ☆ — ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ خدا ابھی بندے سے باپوس نہیں ہوا۔
- ☆ — مسلمان کو فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان نہ دو۔ خوش نہ کر سکو تو رنجیدہ نہ کرو۔ تعریف نہ کر سکو تو غیبت نہ کرو۔
- ☆ — صرف ریاضی ہی میں نہیں اخلاقیات میں بھی خط مستقیم کا فاصلہ سب سے کم ہوتا ہے۔
- ☆ — سو سال کی عمر میں ایک لمحے کی غلطی انسان کا رخ مشرق سے مغرب کی طرف بدل دیتی ہے۔
- ☆ — غلطی کے بعد چہرے کو بہانے کی چادر سے نہ چھپاؤ کیونکہ چادر چہرے سے زیادہ میلی ہے۔
- ☆ — کینے آدمی سے دوستی نہ کرو کیونکہ گرم کو کلمہ ہاتھ جلاتا ہے اور ٹھنڈا کو کلمہ ہاتھ کا بلے کرتا ہے۔
- ☆ — جب جسم سیر ہو جاتا ہے تو تمام اعضاء شہوت کے بھوکے ہو جاتے ہیں۔
- ☆ — حیوانات میں کمی سب سے زیادہ حریص اور مکاری سب سے زیادہ قناعت پسند ہیں اللہ تعالیٰ نے کمی کو مکاری کی غذا بنا دیا۔
- ☆ — اگر انسان کے خیالات شرعی گواہ ہوتے تو کئی پار سابد محاش ہوتے۔
- ☆ — نظر اس وقت تک پاک ہے جب تک اٹھائی نہ جائے۔
- ☆ — حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے نصیحت فرمائی۔ ”یری نظر چھوڑ دو خشوع کی توفیق ملے

- کی۔ یہودہ کوئی چھوڑ دو دانٹنی عطا ہوگی۔“
- ☆۔ بخش کلائی کرنے پر ایک نوجوان کو کسی بزرگ نے کہا ”دیکھ تو خدا تعالیٰ کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے۔“
- ☆۔ اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے کئی سند یافتہ ہوتے۔
- ☆۔ اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشانی ہے اس بات کی کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔
- ☆۔ جو شخص کسی دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شکریہ ادا کرتا ہے وہ قرعے کی پہلی قسط ادا کر رہا ہے۔
- ☆۔ اکھساری کا سہارا لے کر چلو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔
- ☆۔ عیاری چھوٹے کبل کی طرح ہے اس سے سر چھپاؤ گے تو پاؤں نیچے ہو جائیں گے۔
- ☆۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی، خدایا! مخلوق کی زبان مجھ سے روک دے فرمایا، اگر میں ایسا کرتا تو اپنے لئے کرتا۔
- ☆۔ کلواد اشروا ٹھیک مگر کلو تانا گلو غلط ہے۔
- ☆۔ پیٹ کا دھندہ نہ ہوتا تو کوئی جانور جال میں نہ پھنستا۔
- ☆۔ صندل کا درخت اس کھاڑے کے منہ کو بھی خوشبودار بنا دیتا ہے جو اسے کھتا ہے۔
- ☆۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا ”میں تمہیں عبادت کرتے دیکھتا ہوں مگر حلاوت میں کمی پاتا ہوں۔“ صحابہؓ نے پوچھا حلاوت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا ”اکھساری۔“
- ☆۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا، ”اب سوائے ابتلاع سنت کے کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔“
- ☆۔ اشراف نفس کے بغیر جو ہدیہ ملے اس میں یرکت ہوتی ہے۔
- ☆۔ لباس کے تین درجے ہیں ایک آسائش کا جو ضروری ہے، دوسرا زیبائش کا جو جائز ہے، تیسرا نمائش کا جو منع ہے۔
- ☆۔ موحّد ہوتے ہوئے منکوب ہونا اور منکوب ہوتے ہوئے موحّد ہونا بڑی سعادت ہے۔
- ☆۔ شاہ شجاع کہانیؒ نے ۴۰ سال رات کو جاگ کر عبادت کرنے کا معمول رکھا۔ ایک رات

سو گئے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کی ”یا اللہ! میں نے جاگنے میں آپ کو ڈھونڈا مگر آپ سونے میں ملے۔“ فرمایا ”جاگنے کی برکت سے سونے میں ملا۔“

☆ — اگر مرغی کے نیچے بچ کا انداز رکھ دیں تو بچہ مرغی کا ہی کھائے گا اگرچہ مرغی سے بڑا ہوگا۔ اسی طرح مرید کتنا ہی ترقی کر جائے روحانی بیٹا اپنے مرشد ہی کا رہیگا۔

☆ — غلطی ہونے پر نفس کو سزا دی جاسکتی ہے۔ جیسے حالت حیض میں جماع کرے تو صدقہ نکالنے کا حکم ہے۔

☆ — توسل کی حقیقت یہ ہے کہ دعا مانگے ”اے اللہ! فلاں شخص آپ کا مقبول ہے اور مجھے اس سے محبت ہے پس اس محبت کے صدقے رحمت فرما۔“

☆ — افضل عمل کی ہمت نہ ہو تو جائز عمل کر لینا بہتر۔ معلوم ہوا کہ تہجد میں اٹھنے کی ہمت نہ ہو تو پڑھ کر سوئے۔

☆ — اے دوست تو اپنے اصل مکان کی طرف جا رہا ہے لیکن ست رفتاری کے ساتھ، اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیز چلتے ہیں۔

☆ — شیطان کے دسوس کی مثل بجلی کے تار کی طرح ہے۔ قریب یا دور کرنے کے لیے پکڑو چٹ جائے گی۔

☆ — بیوی کی محبت اگر غفلت عن الدین کا سبب نہ بنے تو محمود بلکہ مطلوب ہے۔

☆ — امام ابو حنیفہؒ نے امام یوسفؒ کو نصیحت کی کہ کوئی پشت سے پکارے تو جواب نہ دو پشت سے جانوروں کو پکارتے ہیں۔

☆ — حضور اکرم ﷺ سے بنی تھیف کے ایک وفد نے عرض کیا کہ ہم اسلام لانے کو تیار ہیں مگر زکوٰۃ دیں گے نہ جہاد کریں گے۔ فرمایا، منظور، جب اسلام لائے تو سب اعمال کئے۔ یہ نبی علیہ السلام کی حکمت تھی۔

☆ — نبی اکرم ﷺ نے ایک بی بی کو نوحہ سے توبہ کرائی۔ کہنے لگی ”ایک نوحہ کا قرضہ ہے اتار کر توبہ کرو گی“ فرمایا ٹھیک ہے۔ اٹھ کر گئی راستے سے لوٹ آئی، حکمت یہ ہے۔

☆ — ایسی بات نہ کرو جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے یہ نصف سلوک ہے۔

- ☆ — منصور علاج کو سولی چڑھانے سے پہلے مریدین نے پوچھا۔ ہمارے اور پھر مارنے والوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا ”تمہیں ایک ثواب انہیں دو ثواب۔ تمہیں مجھ سے حسن ظن ہے انہیں شریعت کا خیال۔ حسن ظن فرع ہے جبکہ شریعت اصل ہے۔
- ☆ — محبت شیخ خیال غیر میں شامل نہیں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاند دیکھ کر کہا ہذا رسی۔ یہ ظاہر تو شرک ہے لیکن حقیقت میں شرک کا ابطال ہے۔
- ☆ — امام باقرؑ کا فرمان ہے کہ مردہ دلی نفسانی خواہشات سے پیدا ہوتی ہے۔ زندہ انسان ہی غور سے سنتے ہیں۔
- ☆ — جو نعمت کی قدر نہیں کرتا نعمت مظلوم طریقے سے چھین لی جاتی ہے۔
- ☆ — وعظ گوئی سے عجب پیدا ہو تو لکھ کر وعظ کرے اس طرح لوگ کہیں گے بچا رہ دیکھ دیکھ کر بول رہا ہے۔
- ☆ — اپنے اختیار و قصد سے کسی کی برائی دل میں رکھنا اور اسے ایذا پہنچانے کی تدبیر کرنا کینہ ہے۔ اگر کسی سے رنج کی بات پیش آئے اور طبیعت ملنے کو نہ چاہے تو یہ انقباض ہے دور ہونے کی دعا کرے۔
- ☆ — مال دنیا کی کمی پر نظر رہنا حب دنیا کی علامت ہے۔
- ☆ — اہل اللہ کے نزدیک مال پر فخر کرنے والوں کی مثال ایسے ہے جیسے بنگلی آپس میں گندگی کے ٹوکروں پر فخر کریں۔
- ☆ — حضرت ابراہیمؑ ادمؑ سے کوئی فائق کی شکایت کرتا فرماتے ”تم فائق کی قدر کیا جانو، ہم نے سلطنت دے کر خریدے ہیں، ہم سے پوچھو۔“
- ☆ — عورت کے لئے زیور و لباس کی محبت کم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں اچھے کپڑے پہنے دوسری جگہ جائے تو معمولی کپڑے پہنے۔
- ☆ — ابن عطاء سکندریؒ کو الامام ہوا کہ میں ایسا رزاق ہوں اگر تو دعا کرے کہ رزق نہ ملے تو پھر بھی دوں گا اگر روزِ روبرو کرمانگے گا تو کیوں نہ دوں گا۔
- ☆ — امام مالکؒ کے ہاں امام شافعیؒ مہمان ہوئے۔ امام مالکؒ نے پہلے خود ہاتھ دھوئے اور کھانا

- شروع کیا تاکہ مہمان بے تکلف ہو جائے۔
- ☆ — دریا کے پانی اور آنکھوں کے پانی میں صرف جذبیت کا فرق ہوتا ہے۔
- ☆ — ہماری مشرقی عورتیں عام طور پر (عاشقات الازواج) اور قاصرات الطرف (دوسروں کی طرف نہ دیکھنے والیاں) ہوتی ہیں۔ عورتیں فطرتاً مروت کے تابع، مگر مروت محبت کی وجہ سے عورت کا تابع ہوتا ہے۔
- ☆ — بوڑھا آدمی چراغ سحر ہے تو جوان آدمی چراغ شام ہے۔
- ☆ — حقوق العباد کو حقوق اللہ پر ترجیح دینے میں ایثار کی تعلیم مقصود ہے۔
- ☆ — اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارے جذبیت کا لحاظ فرمایا ہے سات زمینیں سات آسمان مگر سات آسمان کا تذکرہ بار بار سات زمین کا ایک ہی بار۔
- ☆ — حضور اکرم ﷺ کو جب اختیار دیا جاتا دو باتوں میں، تو آپ ﷺ آسان شق کو اختیار فرماتے۔ اس میں عاجزی و کمال عبدیت ہے۔
- ☆ — ایک صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے مکہ کے قیام کی اجازت طلب کی۔ فرمایا ”تم ہندوستان رہو دل مکہ میں یہ بہتر ہے اس سے کہ تم مکہ میں رہو اور دل ہندوستان میں۔“
- ☆ — شجاعت اور تدبیر اکٹھی ہو سکتی ہیں شیر کتنا بہادر مگر چھپ کر شکار کرتا ہے۔
- ☆ — عوام کا یہ حال کہ شرک کو بھی تو سل سمجھتے ہیں علمائے خشک کا یہ حال کہ تو سل کو بھی شرک سمجھتے ہیں۔
- ☆ — حرم شریف کی خاصیت رحم کی سی ہوتی ہے بچہ بڑا ہوتا ہے تو رحم بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حجاج کے زیادہ ہونے پر حرم میں وسعت ہوتی ہے۔
- ☆ — الہی میں اگرچہ تیری نافرمانی کروں مگر تجھ سے امیدیں تو منقطع نہیں ہوتیں۔ دنیا کی بے وفائی نے تیری طرف دھکیل دیا اور تیرے لطف و کرم کے علم نے تیرے دروازے پر جمادیا۔
- ☆ — الہی تو نے اپنا احسان کم نہیں کیا تو پھر کس طرح تیرے سوا کسی دوسرے کی امید کی جاوے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی علت کو نہیں بدلا تو تیرے غیر سے کیونکر سوال کیا جاوے۔

- ☆۔ الہی جس نے تجھ کو پایا اس نے کیا نہ پایا اور جس نے تجھ کو نہ پایا اس نے کیا پایا۔
- ☆۔ الہی ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط رسیوں میں مجھ کو جکڑ لیا تو میرا مددگار ہو کہ میری بھی مدد فرما اور میرے حلقین کی بھی مدد فرما۔
- ☆۔ الہی قبر میں اترنے سے پہلے ہمیں شک سے، شرک سے اور نفاق سے بری فرما۔ اے اللہ میں ہوائے نفسانی اور وساوس شیطانی پر تیری مدد چاہتا ہوں۔
- ☆۔ الہی تو جانتا ہے کہ یقیناً مجھ سے طاعت کی بجا آوری پر مداومت نہیں ہوئی تاہم طاعت کی محبت دل سے کبھی نہیں نکلی۔
- ☆۔ الہی میں بہت سی طاعتیں بجا لایا اور بہت سی حالتوں کو میں نے پختہ اور راح کیا مگر تیرے عدل نے ان پر میرے اعتماد کو ڈھادیا۔ نہیں بلکہ تیرے فضل نے مجھ کو ان پر اعتماد کرنے سے پھیر دیا۔
- ☆۔ الہی جس کی نیکیاں بھی برائیاں ہیں تو بھلا اس کی برائیاں کیونکر برائیاں نہ ہوں گی اور جس کے علوم و حقائق بھی محض دعوے ہیں تو بھلا اس کے دعوے کیونکر دعوے نہ ہوں گے۔
- ☆۔ الہی جب کبھی میری بدی نے میری زبان بند کی تیرے کرم نے مجھ کو گویا کر دیا اور جب کبھی میرے برے اوصاف نے مجھے مایوس کیا تیرے احسان نے میری امید بندھادی۔
- ☆۔ الہی باوجود میری مباحثت اندیشی کے تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے اور باوجود میرے افعال کی قباحت کے تو مجھ پر کس قدر رحم کرتے والا ہے۔
- ☆۔ الہی جب میرا حال تجھ سے مخفی نہیں تو میں تجھ سے اس کا شکوہ کیوں کروں۔ الہی جب تو میرا کفیل ہے تو مجھے نفس و شیطان کے حوالے نہ فرما اور جب تو میرا مددگار ہے تو مجھے ذلیل و رسوا نہ فرما اور جب تو مجھ پر مہربان ہے تو روز محشر کی ناکامی سے بچا۔
- ☆۔ الہی تو نے میری ناتوانی کے وجود سے پہلے اپنے آپ کو میرے ساتھ لطف و مہربانی سے متصف فرمایا تو کیا میری ناتوانی کے وجود کے بعد مجھ کو اپنے لطف و مہربانی سے محروم فرمایاگا۔
- ☆۔ الہی مجھ سے وہ ہے جو میری بدی اور کیننگی کے لائق ہے اور تجھ سے وہ ہے جو تیرے کرم کو سزاوار ہے۔

- ☆ — الہی جب میں اپنے غنا کی حالت میں بھی محتاج ہوں تو اپنے فقر کی حالت میں کیونکر فقیر و محتاج نہ ہوں گا۔
- ☆ — جس نے نعمتوں کی قدر ان کی موجودگی میں نہ پہچانی وہ اس کے فقدان کے بعد اس کی قدر پہچانے گا۔
- ☆ — جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مہربانیوں اور احسانات سے متوجہ نہ ہوا تو وہ آزمائش کی زنجیروں میں اس کی طرف کھینچا جائے گا۔
- ☆ — جو کلام کسی حکم سے ظاہر ہوتا ہے ضرور اس پر اس قلب کا نورانی یا تاریک لباس ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا۔
- ☆ — طاعت کے فقدان پہ غم نہ ہونا اور اس کے ساتھ طاعت کی طرف نہ اٹھنا دھوکہ میں پڑنے کی علامت ہے۔
- ☆ — جب تو اپنی قدر اس کے نزدیک معلوم کرنا چاہے تو یہ دیکھ کہ اس نے تجھ کو کس کام میں لگا رکھا ہے۔
- ☆ — جس نے اپنے عمل کا شمولیت و حلاوت کی شکل میں دنیا میں پالیا تو یہ اس کے آخرت میں قبول ہونے کی دلیل ہے۔
- ☆ — جس کے سلوک کی ابتدا اوراد کے التزام سے منور ہوگی اس کے سلوک کی انتہا انوار و معارف کے ساتھ روشن ہوگی۔
- ☆ — جس کو تو ہر سوال کا جواب دینے والا۔ ہر مشاہدہ کا ظاہر کرنے والا اور ہر علم کا بیان کرنے والا دیکھے تو اس سے اسکا جمل سمجھ لے۔
- ☆ — عارف وہ ہے کہ جس کی یہ قرار ہی کبھی زائل نہ ہو اور ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اس کو کبھی قرار نہ آوے۔
- ☆ — غیر کے بقا کی طرف تیرا نظر اٹھانا اور ماسوا کے فقدان سے تیرا وحشت ناک ہونا تیرے اس تک نہ پہنچنے کی دلیل ہے۔
- ☆ — جب تک تو مخلوقات میں خالق کا مشاہدہ نہ کرے ان کا تابع ہے اور جب تو اس کا مشاہدہ

کرے تو مخلوقات تیرے تابع ہیں۔

☆ — بڑا سخت تعجب ہے کہ جس سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتا اس سے بھاگتا ہے اور جس کے ساتھ کسی طرح نہیں رہ سکتا اس کو طلب کرتا ہے فی الحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

☆ — تو اپنی عبودیت کے اوصاف میں پختہ ہو۔ وہ اپنے اوصاف کے ساتھ تیری ادا و فرمائے گا تو اپنی ذلت میں پختہ ہو وہ اپنی عزت سے تیری اعانت کرے گا۔ تو اپنے عجز میں پختہ ہو وہ اپنی قدرت سے تیری مدد کرے گا تو اپنی طاقت میں پختہ ہو وہ اپنی طاقت قوت کے ساتھ دھبیری فرمائیگا۔

☆ — جو چیز تیری نہیں دوسرے کی ہے اس کا دعویٰ تیرے لئے حرام کر دیا تو کیا اپنے وصف کا دعویٰ تیرے لئے مباح کر دے گا حالانکہ وہ تمام عالم کا پروردگار ہے۔

☆ — تو اپنے دل کو اغیار سے خالی کر اللہ تعالیٰ اسے معارف و اسرار سے پر کرے گا۔

☆ — بسا اوقات قبض کی تاریک رات میں وہ علوم و معارف تجھ کو دیے جو تو وسط کے روز روشن میں نہیں پاسکتا۔

☆ — ابتداءئے سالک اس کی انتہا کا آئینہ اور تجلی گاہ ہے جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگی اس کی نہایت بھی اس تک ہوگی۔

☆ — جس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے وہ تھوڑے زمانہ میں اس قدر اللہ تعالیٰ کے احاطہ و احسانات پالیتا ہے جو نہ عبارت اور بیان کے احاطہ میں آسکیں نہ اشارہ وہاں پہنچ سکے۔

☆ — پردہ پوشی کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہ کے صدور سے پردہ پوشی دوسری گناہ ہونے کے بعد خلق سے پردہ پوشی۔

☆ — علوم و حقائق تجلی کے وقت مجمل وارد ہوتے ہیں پھر حفظ و نگہداشت کے بعد تفصیل ہوتی ہے۔ "لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔"

☆ — ادا و ایہ کا ورود بقدر قابلیت اور استعداد کے ہوتا ہے اور انوار کی روشنی بقدر مغفلی اسرار باطنی کے ہوتی ہے۔

❖ — ورد کا تو تیرا مولیٰ تجھ سے طلبکار ہے اور وارد کا تو اس سے خواہاں ہے تو بھلا تیرے مطلوب کو اس کے مطلوب سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

❖ — مولیٰ تعالیٰ کے احسان اور اپنے حمیان سے ڈر کہ مبادا یہ تیرے لئے استدراج ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم درجہ بدرجہ ان کو اتاریں گے ایسی طرح کہ وہ نہ جانیں گے۔

”منستدر جہم من حیث لا یعلمون۔“

❖ — حقیقت میں متواضع وہ نہیں ہے کہ جب کوئی تواضع کا کام کرے تو اپنے آپ کو اس سے بلند اور بالا تر سمجھے بلکہ متواضع وہ ہے کہ جب تواضع کرے تو اپنے آپ کو اس سے کمتر اور پست خیال کرے۔

❖ — جس چیز سے تو مایوس ہے اس سے آزاد ہے اور جس کا طامع ہے اسکا بندہ ہے۔

❖ — در حقیقت تیرا ہمیشہ وہ ہے جو تیرا عیب جان کر بھی تیرا ساتھی رہا اور بجز تیرے مولیٰ کریم کے ایسا اور کوئی نہیں ہے۔

❖ — گسے تو بدکار ہوتا ہے لیکن تجھ کو تجھ سے بدتر کی صحبت نیکو کار دکھلاتی ہے۔

❖ — ایسے شخص کی مجالست نہ کر کہ نہ جس کا حال تجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف برا لگے اور نہ اس کا کلام تجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔

❖ — جب تو یہ جانتا ہے کہ شیطان تجھ سے غافل نہیں ہوتا تو تو بھی اپنے ایسے مولیٰ سے کہ تیری پیشانی اس کے بقعہ قدرت میں ہے غافل نہ ہو۔

❖ — نہ تیری طاعت اس کو کچھ نفع بخشتی ہے اور نہ تیری معصیت اسکو کوئی نقصان پہنچاتی ہے تجھ کو طاعت کا حکم کیا اور معصیت سے روکا کہ اس کا نفع تیری طرف عود کرے۔

❖ — اپنی عظمت خاصہ اور توجہ کے ہمید کے ظہور کی طرف اپنے بندوں کو گمراہ پلایا تو فرمایا اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے اور جب دیکھا کہ اگر ان کو اسی کے ساتھ چھوڑ دیا جائیگا کہ سرعایت وہی ہے تو تقدیر ازیلی پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے تب فرمایا اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

- ☆۔ جس نے تیری تعظیم کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی۔
- ☆۔ جب اپنا فضل و احسان تجھ پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں اعمالِ صالحہ تجھ میں پیدا کر کے صبح کے موقع میں تیری طرف نسبت کر دیتا ہے۔
- ☆۔ جب تجھ کو ماسوا سے متوحش اور دل برداشتہ کر دیا تو تو سمجھ لے کہ وہ تیرے لئے اپنے ساتھ دل لگی اور انس کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔
- ☆۔ اول تجھ پر ایجاب کی نعمت مبذول فرمائی اور دوسرے ہر لحظہ پہ درپے ظاہری و باطنی بقاء کی نعمت پہنچائی۔
- ☆۔ جب عطاسے تجھے فراخ دلی ہو اور منع سے دل تنگی ہو تو سمجھ لے کہ تو عبودیت میں سچا نہیں۔
- ☆۔ خلق کا دینا تیرے لئے حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ دینا بھی احسان ہے۔
- ☆۔ نہ دینا صرف اسی وجہ سے تجھ کو تکلیف رساں ہے کہ تجھ کو نہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و لطف کی فہم نہیں۔
- ☆۔ جب تجھ کو دیا تو اپنا جود و کرم دکھلایا اور جب نہ دیا تو اپنا قہر و غلبہ مشاہدہ کرایا پس وہ بہر حال معرفت سے تجھ کو بہرہ ور فرماتا ہے اور اپنے لطف و احسان کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہے۔
- ☆۔ صرف دارِ آخرت ہی کو اپنے مومن بندوں کے اعمال کیلئے محلِ جزا مقرر کیا ایک تو اس وجہ سے کہ جو کچھ دینا چاہتا ہے دارِ دنیا اسکو مانگ سکتی دوسرے یہ کہ دارِ بقاء میں بدلہ دینے سے ان کی قدر کو برتر اور بالا ٹھہرایا۔
- ☆۔ جس نے یہ ممکن کیا کہ مصیبت اور تکلیف میں اس کا لطف و مہربانی جدا رہے تو یہ اس کی نظرِ حیل کا قصور ہے۔
- ☆۔ جب تک تو اس دارِ دنیا میں ہے کہ دروہوں کے پیش آنے کو عجیب نہ خیال کر کیونکہ دنیا نے اسی چیز کو ظاہر کیا جو اس کا وصف ضروری اور نعمت لازمی ہے۔
- ☆۔ جب صبح ہوتی ہے تو غافل ٹکڑ کرتا ہے کہ آنے میں کیا کام کرونگا اور دانشمند انتظار کرتا

ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔
 ☆ — اس میں تیری کوشش جس کا وہ تیرے لئے کفیل ہو چکا اور اس میں تیری کوتاہی جس کا وہ تجھ سے طالب ہوا تیری عقل کا چراغ گل ہونے کی دلیل ہے۔ پیش قدمی کرنے والی ہستیاں تقدیر کی دیواروں کو نہیں پھاڑ سکتیں۔

☆ — اللہ تعالیٰ سے یہ طلب نہ کر کہ تجھ کو تیری موجودہ حالت شغل دینی یا دنیوی سے نکال کر اس کے سوا کسی دوسری حالت کے کام میں لگا دے کیونکہ اگر وہ چاہتا تو بغیر نکالے کے کام میں لگا دے۔

☆ — دعا و عبادت سے تیرا مطلوب حصول بخشش و عطا نہ ہونا چاہیے بلکہ اپنی عیوبت کے اظہار اور اس کی ربوبیت کے حقوق کو قائم کرنا ہونا چاہیے۔

☆ — اکثر اوقات عارف اپنے مولیٰ کی مشیت پر استغنا کر کے اس کی طرف اپنی حاجت پیش کرنے سے حیا کرتا ہے تو بھلا وہ اسکی مخلوق کی طرف حاجت لے جانے میں حیا کیوں نہیں کرے گا۔

☆ — سوال کے ساتھ یاد تو اس کو دلایا جائے جس پر غفلت و سہو جائز ہو اور طلب کے ساتھ متنبہ اس کو کریں جس کو مسائل سے بے پروائی ممکن ہو۔

☆ — اپنے مولیٰ سے دعا و سوال کرنا کچھ عمدہ اور معتبر حل نہیں۔ پسندیدہ حل یہ ہے کہ تجھ کو حسن ادب عطا ہو جائے۔

☆ — اے سالک اپنی ہمت کو اپنے مولیٰ کریم کے غیر کی طرف نہ بڑھا کیونکہ کریم سے امیدیں تجلوز نہیں کرتیں۔

☆ — باوجود گزرانے کے دعا میں عطا کے وقت میں تاخیر کا ہونا تجھ کو قبولیت دعا سے مایوس نہ کر دے کیونکہ وہ تیری اجابت کا کفیل اس امر میں ہوا ہے جس کو وہ تیرے لئے پسند فرماتا ہے۔

☆ — شہوت نفسانیہ کو دل میں سے مجز روکنے والے خوف کے یا متراد کرنے والے شوق کے کوئی چیز نہیں نکل سکتی۔

☆ — جب تو یہ چاہے کہ امید کا دروازہ تیرے لئے مفتوح ہو تو اپنی طرف اپنے مولیٰ حقیقی کے

احسانت کا مشاہدہ کر اور جب چاہے کہ خوف کا دروازہ تجھ پر کھلے تو جو کچھ نافرمانیاں اور بے ادبیاں اس کی جنب میں صبور ہوئی ہیں ان کا مشاہدہ کرے۔

❖ — اگر تجھ کو تیرے نفس کی طرف لوٹا دیا تو تیری مذمتوں کی نعلیت نہیں اور اگر اپنا جود و کرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو تیری خوبیوں کی انتہا نہیں۔

❖ — لغزش اور معصیت صبور ہونے کے وقت غلو کی امید میں نقصان کا ہونا اپنے اعمال پسندیدہ پر اطمینان کی علامت ہے۔

❖ — جب تجھ پر وہ امر مشتبہ ہو جائیں کہ کون اولیٰ ہے ان میں نفس پر جو زیادہ شوق ہو اسکو دیکھ اور اس کی پیروی کر کیونکہ نفس پہ وہی شوق ہوتا ہے جو حق ہوتا ہے۔

❖ — معصیت میں خط نفسانی کھلم کھلا ہے اور طاعت میں خط نفسانی پوشیدہ ہے پس جو بیماری پوشیدہ ہو اس کا علاج سخت ہوتا ہے۔

❖ — جب تیرا مولیٰ تیری ایسی تعریف میں خلعت کی زبان کو گویا کر دے جس کے تو لائق نہیں تو تو اپنے مولیٰ کی تعریف میں جو اس کے لائق ہے تر زبان ہو۔

❖ — سب سے زیادہ جہل وہ شخص ہے جو اپنی نسبت لوگوں کے خیالی اوصاف گمان کرنے پر اپنے قیمتی عیوب کا خیال چھوڑ دے۔

❖ — مومن حقیقی کی جب مدح ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس پر شرماتا ہے کہ اس کی ایسے وصف میں تعریف ہوتی ہے جس کا مشاہدہ اپنے نفس میں نہیں کرتا۔

❖ — لوگ بسبب ان اوصاف حمیدہ کے جو تجھ میں گمان کرتے ہیں تیری توصیف کرتے ہیں تو بسبب ان بری خصلتوں کے جو اپنے اندر پاتا ہے اپنے نفس کی مذمت کر۔

❖ — خواہش نفسانی کی طاعت و لذت کا قلب میں مستحکم ہو جانا سخت لاعلاج بیماری ہے۔

❖ — تجھ سے خوارق عادات کیونکر ظاہر ہوں ابھی تک تو نے نفسانی عادتوں کو تو ترک کیا ہی نہیں۔

❖ — ہر ایک معصیت اور غفلت اور نفسانی شہوت کی جڑ اپنے نفس سے رضامندی ہے۔

❖ — اپنے عیوب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا ان اشیاء کے حصول کی طرف نظر کرنے سے جو

تجھ سے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے۔

☆ — مخلوق سے لینے کی طرف ہاتھ نہ پھیلا، مگر جب ان میں بھی مولیٰ حقیقی کو ہی دینے والا مشاہدہ کرے۔

☆ — تیرے اوقات میں بہتر اور عمدہ وقت وہ ہے جس میں تو اپنی ماحتمندی کا مشاہدہ کرے اور اپنی ذلت و خواری کی طرف لوٹے۔

☆ — اگر مواہب الہی کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر و فاقہ کو اپنے اوپر راست کرے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے صدقہ فقراء ہی کے واسطے ہیں۔

☆ — ناقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے۔

☆ — اگر تو دائمی عزت کا خواہاں ہے تو فانی عزت کو اختیار نہ کر۔

☆ — اگر یقین کا نور تجھ پر روشن ہو جاتا تو دنیا کے محاسن پر فنا کے گہن کو ظاہر دیکھ لیتا۔

☆ — اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تو صرف نصیحت قبول نہ کرے گا تو اس لئے دنیا کے مصائب کی چاشنی کا ایسا ذائقہ چکھلایا جو تجھ پر دنیا کی مفارقت سہل کر دے۔

☆ — اگر تو چاہے کہ معزولی کے غم سے محفوظ رہے تو بے جا اور بے پایدار ولایت دنیاوی اختیار نہ کر۔

☆ — جو عمل تارک الدنیا کے قلب سے ہو وہ تھوڑا نہیں اور جو عمل دنیا کے حریص اور اللہ تعالیٰ سے غافل کے قلب سے ہو وہ زیادہ نہیں۔

☆ — فکر قلب کا چراغ ہے جب وہ نہ رہیگا تو قلب کی روشنی بھی جاتی رہے گی۔

☆ — ذکر میں حضور نہ ہونے کے سبب ذکر کو نہ چھوڑ کیونکہ اٹھائے ذکر میں غفلت ہونے کے بہ نسبت نفس ذکر سے غفلت کا ہونا زیادہ سخت ہے اور کچھ بعید نہیں کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ ذکر غفلت سے ذکر بیداری تک اور ذکر بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک جس میں اللہ کے سوا سب سے غیبت ہو جائے بلند فرما دیوے اور اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

☆ — عمر گزشتہ کا عوض نہیں اور عمر موجودہ بے بہا ہے۔

- ☆ — تیرا عمل کی بجا آوری کو فارغ وقت پر ملنا تیرے نفس کی حماقتوں سے ہے۔
- ☆ — اغیار سے خلی ہونے والے وقت کا انتظار نہ کر کیونکہ یہ تجھ کو اس کے مراقبہ اور نگہداشت سے جس حال میں تجھ کو ٹھہرا رکھا ہے جدا کر دے گا۔
- ☆ — بقدر ایک سانس کے بھی تیرا وقت نہیں گزرے گا مگر اس میں تیرے لئے خدا کا امر مقدر کیا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔
- ☆ — تخریب ہے اس ذات پاک کے واسطے جس نے اپنے اولیاء کی طرف راہ یابی کا وہی طریقہ رکھا جو اپنی طرف راہ یابی کا طریقہ ٹھہرایا اور اپنے اولیاء تک اسی کو پہنچایا جس کی اپنی طرف پہنچانا چاہا۔
- ☆ — گمناہی کی زمین میں اپنے وجود کو دفن کر دے کیونکہ جو دانہ زمین میں دفن نہیں ہوتا اس کا نشوونما کمال نہیں ہوتا۔
- ☆ — قلب کے لئے کوئی چیز اس گوشہ نشینی کے برابر نافع نہیں جس کے ساتھ صفات الہی و نعماء شامی کے میدان میں داخل ہو۔
- ☆ — تجھ پر اپنی خدمت و طاعت کو واجب فرمایا اور حقیقت میں اس کی وجہ سے تیرے جنت میں داخل ہونے کو واجب فرمایا۔
- ☆ — جب حق جل و علانے اپنے بندوں کی کوتاہی و طائف عیوبت کی بجا آوری کی طرف اٹھنے میں معلوم فرمائی تو اپنی طاعت و عبادت کو ان پر واجب فرما کر گویا ان کو اپنے ایجاب کی زنجیروں کے ساتھ اپنی طاعت کی طرف ہانکا۔ تیرا پروردگار ان لوگوں پر تعجب فرماتا ہے کہ جو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں بھیجے جاتے ہیں۔
- ☆ — تیرے لئے طاعات کو اوقات معینہ کے ساتھ اس لئے مقید کر دیا تاکہ کسل اور لیت و لعل مانع نہ ہو اور وقت فراغ رکھا تاکہ کچھ حصہ اختیار کا بھی تیرے لئے باقی رہے۔
- ☆ — تیرا ضعف و ناتوانی معلوم کر کے نماز کی تعداد گھٹادی اور فضل خداوندی کا محتاج جان کر امداد ثواب پر عادی۔
- ☆ — نماز حقیقی دلوں کو اغیار کے میل کچیل سے پاک کرنے والی اور پوشیدہ اسرار کا دروازہ

کھولنے والی ہے نماز سرگوشی کا عمل اور محبت و اخلاص کی جگہ ہے۔ اس میں قلوب کے میدان
اسراروں کیلئے فراخ ہوتے ہیں اور اس میں انوار کے ستارے چمکتے ہیں۔

☆ — اس کے صدقہ کئے ہوئے عمل پر تو کیونکر عوض کا طالب ہو سکتا ہے یا اس کی تحفہ بھیجی
ہوئی راستی پر کس طرح جزاء کا طالب ہو سکتا ہے۔

☆ — محب وہ نہیں ہے جو اپنے محبوب سے عوض کا امیدوار ہو یا حصول غرض کا طلبگار ہو۔

☆ — جس چیز کو تو محبوب بنائے گا اس کا بندہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرنا کہ اس کے
سوا تو کسی کا بندہ بنے۔

☆ — حق جل و علا جس طرح عمل مشترک کو پسند نہیں فرماتا اسی طرح قلب مشترک کو بھی
پسند نہیں فرماتا۔

☆ — تیرا خواہش کرنا کہ لوگ تیرے اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت جان لیں عبودیت
کے اندر تیرا سچا نہ ہونے کی دلیل ہے۔

☆ — گناہ اور نافرمانی کرنے کے وقت جس قدر تو علم خداوندی کا محتاج ہے۔ بندگی اور طاعت
کرنے کے وقت اس سے زیادہ اس کے علم کا محتاج ہے۔

☆ — اپنے کسی عمل پر جس کا تو قائل حقیقی نہیں ہے عوض کا طلبگار مت ہو۔ ایسے عمل پر
تجھ کو یہی عوض کافی ہے کہ اس کو قبول فرمایا اور اس پر مواخذہ نہیں کیا۔

☆ — جب تو کسی عمل پر عوض کا خواہاں ہوگا تو تجھ سے اس میں صدق اور اخلاص کا مطالبہ
ہوگا۔

☆ — عمل کرنے والوں کے لئے جزاء معجل یہی کافی ہے جو انکے طاعت میں ان کے قلوب پر
الہامات اور لذت مناجات کے دروازے کھولتا ہے۔

☆ — ہمارا پروردگار اس سے برتر اور ہلا تر ہے کہ بندہ تو اس کے ساتھ اپنی طاعتوں سے نقد کا
معاملہ کرے اور وہ اس کا بدلہ قیامت کے اوجار پہ چھوڑ دے۔

☆ — کوئی عمل بارگاہ خداوندی میں اس عمل سے زیادہ قبولیت کے لائق نہیں جسکا مشاہدہ
تیری نظر سے غائب ہو اور تیرے خیال میں اس کا وجود حقیر ہو۔

- ☆ — چلی کے گدھے کی سیر کی ابتداء اور سیر کی اختتام ایک ہوتی ہے تو مخلوق سے مخلوق کی طرف سفر نہ کر بلکہ مخلوق سے خالق کی طرف چل۔
- ☆ — ملامت و عیبات کے فوت ہو جانے پر غم نہ ہونا اور محاسن و سنایات کے واقع ہونے پر پیچیدگی نہ ہونا موت قلب کی علامت ہے۔
- ☆ — جب تجھ سے کوئی گناہ صلور ہو جائے تو تجھ کو تیرے پروردگار کے ساتھ حصول استقامت سے مایوس نہ کر دے کیونکہ شاید یہ آخری گناہ ہو جو تجھ پر مقدر ہوا ہے۔
- ☆ — اگر اس کے عدل و انصاف سے بے بسی ہو گئی تو کوئی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔
- ☆ — جب تک قلب نازبا حرکتوں سے باز نہ آئے اس میں خالق و اسرار کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔
- ☆ — علم قائمہ بخش دہی ہے جس کی شعائیں سینہ اور دل میں پھیل جائیں اور دل پر سے شکوک و اوہام کے پردے اٹھائے۔



باب 12

اخلاق حمیدہ

سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کی گواہی رب کعبہ نے ان الفاظ میں دی۔ "وانکھ لعلی خلق عظیم" (القلم: آیت 4) [اور بیشک آپ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں] امت محمدیہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (الاحزاب: آیت 21) [تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسوہ حسنہ ہے]

ان آیات مبارکہ کے پیش نظر سالک کو اخلاق رزیلہ سے چھٹکارہ پانے اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے کے بغیر چارہ نہیں۔ یہی پیغام حدیث پاک میں اس طرح دیا گیا "تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ" [اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین کرو] اسلام میں اخلاق حمیدہ کو ایمان لانے کے بعد تمام اعمال پر فضیلت دی گئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ "اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا" [ایمان والوں میں سب سے کمال وہ ہے جو اخلاق میں اعلیٰ ہے] اس بارے میں حیران کن بات تو یہ ہے کہ مکارم اخلاق کی تعلیم کو بعثت نبوی ﷺ کا مقصد بتایا گیا ارشاد گرامی ہے "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" [میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں]

ایک روایت میں ہے "الدین النصیحة" [دین سراسر خیر خواہی ہے] لہذا مومن کسی کا بدخواہ نہیں ہو سکتا۔ سالک کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے دین کا ہو یا دنیا کا۔ ایمان لانے کے بعد افضل ترین نیکی مخلوق کو آرام پہنچانا ہے۔ بد اخلاق آدمی سے نہ تو خالق خوش ہوتا ہے نہ ہی مخلوق۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے دل میں مومن کا غم نہیں

وہ میری امت میں سے نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا ”یا اللہ! تیری مخلوق میں سب سے بہترین کون ہے؟“ فرمایا ”کسی دوسرے کو کٹا چبے تو یہ تمکین ہو“ پس بارگاہ ربوبیت میں عمدہ سیرت ہی سب سے بڑی سفارش ہے۔

مکارم اخلاق :- سیدہ عائشہؓ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق دس ہیں۔

- (1) سچ بولنا (2) سچ کا معاملہ کرنا (3) سائل کو عطا کرنا (4) احسان کا بدلہ دینا (5) صلہ رحمی کرنا (6) امانت کی حفاظت کرنا (7) پڑوسی کا حق ادا کرنا (8) ساتھی کا حق ادا کرنا (9) مہمان کا حق ادا کرنا (10) ان سب کی جڑ اور اصل اصول حیا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے ”روشن دل وہ ہے جس میں خلق نہ ہو“ اور سیاہ دل وہ ہے جس میں خلق نہ ہو۔“ مشائخ کرام نے درج ذیل دس باتوں کو خوش خلقی کی علامت قرار دیا ہے:

- (1) لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا (2) لوگوں کی فزواری کرنا (3) حاجت مندوں کے کام آنا (4) لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنا (5) عیب جوئی و عیب گوئی سے بچنا (6) اپنے عیوب پر نظر رکھنا (7) کوئی مذمت کرے تو نیک تلویل نکالنا (8) گنہگار کی معذرت قبول کرنا (9) میانہ روی اختیار کرنا (10) لایعنی سے پرہیز کرنا۔

سالک کو چاہئے کہ حتی الوسع کسی کی دل آزاری نہ کرے۔ پیاریوں میں سب سے بری دل کی پیاری ہے اور دل کی پیاریوں میں سب سے بری دل آزاری ہے۔

مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کچھ ڈھیندا

پر کسے دا دل نہ ڈھلوں رب دلاں وچ رہندا

اخلاق الصالحین :- حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ”جس نے کوئی رات اور دن مومن کو تکلیف دیئے بغیر گزارا۔ اس نے وہ رات نبی علیہ السلام کے ساتھ بسر کی“ سالک کو چاہئے کہ برائی کے جواب میں حتی المقدور اچھائی کا معاملہ کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ”ادفع بالتي هي احسن“ (م السجدة: آیت 34)

[آپ نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹل دیا کیجئے]

قانونِ فطرت بھی یہی ہے کہ مندر کا درخت اس کھاڑے کے منہ کو بھی خوشبودار بنا دیتا ہے جو اسے کھتا ہے۔ پھول کی پتیوں ان ہاتھوں کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہیں جو ہاتھ انہیں مسل دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ”اے دوست! اگر کوئی تیرے راتے میں کانٹے بچھائے تو تو اس کے راتے میں کانٹے نہ بچھلاؤ ورنہ ساری دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔“

حسن خلق کے فضائل :- حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں حسن خلق کے مطلق فرماتے ہیں۔

اے شفقت کے آثار والے! دنیوی زندگی نہایت قلیل ہے اور ابدی و دائمی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں، سعادت مند وہ شخص ہے جو اس تھوڑی فرصت کو غنیمت جان کر اس میں آخرت کے کام بنائے اور طویل سفر کا توشہ میا کرے اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی ایک جماعت کی ضروریات کا مرجع بنایا ہے۔ (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالا کر مخلوق خدا کی حاجت روائی میں اچھی طرح کمر بستہ ہونے میں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجہات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے اور ان کے ساتھ کشادہ روئی و خوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی و سہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا وسیعہ (کمزری) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی و درجہات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کتبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کتبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے، ان کو خوش کرنے، حسن خلق، نرمی کرنے، مصلحت دینے اور مددکاری کی فضیلت کے بارے میں چند حدیثیں تحریر کی جاتی ہیں اچھی طرح غور فرمائیں اور اگر کسی حدیث کے معنی (سمجھنے) میں کوئی پوشیدگی رہ جائے تو کسی دہندہ اور طالب علم سے اس کا حل طلب کریں۔

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا۔ اور اس کو کسی دشمن یا ہلاکت کے سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی

میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غموں میں سے کوئی غم دور کر دے گا اور جس شخص نے کسی کے (بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی روایت ہے کہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں رہے گا اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ چنگ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے جن کو لوگوں کی حاجت (پوری کرنے) کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے لوگ اپنی حاجت میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ چنگ اللہ تعالیٰ کی کچھ قومیں (لوگ) ہیں جن کو اس نے بندوں کے فائدوں کے لئے نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور جب تک وہ ان نعمتوں کو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو نعمتوں میں برقرار رکھے گا لیکن جب وہ ان نعمتوں کو (خرچ کرنے سے) روک لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان لوگوں سے چھین لے گا اور دوسروں کی طرف منتقل کر دے گا۔ اس کو ابن ابی الدنیا و طبرانی نے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلا (یعنی کوشش کی) تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے احکاف سے بہتر ہے۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا احکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ کر دے گا۔ ہر خندق دوسری خندق سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا کہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک (مشرق سے مغرب تک) فاصلہ ہے۔ اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو اس کے لئے پورا کر دیا اللہ عز و جل اس کے لئے پچتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرے گا جو اس پر اگر وہ صبح کا وقت ہو گا تو شام تک اور شام کا وقت ہو گا تو صبح تک رحمت طلب کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کے ساتھ ایک درجہ بلند کر دے گا۔ اس کو ابن

جہاں وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں کوشش کی، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور اس کے ستر گناہ مٹا دے گا۔ یہاں تک کہ جہاں سے وہ چلا تھا وہاں واپس آجائے پس اگر اس بھائی کی حاجت اس کے ہاتھ پر پوری ہو گئی تو وہ (کوشش کرنے والا شخص) اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا کہ اس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنتا تھا اور اگر اس (کوشش) کے دوران ہلاک ہو گیا تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہو جائے گا۔ اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے کسی نیک مقصد کو حاصل کرنے اور کسی نیکی کو آسان کرنے کے بارے میں کسی صاحب اقتدار کی طرف پہنچا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط سے گزرنے کے وقت اس کی مدد فرمائے گا جبکہ لوگوں کے قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوش کرنا ہے یعنی تو اس کی ستر پوشی کرے یا اس کی بھوک کو دور کرے یا اس کی حاجت پوری کرے اس کو طبرانی اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض (کی ادائیگی) کے بعد سب سے پسندیدہ عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہے اور اس کی توحید بیان کرتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ کہتا ہے) پس جب بندہ اپنی قبر میں منتقل ہو جاتا ہے تو وہ خوشی اس کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کہ کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے پس وہ کہتی ہے کہ میں وہ خوشی ہوں کہ تو نے مجھے فلاں شخص پر داخل کیا تھا آج میں تیری وحشت کو اس میں تبدیل کروں گی۔ اور تجھ کو حجت (دلیل) کی تلقین کروں گی اور تجھ کو قول ثابت (کلمہ شہادت) پر ثابت رکھوں گی اور یوم قیامت کی حاضری کے مقلبت میں تیرے ساتھ حاضر رہوں گی اور تیرے لئے تیرے رب کی طرف شفاعت کروں گی اور تجھ کو جنت میں تیری منزل دکھاؤں گی۔ اس کو ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ

ﷺ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے ذریعہ اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا (وہ چیز) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (تقویٰ) اور اچھے اخلاق ہیں اور آپؐ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو آپؐ نے فرمایا وہ منہ اور شرمگاہ ہے۔ اس کو ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو، اس کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ ضرور اپنے حسن خلق کی وجہ سے آخرت کے بہت بڑے درجے اور بہت بلند منزل پر پہنچے گا اور بیشک یہ (اس کی) عبادت (کے ثواب) کو کئی گنا کر دے گا۔ اور بیشک وہ ضرور اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے جہنم میں سب سے نیچے کے درجے میں پہنچے گا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو ایسی عبادت کی خبر نہ دوں جو کہ آسان ہو اور بدن پر ہلکی ہو، (وہ) خاموشی اور حسن خلق ہے۔ اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی جانب سے آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق پھر وہ شخص آپ کی دائیں جانب سے آیا اور عرض کیا کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق اور پھر وہ آپ ﷺ کی بائیں جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کونسا عمل افضل ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ اس شخص کی طرف مڑے اور فرمایا تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو سمجھ نہیں رہا۔ (وہ عمل) حسن خلق (ہے اور وہ) یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو غصہ نہ کیا کر اس کو محمد بن نصر المروزی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطہ میں گھرولانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کر دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر دلانے کا ضامن ہوں، جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگرچہ جھوٹ بولنا مزاح کے طور پر ہی ہو، اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھرولانے کا ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا بنائے اس کو ابو داؤد ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث قدسی میں آیا ہے بیشک

یہ وہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور سہولت و حسن خلق کے سوا اور کوئی چیز اس کے لئے سزاوار نہیں، پس جب تک تم اس (دین) پر قائم رہو، ان دونوں اوصاف سے اس (دین) کا اکرام کرو، اس کو طہرائی اور برائے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حسن خلق مکتہوں کو اس طرح پھلکا (مٹا) دیتا ہے جس طرح کہ پانی برف کو پھلکاتا ہے اور بد اخلاقی عمل کو اس طرح فاسد کر دیتی ہے جس طرح کہ سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے۔ اس کو طہرائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نری کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نری کرنے کو پسند کرتا ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نری کو پسند کرتا ہے اور نری کرنے والے سے راضی ہوتا ہے اور نری پر ایسی مدد کرتا ہے جو وہ سختی پر نہیں کرتا۔ اس کو طہرائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا) جس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے (سنو) یہ ہر اس شخص پر حرام کر دی جاتی ہے جو آسانی، نری اور سہولت والا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ذمیل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم (مدد باری) سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کو ابو یوسف نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ علم (مدد باری) کے ذریعہ صائم و قائم (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے) کا درجہ پالیتا ہے۔ اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو غصہ آیا پھر اس نے اس کو ضبط کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور محبت کرے گا۔ اس کو اصفہانی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ (جنت) میں مکان کو اونچا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور اشد فرمائیے) آپ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) جو شخص تجھ سے جہالت (کا برتاؤ) کرے تو اس سے مدد باری کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے اور جو شخص تجھ کو محروم

کے تو اس کو عطا کرے اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے میل جول کرے۔ اس کو طبرانی ویزار نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کسی کو بچھاڑ دینے سے طاقت ور نہیں ہوتا درحقیقت طاقت ور وہ ہے جو فصد کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک یہ بھی ایک قسم کا صدقہ (ننگی) ہے کہ تو کشادہ روئی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے۔ اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا، تیرے لئے صدقہ (ننگی) ہے اور تیرا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی زمین (جگہ) میں تیرا کسی کو راستہ بتانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا راستہ سے پھریا کھانا یا بڑی دور کرنا تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور تیرا اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا بلاخانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اس کے باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا تو ابوالک اشعریؒ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ (بلاخانہ) کس کے لئے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور (لوگوں کو) کھانا کھلایا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہیں وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کو طبرانی و حاکم نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں کتب ترغیب و ترہیب سے لی گئی ہیں۔ جو کہ علم حدیث کی معتبر کتابوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ ان احادیث کے فہم پر عمل عطا فرمائے۔ اپنے حال کے صفحہ کو ان احادیث کے مضمون کے ساتھ موازنہ کریں جو کچھ حال کے موافق معلوم ہو اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالانا چاہئے اور جو کچھ ایسا نہ ہو تو حق سبحانہ سے عاجزی و زاری کے ساتھ اپنا حال ان (احادیث) کے موافق ہونے کی دعا کرنی چاہئے۔ اگر کسی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق سردست حاصل نہ ہو تو بہر حال اپنی کوتاہی کا اعتراف تو اس کو حاصل ہونا ہی چاہئے۔ اور یہ (اعتراف) بھی ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے کہ کسی کو عمل کی توفیق بھی حاصل نہ ہو اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے کیونکہ ایسے شخص کو اسلام سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔

۔ ہر کس کہ بیافت دولتے یافت عظیم

وآں کس کہ نیافت درد نیافت بس است

[جس شخص نے پایا اس نے ایک بڑی دولت پائی اور جس شخص نے نہیں پایا اس کو نہ پائے کا درد ہی کافی ہے] [مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب 147]

خیر خواہی کی لا جواب مثالیں :-

1۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے میں چوئیاں پھر رہی تھیں۔ ایک چوئی نے دوسری چوئیوں سے کہا ”یا ایہا العمل ادخلوا مسکنکم“ (النمل: آیت 18)

[اے چوئیو! اپنے اپنے سوراخوں میں جا کھو]

اللہ تعالیٰ کو چوئی کی خیر خواہی اتنی پسند آئی کہ نہ صرف اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا بلکہ ایک سورت کا نام النمل رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چوئی کے نام کو عزت بخشی۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک چوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہے تو اگر ایک مومن دوسروں کی خیر خواہی کرے گا تو کتنا زیادہ اجر و ثواب پائے گا۔ اللہ اکبر کبیرا

2۔ قانون فطرت ہے کہ اگر کسی کھیت میں حیوانوں کا گوبر اور انسانوں کی نجاست ڈال دی جائے تو یہ گندگی اور نجاست کھاد کا کام کرتی ہے اور اس کھیت کی فصل اچھی پیدا ہوتی ہے۔ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے کی بات ہے کہ گندگی اگر ساتھ رہنے والی فصل کو فائدہ پہنچا سکتی ہے اور ہم اشرف المخلوقات ساتھ رہنے والے انسانوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے تو پھر ہم گندگی و نجاست سے بھی گئے گزرے بن گئے۔

3۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ گرمیوں کی دوپہر میں سوئے ہوئے تھے اور ایک باندی پٹکھا کر رہی تھی۔ اس باندی کو نیند آئی تو وہ وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی آنکھ کھلی تو آپ نے اس باندی کو سوئے ہوئے پایا۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے پٹکھالے کر اسے پٹکھا کرنا شروع کر دیا وہ باندی تھکی ہوئی تھی کافی دیر تک گہری نیند سوئی رہی۔ جب آنکھ کھلی تو اس

نے دیکھا کہ امیر المومنین اسے پکھا کر رہے ہیں وہ چونک اٹھی آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں جیسے میں انسان ہوں ویسے ہی تم بھی انسان ہو۔ میں نے تم کو سوتے دیکھا تو سوچا کہ پکھا کر کے اللہ کی رضا حاصل کروں۔

4) — حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنی جوانی میں کپڑے کی دکان کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ظہر کے بعد دکان بند کر کے گھر جا رہے تھے۔ ایک دوست نے صورت حال دریافت کی تو فرمایا کہ آج موسم ابر آلود ہے اس کیفیت میں گاہک کو کپڑے کے رنگ و معیار کی صحیح شناخت نہیں ہوتی۔ میں نے دکان بند کر دی تاکہ کوئی گاہک کم قیمت کپڑے کو اچھا سمجھ کر دھوکہ نہ کھائے۔

5) — فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر فتح کرنے کے بعد اپنے خیمے میں آئے تو دیکھا کہ ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور گھونسلہ بنا رکھا ہے۔ آپ نے لشکر کو کوچ کرنے کی اجازت دے دی مگر اپنے خیمے کو وہیں لگا رہنے دیا تاکہ کبوتری کو تکلیف نہ پہنچے۔ عربی زبان میں کبوتری کو فسطاط کہتے ہیں۔ آج اسی جگہ فسطاط نامی شہر آباد ہے اور عمرو بن العاصؓ کی عظمت کی گواہی دیتا ہے۔

6) — حضرت مولانا رومؒ اپنے شاگردوں کے ہمراہ ایک پگڈنڈی پر جا رہے تھے کہ دیکھا ایک کتا سو رہا ہے۔ آپ مع جماعت اس وقت تک وہیں کھڑے رہے جب تک کتا از خود وہاں سے اٹھ کر ایک طرف کو نہ چلا گیا۔ یہ اس لئے کیا کہ میری وجہ سے کتے کی نیند میں خلل نہ آئے۔

7) — حضرت خواجہ باقی اللہؒ ایک رات تہجد کیلئے اٹھے۔ سخت سردی تھی۔ آپ نے تہجد پڑھی پھر اپنے بستر کی طرف بڑھے تاکہ لحاف میں لپٹ کر بیٹھیں۔ دیکھا کہ ایک بلی کہیں سے آ کر لحاف میں گھس گئی ہے۔ چنانچہ آپ ساری رات بچھے پر بیٹھے ٹھہرتے رہے مگر بلی کو لحاف سے نکالنا پسند نہ کیا۔

8) — حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ نے سترہ دن ایک زخمی بیمار کتے کی خدمت کی۔ جب کتا صحت یاب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے علوم و معارف عطا فرمائے کہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل امام بنے۔ ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہو گئی۔ پس سالک کو چاہیے کہ دوسروں کی خیر خواہی کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھے۔ سلف

صالحین نے حیوانوں کے ساتھ حسن خلق کا اس قدر مظاہرہ کیا تو ہمیں انسانوں کے ساتھ خوش خلقی کا معاملہ کیوں نہیں کرنا چاہیے۔ دین اسلام نے تو مومنین کو مواخات کی ملا میں پروا ہے۔
اخوت اسلامی کے فضائل:-

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”انما المؤمنون اخوة“ (الحجرات: آیت 10)

[بے شک ایمان والے بھائی بھائی ہیں]

حدیث پاک میں ہے۔ ”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہے اس کو نیک دوست عطا کر دیتا ہے کہ اگر بھول جائے تو یاد کرا دے اور اگر یاد ہو تو اس کی مدد کرے۔“
ایک روایت میں ہے:

”دو بھائیوں کی مثل ایسے ہے کہ جیسے دو ہاتھ ہوں۔ جب ہاتھ ملتے ہیں تو ایک ہاتھ دوسرے کو دھوتا ہے۔ جب بھی دو مومن ملے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے سے بھلائی عطا کی۔“

جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

”جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو بھلائی بھلیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے اس قدر درجہ بلند کرے گا کہ ویسا درجہ وہ اپنے کسی اور عمل کے ذریعے نہیں لے سکتا۔“
فرمان الہی ہے:

”وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ“ (الشوریٰ: آیت 26)

[اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی جو بھلے کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے انہیں اپنا فضل]

”ويزيدهم“ کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں:

”ان کے بھائیوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کرے گا اور انہیں ان کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔“

حضرت سعید بن مسیبؓ، شعیؓ، ابن ابی لیلیٰ، ہشام بن عروہؓ، ابن شہرہؓ، شریحؓ، شریک بن عبد اللہؓ، ابن عیینہؓ، عبد اللہ ابن مبارکؓ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے موافقین کا یہی مذہب ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”مومن الفت رکھے والا۔ الفت کیا جانے والا ہے اور جو الفت نہ کرے اور نہ ہی اس

سے الفت کی جائے اس میں کچھ بھلائی نہیں۔“

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”مومن اپنے بھائی کی وجہ سے کثیر ہے۔“

حضرت عمر بن خطابؓ کا قول ہے:

”اسلام کے بعد کسی بندے کو نیک بھائی سے بڑھ کر بھلائی نہیں ملی۔ تم میں سے ایک

آدی اگر اپنے بھائی سے محبت دیکھے تو اس کو تمام رکھے اس لئے کہ یہ کم ہی ملا کرتی

ہے۔“

بعض حقدین حضرات کا فرمان ہے۔ ”اس امت سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے

گد پھر تقویٰ پھر امانت اور پھر الفت۔“ ایک حکیم کے چند اشعار ہیں۔

ما نالت النفس على بغية الذ من ود ضديق امين
من فاته ود اخ صالح فذلك المقطوع منه الوتين
[نفس نے ایک امانت دار دوست کی محبت سے بڑھ کر لذیذ مقصود حاصل نہیں کیا جو نیک بھائی کی محبت سے

محروم رہا یہ ایسا ہے کہ اس کی مضبوط ری ٹوٹ گئی]

حضرت عمر بن خطابؓ کی وصیت حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ نے حضرت سعید بن

المسیبؒ سے روایت کی۔ ”تجھ پر سچے دوست بنانے لازم ہیں۔ ان کے پہلو میں زندگی گزار۔

اس لئے کہ فراخی میں یہ نہنت ہیں اور مصیبت میں یہ کام آنے والا سلطان ہے۔“

حضرت ابن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے (قیامت کے روز) سرخ یا قوت کے ستونوں پر ہوں گے۔ ہر ستون کے سرے پر ایک ہزار ہلا خانے ہوں گے وہ اہل جنت پر جھانکتے ہوں گے۔ اہل جنت کو ان کا حسن اس طرح روشنی دے گا جیسا کہ دنیا والوں کو سورج روشنی دیتا ہے۔ ان پر سبز ریشم کا لباس ہوگا۔ ان کی پیشانیوں پر یہ تحریر ہوگا:

”هؤلاء المتحابون في الله عز وجل“

[یہ اللہ عزوجل کی خاطر باہم محبت کرنے والے ہیں]

حضرت عبود بن صامتؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میری خاطر محبت رکھنے والوں میری خاطر ملاقات کرنے والوں اور میری خاطر تواضع اور صداقت اختیار کرنے والوں کیلئے محبت حق (اور لازم) ہوگی۔“

ابو بکرؓ نے حضرت مجاہدؓ سے روایت کیا:

”جب اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والے باہم ملتے ہیں اور ایک بھائی دوسرے کے سامنے نرم پڑ جاتا ہے تو اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے کہ موسم سرما میں خشک درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے عرش کا سلیہ عطا کرے گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سلیہ نہ ہوگا۔ وہ وہ آدمی جنہوں نے اللہ کی خاطر محبت کی۔ اسی پر جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔“

حضرت فضیل بن عیاضؓ فرمایا کرتے تھے:

”محبت و رحمت کے ساتھ ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر نظر کرنا بھی عبادت ہے۔“

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”ایک آدمی نے کسی دوسری بستی میں جا کر اپنے ایک بھائی سے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ اس نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟

کہا! اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس کی ملاقات کا ارادہ ہے۔

پوچھا۔ کیا تو صلہ رحمی کر رہا ہے یا تجھ پر اس کا کوئی احسان ہے جس کا بدلہ چکا رہا ہے۔
 کہا۔ نہیں! بلکہ مجھے اس سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہے۔
 فرشتے نے کہا۔ میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا قصد ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھتا ہے جیسے
 کہ تو نے اللہ کی خاطر اس آدمی سے محبت رکھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے:
 ”اگر آدمی دن کو روزے رکھے اور افطار نہ کرے اور رات کو قیام کرے اور جلو کرے مگر اللہ
 تعالیٰ کی خاطر نہ کسی سے محبت رکھے نہ ہی کسی سے عداوت رکھے تو اتنی بڑی بدعت بھی اسے
 نفع نہ دے گی۔“

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:
 ”کون سا مرد بہترین ایمان پختہ ترین ہے۔“

صحابہؓ نے عرض کیا ”نماز۔“

فرمایا (نماز) ایک نیکی ہے مگر اس درجہ کی نہیں۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا حج اور جلو۔

فرمایا نیکی ہے اور اس درجہ کی نہیں۔

عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ آپ ہی ہمیں بتائیے۔

فرمایا۔ بہترین مرد بہترین ایمان ”حب فی اللہ“ اور ”بغض فی اللہ“ ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث میں ہے اور موسیٰ بن عقبہؓ نے فرمایا:

”میں اپنے ایک بھائی کو ایک بار ملتا ہوں تو کئی روز تک اس کی ملاقات کے باعث خوشی کی مجلس
 قائم کرتا ہوں۔“

حضرت جعفر بن سلیمانؓ نے فرمایا:

”جب میں اپنے جی میں سستی دیکھتا ہوں تو محمد بن واسعؓ کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں۔“

حضرت محمد بن واسعؓ نے فرمایا:

”دنیا میں تین لفظ ترین چیزیں ہی باقی رہ گئیں۔“

1۔ باجماعت نماز پڑھنا۔

2۔ رات کو تہجد پڑھنا۔

3۔ بھائیوں سے ملاقات کرنا۔

حضرت حسنؑ اور حضرت ابو قلابہؑ فرمایا کرتے تھے:

”ہمیں اپنے احباب اپنی لولاد و اہل سے بھی محبوب تر ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے اہل ہمیں دنیا یاد دلاتے ہیں اور ہمارے احباب ہمیں آخرت یاد دلاتے ہیں۔“

اخوت کی بنیادی شرط :- دو آدمیوں کے درمیان مواخت قائم ہونے کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ دونوں ہم جنس ہوں یعنی دونوں کے حال میں مماثلت ہو۔ مثلاً دونوں نیکو کار ہوں یا دونوں ایک شیخ کے مرید ہوں یا دونوں علم ظاہر و علم باطن کے حامل ہوں۔ بعض حقد میں کا قول ہے کہ دو آدمیوں میں الفت چار وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بناء پر ہوتی ہے۔

1۔ جب وہ عزم میں یکساں ہوں۔ (مثلاً دونوں سالک ہوں)

2۔ حال میں اشتراک ہو۔ (مثلاً دونوں ایک ہی سلسلہ میں منسلک ہوں)

3۔ علم میں قریب قریب ہوں۔ (مثلاً دونوں صاحب نسبت ہوں)

4۔ اخلاق میں اتفاق ہو۔ (مثلاً دونوں میں عاجزی ہو)

اگر دو آدمیوں میں چاروں قدریں مشترک ہوں تو انکی مواخت پختہ ترین ہوتی ہے۔ اسلئے کہا جاتا ہے ”الجنس یميل الى الجنس“

[جنس کا میلان اپنی ہی جنس کی طرف ہوتا ہے]

حدیث پاک میں ہے:

”اگر ایک مومن کسی ایسی مجلس میں جائے جہاں ایک سو منافق ہوں اور ایک مومن ہو تو وہ اسی (مومن) کے پاس آکر بیٹھے گا۔ اگر منافق کسی مجلس میں جائے جس میں ایک سو مومن ہوں صرف ایک منافق ہو تو وہ اس (منافق) کے پاس جا کر بیٹھے گا۔“

اس حدیث کا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مدینہ میں احد کی ایک عطارہ عورت تھی۔ مکہ کی ایک عطارہ عورت مدینہ آئی اور یہ مزاج کرنے والی عورت تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا۔ ”کہاں ٹھہری ہو۔“ عرض کیا ”فلاں (عطارہ) کے پاس۔“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”ارواح جمع شدہ لشکر ہیں جن کا باہم تعارف ہوا ان میں الفت ہو گئی اور جن میں باہم اجنبیت ہوئی ان میں اختلاف ہوا۔“

حدیث مواخت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان صحابہ کرامؓ کے درمیان مواخت قائم کی جو علم و حل میں ہم شکل و ہم جنس تھے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان مواخت قائم کی۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ کے درمیان مواخت قائم کی یہ دونوں مالدار ہونے کی وجہ سے مماثل تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کے درمیان مواخت قائم کی یہ علم و زہد میں ہم شکل تھے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت سعدؓ کے درمیان مواخت قائم کی یہ حل میں مشترک تھے۔ حضرت علیؓ اور اپنے درمیان مواخت قائم کی۔ سبحان اللہ۔

روایت ہے کہ حضرت معروف کرخؓ نے ابو محفوظؓ سے پوچھا: ”اے ابو محفوظ! اس شہر میں دو بلند پایہ بزرگ ہیں۔ میں کس کی مصاحبت کروں تاکہ اس سے علم و ادب سیکھوں۔ امام احمد بن حنبلؓ ”یا بشر بن حارثؓ۔“ انہوں نے فرمایا:

”ان میں سے ایک کی بھی مصاحبت نہ رکھ۔ اس لئے کہ امام احمد بن حنبلؓ محدث و فقیہ ہیں۔ ان کا اختلاط لوگوں سے زیادہ رہتا ہے ان کی مصاحبت تیرے دل کی حلاوت ذکر اور محبت خلوت کو گموا دے گی۔ اور بشر بن حارثؓ اپنے حل میں غرق ہیں وہ تیری طرف توجہ نہیں کر سکیں گے۔ البتہ اسود بن سالمؓ کی مصاحبت کرو کہ وہ احباب کے معاملے میں فراخ دل اور صابر آدمی ہیں۔ وہ آپ کیلئے بہتر ہیں اور توجہ بھی کریں گے۔“

حضرت معروف کرخؓ نے ایسا ہی کیا تو انہیں خوب نفع ہوا۔ حالانکہ اسود بن سالمؓ ان دونوں سے کم درجہ کے بزرگ تھے۔ مگر حل کی مناسبت اور وصف کی مشابہت کی وجہ سے فائدہ زیادہ ہوا۔

ایک عرب عالم کا قول ہے:

”دوست کی مثل کپڑے میں پیوند کی طرح ہے۔ اگر اسی کپڑے کی جنس کا پیوند نہ ہو تو اس کیلئے معیوب بن جاتا ہے۔“

جب دوا ایسے آدمی مصاحبت کریں جو ہم جنس و ہم مشرب نہ ہوں تو ان میں تفریق ہو جانا لازمی ہے۔ ایک عرب شاعر کا قول ہے۔

و قائل لما تفرقتما فقلت قولاً فيه انصاف
لم يك من شكلي فقارقه والناس اشكال و الاف
[کننے والے نے پوچھا کہ تم میں جدائی کیوں ہوئی۔ میں نے انصاف کی بات بتائی کہ وہ میری شکل کا نہ تھا
اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا اور لوگ اشکال و الفت کے ساتھ رہتے ہیں]

حبیب کیسا ہو....؟

حضرت بشر بن حارثؓ فرمایا کرتے تھے:

”صرف خوش خلق آدمی ہی سے اختلاط رکھو اس لئے کہ یہ بھلی بات ہی کہے گا اور بد خلق سے
اختلاط مت کرو اس لئے کہ یہ بری بات ہی کہے گا۔“

حضرت سفیان ثوریؓ فرماتے ہیں:

”تو جس سے موائت قائم کرنا چاہتا ہے اسے غصہ دلا دے پھر کوئی آدمی اس سے تیرے بارے
میں پوچھے اگر وہ اچھی بات کہے تو اس کی مصاحبت اختیار کر لے۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

”اسخان لئے بغیر کسی سے موائت قائم نہ کرو۔ اس کے سامنے ایک راز کھول دو۔ پھر اسے غصہ
دلا کر دیکھو۔ اگر راز کھل کر دے تو اس سے بچ کر رہو۔“

ابو یزیدؓ سے کسی نے پوچھا ”میں کس آدمی سے مصاحبت کروں؟“

فرمایا ”جو تجھ سے ایسے آگاہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے اور حیرت انگیز ہو جیسا کہ جیسے اللہ
تعالیٰ کرتا ہے۔“ (گویا تعلقہ باخلاق اللہ کا عملی نمونہ ہے۔)

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ”صرف اس آدمی سے مواخات قائم کرو جو چار حالات میں بھی ایک جیسا ہے۔“

1۔ غصہ کے وقت

2۔ رضا کے وقت

3۔ لالچ کے وقت

4۔ خواہش نفس کے وقت

ایک ادیب کا قول ہے۔ ”صرف اس آدمی سے مصاحبت رکھ جو تیرا راز چھپائے اور تیری نیکی پھیلانے۔ مصائب میں تیرا ساتھی ہو اور مرغوبت میں تجھ پر ایثار کرے۔“
ایک عالم کا فرمان ہے کہ دو میں سے ایک آدمی ہی کی مصاحبت کرو:

1۔ وہ آدمی جس سے تو کوئی دین کی بات نہ سکھے۔

2۔ وہ آدمی جو تجھ سے دین کی بات نہ سکھے۔

روایت ہے کہ ابو سلیمان نے ابن ابی حواریؓ کو نصیحت کی:

”اے احمد! دو میں سے ایک آدمی ہی کی مصاحبت کرو۔“

1۔ وہ آدمی کہ تو دنیا میں اس کی وجہ سے فراقی پائے۔

2۔ وہ آدمی کہ تو آخرت میں اس کی وجہ سے انعام پائے۔

حضرت ابو ذرؓ فرمایا کرتے تھے:

”میرے ساتھی سے تعلقی بھڑے اور نیک ساتھی تعلقی سے بھڑے۔“

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی:

”میرے بیٹے لوگوں میں اس کی مصاحبت کرنا کہ اگر تو مفلج ہو جائے تو وہ میرے قریب ہو۔

اور اگر تو امیر ہو جائے تو میرے دل میں طمع نہ کرے۔ اگر اس کا درجہ بڑھ جائے تو تجھ پر

بولائی نہ دکھائے۔ اگر تو اس کی خاطر تواضع کرے تو وہ تیری مخالفت کرے۔ (یعنی تجھے

ذلیل نہ کرے) اگر تو اس سے زیادتی کرے تو وہ بدداشت کرے۔ اگر تو اس کے پاس ہو تو

وہ میری نسبت کا باعث بنے۔“

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ لوگوں کی چار اقسام ہیں تین کی مصاحبت کر اور ایک کی مصاحبت نہ کر۔

- 1- سمجھدار آدمی جو اپنی سمجھ سے آگاہ ہے۔ یہ عالم ہے اس کی اتباع کرو۔
- 2- سمجھدار آدمی جو اپنی سمجھ سے آگاہ نہیں یہ سونے والا ہے اسے جگا دو۔
- 3- بے سمجھ آدمی جو اپنی آپ کو بے سمجھ ہی سمجھے یہ جاہل ہے اسے سکھو اور تعلیم دو۔
- 4- بے سمجھ آدمی جو اپنے آپ کو بے سمجھ مگن نہ کرے۔ یہ منافق ہے اس سے دور رہو۔

حضرت ابو مہرانؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں گھر سے نکلتا ہوں تو تین کے درمیان ہوتا ہوں۔

- 1- اگر اپنے سے زیادہ عالم سے ملاقات ہو تو اس سے سیکھتا ہوں۔
- 2- اگر اپنے جیسے سے ملاقات ہو تو یہ میرے مذاکرات کا دن ہے۔
- 3- اگر اپنے سے کم علم والے سے ملاقات ہو تو یہ میرا ثواب کا دن ہے۔ (یعنی اسے سکھاتا ہوں اور ثواب کا امیدوار ہوں۔)

ابو جعفر محمد بن علیؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی ”پانچ آدمیوں سے مصاحبت نہ کرنا بلکہ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ بھی نہ چلنا۔“

- 1- جموٹے کی۔ یہ قریب کو دور اور دور کو قریب ظاہر کرے گا۔
- 2- احسب کی۔ فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچا بیٹھے گا۔
- 3- بخیل کی۔ وہ تجھے اس وقت ہموڑ دے گا جب تو اس کا محتاج ہو گا۔
- 4- صلہ رحمی نہ کرنے والے (بے وفا) کی۔ میں نے قرآن میں تین جگہ اس پر لعنت ہونے پائی ہے۔

- 5- فاسق (بدکار) کی۔ کہ وہ تجھے ایک لقمہ یا اس سے کم میں فروخت کر دے گا۔
- بیٹے نے پوچھا ”لقمے سے کم تر کیا چیز ہے؟“ فرمایا ”لقمے کی امید پر یعنی طمع۔“

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ پانچ آدمیوں کی مصاحبت سے دور رہو۔

1- بدعتی

2- فاسق

3- جہل

4- دنیا کالاچی

5- لوگوں کی بہت غیبت کرنے والا

حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ احمق کے چہرے کی طرف دیکھنا ایک لکھی ہوئی خطا

ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے:

”اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے اصحاب کے ساتھ زیادہ نرم روی رکھے اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی سے نرمی سے پیش آئے۔ جہل کی مصاحبت سے دور رہو ورنہ اس کی محبت تجھے بھی جہل کر دے گی یا اپنے مولیٰ کریم سے غافل کر دے گی۔“

قرآن مجید میں دو آدمیوں کی مصاحبت سے بچنے اور ایک کی مصاحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا

ہے۔

1- جہل کے مصاحبت سے بچو۔ فرمایا گیا ”فاستقیما ولا تتبعن مسیل الذین

لا یعلمون“ (یونس: آیت 89) [سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور مت چلو راہ اُنکی جو نہیں جانتے]

2- غافل کی مصاحبت سے بچو۔ فرمایا گیا ”ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرونا“

(الکہف: آیت 28) [نہ اطاعت کر اسکی جسکا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا]

3- غیب کی مصاحبت اختیار کرو۔ فرمایا گیا ”واتبع مسیل من اناب الی“

(القصص: آیت 15)

[اور اس کی راہ کا اتباع کر جس نے میری طرف رجوع کیا]

پس سالک کو چاہیے کہ اپنے مرشد اور پیر بھائیوں ہی سے مصاحبت رکھے کہ وہی اس

آیت کا مصداق ہوتے ہیں۔

اخوت کے آداب :- سا لکین کو چاہیے کہ اخوت کے آداب کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور اپنا رہن سہن اس کے مطابق بنائیں۔ چند آداب درج ذیل ہیں۔

1) — محبت و مودت میں اپنے بھائیوں پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”جب بھی دو آدمیوں نے اللہ کی خاطر محبت کی تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کو محبوب تر وہ ہے جو اپنے بھائی سے زیادہ محبت کرے۔“ دوسری روایت میں ہے۔ ”اللہ تعالیٰ کی خاطر اخوت قائم کرنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کو محبوب تر وہ ہے جو اپنے بھائی کیلئے زیادہ نرم ہو۔“ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا:

”واخفض جناحک للمؤمنین“ (الحجۃ: آیت 88)

[اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے]

اور صحابہ کرامؓ کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”رحمہاء بینہم“ (الف: آیت 29)

[ایک دوسرے کے ساتھ نرم تھے]

کسی شاعر نے مومن کمال کے متعلق کہا:

ہو حلقہ یاروں تو برہم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
مومن کا ایک وصف بتایا گیا ”اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین“
(المائدہ: آیت 54) [مومن ہونگے وہ مسلمانوں پر سخت ہونگے وہ کافروں پر]
ایک اور جگہ فرمایا گیا:

”و نواصو بالصبر و نواصو بالمرحمۃ“ (البقرہ: آیت 17) [اور ایک دوسرے کو
مہربانی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کرتے رہے]

حدیث پاک میں ہے ”ارحموا من فی الارض و رحمکم من فی السماء“
[تم زمین والوں پر رحم کرو! آسمان والا تم پر رحم کرے گا]

(2) — اپنے بھائیوں کی حاجت روائی میں کوشش رہیں۔ روزِ محشر بعض لوگ کہیں گے۔

”فما لنا من شافعين ولا صديق حميم“ (الشعراء: آیت 100-101)

[پھر کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والا اور نہ کوئی دوست محبت کرنے والا]

اس آیت میں حمیم کے معنی ہیں ہمیم۔ یعنی ہواء کو قرب کے باعث حاء سے بدل دیا۔ یہ اہتمام سے ماخوذ ہے۔ یعنی ”مہتمم ہامروہ“ [اس کے معاملہ کا اہتمام کرنے والا] اس سے معلوم ہوا کہ صدیق (دوست) وہی ہے جو تیرے امور کا اہتمام کرے۔ سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ ”جب ان کا ایک بھائی فوت ہوتا تو اس کے اہل و عیال کی چالیس چالیس برس تک خدمت کرتے اور انہیں صرف چہرہ عائب ہونے کی ہی تکلیف ہوتی تھی۔“

سیرت سلف سے اخوت فی اللہ کے حقوق کے بارے میں واقعہ منقول ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی کے گھر میں آتا ہے اور اس بھائی کو معلوم بھی نہیں۔ وہ اس کے گھر والوں سے پوچھتا ہے ”تمہارے پاس آٹا ہے، کھجی ہے، تمہیں فلاں چیز کی ضرورت ہے۔“ اگر وہ جواب دیں کہ ہمارے پاس فلاں فلاں چیز نہیں تو وہ یہ تمام چیزیں خرید کر انہیں لادیتا یعنی وہ اپنے اہل و عیال اور اپنے بھائی کے اہل و عیال میں فرق نہ رکھتا۔ اپنے بھائی کا بوجھ بھی خوشی خوشی اٹھاتا اور بتاتے ہیں کہ جب بھائی سے ملاقات ہوتی تو اس مدد کا ذکر تک نہ کرتے۔

روایت ہے کہ حضرت مسوقؒ نے کافی قرض لے رکھا تھا اور ان کے دوست حضرت حمیدؒ پر بھی قرض تھا۔ چنانچہ حضرت مسوقؒ نے حضرت حمیدؒ کا قرض ادا کر دیا اور انہیں معلوم نہ تھا جبکہ حضرت حمیدؒ نے حضرت مسوقؒ کا قرض ادا کر دیا اور انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ کون ادا کر گیا۔ حضرت ابو الدرداءؒ نے بل میں جتے ہوئے دو بیلوں کو دیکھا کہ ایک بیل رک کر بدن کھلانے لگا تو دوسرا بیل بھی رک گیا۔ حضرت ابو الدرداءؒ یہ دیکھ کر رو پڑے۔ فرمایا کہ اگر حیوان ایک دوسرے کی اتنی رعایت کرتے ہیں تو وہ بھائیوں کو ایک دوسرے کی کتنی رعایت کرنی چاہیے۔

(3) — کسی غلطی کے ارتکاب پر اپنے بھائی کو رسوا نہ کرے بلکہ مناسب طریقے سے اصلاح کی کوشش کرے۔ حضرت ابو الدرداءؒ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک نوجوان ان کی مجلس پر چھا

گیا حتی کہ حضرت ابو الدرداءؓ اس کی نیکو کاری کی بناء پر اس سے محبت کرنے لگے۔ اچانک یہ نوجوان کوئی کبیرہ گناہ کر بیٹھا۔ بعض حاضرین اسے حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس لے آئے اور کہا کہ کاش آپ اسے دور کر دیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہم ایک چیز کی وجہ سے اپنے دوست کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیغمبر علیہ السلام کو اپنے اہل کے بارے میں یہی حکم دیا۔

فان عصوكم فقل اني بريء مما تعملون (الشعراء: آیت 216)

[پھر اگر تمہاری نافرمانی کرے۔ تو کہہ دے میں الگ ہوں تمہارے کام سے]

اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ”میں تم سے نسبی طور پر ہی بے زار ہوں۔“ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے مواخات کر رکھی تھی وہ غیر ملک چلے گئے تو غفلت میں پڑ گئے۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ نے ان کی طرف ایک مکتوب لکھا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم۔ غافر الذنب وقابل التوب“ (المومن: آیت 1، 2، 3)

[یہ کتب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے، گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے]

یہ لکھنے کے بعد اسے برے فعل پر ندامت دلائی۔ جب اس نے مکتوب پڑھا تو کہل۔ ”اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور حضرت عمرؓ نے مجھے اچھی نصیحت کی۔“ پھر وہ توبہ تاب ہو کر نیک ہو گیا۔ اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل پیرا نہ ہونا سخت دلی اور کذب حل کی علامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلاہن کے متعلق فرمایا:

”ولکن لا تحبون النصحين“ (الاعراف: آیت 79)

[اور لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے]

4۔۔۔ اپنے بھائی کے عیوب اور اس کی لغزشوں کی پردہ داری کرے۔ حدیث پاک میں ہے ”ایسے برے پڑوسی سے اللہ کی پناہ مانگو کہ اگر وہ نیکی دیکھے تو اسے چھپا دے اور اگر وہ برائی دیکھے تو اسے ظاہر کر دے۔“

وصف عدالت میں امام شافعی کا قول علماء نے بہت پسند کیا ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکیم نے

امام شافعیؒ کو یہ فرماتے سنا۔

”ہر آدمی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کرتا رہے اور غافلانی نہ کرے اور ہر آدمی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی غافلانی کرتا رہے اور اطاعت نہ کرے۔ اب جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے بڑھ گئیں تو یہ محل ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا ”جب تمہارا بھائی سو رہا ہو اور اس کا کپڑا اس سے کھل جائے تو تم کیا کرتے ہو؟“ انہوں نے عرض کیا ”ہم اسے ڈھانپ دیتے ہیں اور پردہ کرتے ہیں۔“ فرمایا ”بلکہ تم اس کا پردہ کھولتے ہو۔“ انہوں نے عرض کیا ”سبحان اللہ یہ کون کرے گا۔“ فرمایا ”تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کے بارے میں ایک بات سنتا ہے تو اس میں اضافہ کر کے اسے پھیلاتا ہے۔“ (وہ پردہ کھولنے والا ہوا۔)

ایک حدیث پاک میں ہے جو شخص دنیا میں اپنے بھائیوں کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

5۔ کسی محلے میں اپنے بھائی کا راز نہ کھولے۔ حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے کو کہا۔ ”میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ آپ کو دوسروں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لئے تین باتوں کا خیال رکھنا۔ ان کا کوئی راز نہ کھولنا، ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا اور انہیں تمہارے جھوٹ کا تجربہ نہیں ہونا چاہیے۔“ امام شافعیؒ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا یہ کلمہ ہزار کلمات سے بہتر ہے۔ حفاظت راز کے بارے میں عبد اللہ بن معمر کا شعر مشہور ہے۔
و مستودعی سرّاً نبراء ت کتمہ فإو دعنه صدری فصارلہ قبراً
[اور میری سرّاً نبراء ت کتمہ اس کا اخیام ہی اقامت کر لیا۔ چنانچہ میں نے سینہ کو یہ لمانت دی اور وہ اس کی قبر بن گیا]

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

”مومن مومن کا بھائی ہے نہ وہ اسے غمزہ کرتا ہے نہ ہی شرمندہ کرتا ہے۔“

6۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے بھائی کیلئے عتابانہ دعا کرتا رہے۔ حدیث پاک میں ہے ”آدمی کی اپنے بھائی کے محلے میں وہ دعا قبول ہوتی ہے جو اپنے بارے میں قبول نہیں ہوتی۔“ ایک

حدیث میں آتا ہے۔ ”بھائی کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا رد نہیں ہوتی اور فرشتہ کہتا ہے ولکٹ مثل هذا (اور تجھے بھی اسی قدر ملے) حضرت ابو الدرداءؓ فرمایا کرتے تھے۔ ”میں سجدہ میں اپنے چالیس بھائیوں کیلئے دعا کرتا ہوں اور ان کے نام لیا کرتا ہوں۔“ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے:

”ہمارے بیٹوں کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی ہیں۔“

(7) — سالک کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی وفات کے بعد اس کیلئے دعا کرے۔ کیا خبر اس کی دعا قبول ہو جائے اور حسن نیت کی وجہ سے مردے کی بخشش ہو جائے۔ حدیث پاک میں ہے۔ ”قبر میں مردے کی مثل ایسے ہے جیسے کہ ڈوبنے والا ہر چیز سے لپٹ لپٹ جائے۔ وہ اپنے بیٹے یا والد یا بھائی کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندوں کی دعاؤں سے مردوں کی قبروں پر پھاڑوں کے برابر انوارات آتے ہیں۔ کہا کرتے ہیں ”جیسے دنیا میں زندوں کیلئے تحائف ہوتے ہیں۔ مردوں کیلئے دعائیں بمنزلہ ان تحائف کے ہیں۔“ سلف صالحین اپنے بھائیوں کو اپنی وفات کے بعد دعائیں کرنے کی وصیت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے ”غریب وہ نہیں جس کے پاس مال نہ ہو بلکہ غریب وہ ہے جس کا کوئی حمیب نہ ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کتنی اچھی اور خوبصورت دعا سکھائی۔

”ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان“ (الحشر: آیت 10)
[اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان ایمان والے بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں]

(8) — سالک کیلئے ضروری ہے کہ اپنے بھائی کیلئے دسترخوان کو وسیع رکھے اور ”انما نطعمکم لوجه اللہ“ (الہمز: آیت 9) [یہک ہم آپ کو اللہ کیلئے کھلاتے ہیں] پر عمل پیرا ہو۔ محمد بن واسعؒ ایک مرتبہ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عمدہ عمدہ مرغوب چیزیں دسترخوان پر رکھیں مگر ہمراہ کھانے کی بجائے فقط پاس بیٹھے محو گفتگو رہے اور فرمایا ”میں نے یہ چیزیں تمہارے لئے چھپا رکھی تھیں۔“ محمد بن واسعؒ نے کہا ”آپ ہمیں مرغوب چیزیں کھلاتے ہیں اور آپ خود نہیں کھاتے۔“ فرمایا ”میں انہیں نہیں کھاؤں گا۔ میں

انہیں چھوڑ چکا اور تمہارے سامنے اس لئے رکھتا ہوں کہ میں جانتا ہوں تم یہ چیزیں چاہتے ہو۔“
حضرت ابراہیم بن لوطمؑ اپنے بھائیوں کے آنے پر مہینہ شہر اور ساحلی بستیوں سے منبر،
بادام اور بندق کا پھل توڑ کر لاتے اور فرماتے ”کھاؤ“۔ وہ عرض کرتے ”کاش آپ یہ کام چھوڑ
دیتے اور اپنی نماز پڑھتے رہتے۔“ وہ فرماتے ”یہ میرے لئے نقلی نماز سے افضل ہے۔“

شریعت نے تو اپنے صدیق کے گھر سے بغیر اذن کھانا کھانے کی بھی اجازت دی ہے۔ نبی
اکرم ﷺ نے حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا ہوا گوشت کھایا اور وہ موجود نہ تھیں۔ اس لئے کہ
آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا ایسا کرنا حضرت بریرہؓ کیلئے مسرت کا باعث ہوگا۔

ہاشم اوقصؓ نے دیکھا کہ حضرت حسن بصریؒ ایک سبزی فروش کی دکان پر بیٹھے اس ٹوکری
سے یہ چیز اور اس ٹوکری سے وہ چیز کھا رہے ہیں تو کہا ”اے ابو سعید! آپ ایک آدمی کا مال بغیر
اس کی اجازت کے کیوں کھا رہے ہیں۔“ فرمایا ”اے لڑکے کھانے کی آیت پڑھنا۔ وہ خاموش
رہے تو حضرت حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی ”ولا علی انفسکم ان تاکلوا من
بیوتکم“ سے لے کر ”او صدیقکم“ (النور: آیت 61) تک پڑھی۔

بعض سلف کا یہ حال تھا کہ اچانک مہمان آگئے۔ گھر میں کھانے کو نہ تھا۔ اپنے بھائی کے گھر
گئے اور وہاں سے روٹیاں اور ہٹیا پکی ہوئی اٹھالائے اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ جب وہ
بھائی ملتا تو اس کلام کو مستحسن سمجھتا اور کہا کہ اگر دوبارہ مہمان آئیں تو ایسا ہی کیجئے گا۔
حضرت محمد بن واسعؒ اور فرقہ سخیؒ کے اصحاب ان کے گھر میں آتے اور صاحب خانہ سے
اجازت لئے بغیر ہی کھا لیا کرتے وہ فرمایا کرتے۔

”تم نے مجھے سلف صالحین کا اخلاق یاد دلایا۔ ہم اسی طرح تھے۔“

مالک بن دینارؒ اور محمد بن واسعؒ دونوں حضرت حسن بصریؒ کے گھر میں تشریف لائے۔
حضرت حسنؒ موجود نہ تھے۔ محمد بن واسعؒ نے چارپائی کے نیچے سے کھانے کی ٹوکری نکالی اور کھانا
کھانے لگے حضرت حسن بصریؒ تشریف لائے تو فرمایا:

”دور صحابہ میں ہم ایسے ہی تھے ہم ایک دوسرے سے تنفر نہیں کیا کرتے تھے۔“

سلف صالحین اپنے مسلمان بھائیوں سے اختلاط رکھتے، مل کر کھاتے کھلاتے، بازاروں میں

چلتے، ضروریات کی چیزیں خود خرید لاتے اور سلمان خود اٹھا لیتے۔ صحابہؓ و تابعینؓ کی یہی سیرت تھی۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر والوں کیلئے اپنی پیٹھ پر (خوراک وغیرہ) بوری اٹھا لیتے۔ حضرت علیؓ اپنے کپڑے اور ہاتھ میں کھجور اور نمک اٹھا لاتے اور فرمایا کرتے۔

لا ينقص الكامل من كماله ما جبر من نفع الى عياله
[کمال اس وجہ سے ناقص نہیں ہوتا کہ اس نے اہل و عیال کے نفع کیلئے مشقت اٹھائی]

حضرت ابی بن کعبؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ کا یہی طریقہ تھا۔ یہ لکڑیاں خود لاتے۔ اپنے کاندھوں پر آنے کی بوریاں اٹھا لاتے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ ایک چیز خریدتے تو خود اٹھا لیتے آپ کا صحابیؓ عرض کرتا ”یہ مجھے دیجئے میں اٹھا لیتا ہوں۔“ آپؐ فرماتے ”چیز کا مالک اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔“ نبی اکرم ﷺ بعض اوقات بکری کا دودھ دوہتے، اہل خانہ کے ہمراہ روٹیاں پکانے میں مدد کرتے، گھر میں جھاڑو دیتے حالانکہ آپؐ پر خشیت الہی اور محبت الہی کا غلبہ رہا کرتا تھا۔ (اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو سالکین ذکر و اذکار اور وظائف و اوراد میں لگ کر گھر کے کام کاج سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اور اسے زہد و تقویٰ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے ”میں اپنے بھائیوں کو جمع کر کے انہیں کھانا کھلاؤں یہ بات مجھے ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔“

حضرت ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے تھے ”اگر میں ساری دنیا کا مالک بن جاؤں اور ساری دنیا کا نوالہ بنا کر اپنے بھائی کے منہ میں دے دوں تو بھی اسے کم سمجھوں گا۔ ایک مرتبہ فرمایا ”میں اپنے ایک بھائی کو نوالہ کھلاتا ہوں تو اس کا زائقہ اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں۔“

(9) — سالک کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی دلازاری ہرگز نہ کرے۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنیؒ چھت کا پرانا اپنے مہمن میں رکھا کرتے تھے تاکہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ ایک عالم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے گھر مہمن بن کر ٹھہرے۔ حضرت نے کھانے کیلئے پھل پیش کئے۔ فراغت پر مہمن نے کہا کہ حضرت میں چھلکے باہر پھینک دیتا ہوں۔ فرمایا کہ آپ چھلکے ایک ہی جگہ باہر پھینک دیں گے۔ ہمسائے کے بچے دیکھیں گے تو ان کے دل میں پھل کھانے کی خواہش پیدا

ہوگی۔ جب ان بچوں کو گھر میں پھل کھانے کو نہ ملے گا تو ان کی دل آزاری ہوگی۔ اس نے کہا کہ حضرت آپ کیسے پیچیدگیوں کے فرمایا ان بچوں کے کھڑے کھڑے کر کے ایک اس جگہ، دو سو دو سری جگہ اس طرح فاصلے فاصلے سے چٹکے بچوں کو گا کہ دیکھ کر اندازہ ہی نہ ہو گا کہ یہاں کسی نے پھل کھائے ہیں۔

پس مسلمان بھائی کی دل آزاری سے بچنا چاہیے اور اس کا تذکرہ ہمیشہ ایسے الفاظ میں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علقمہؓ کو وصیت کی:

”جب تیرا بھائی تجھ سے غائب ہو تو اس کا ذکر اسی طرح کر جیسے کہ اگر تو اس سے غائب ہو تو اپنا ذکر ہونا پسند کرتا اور جیسے تو چاہتا ہے کہ تجھے معاف کر دیا جائے اس طرح اسے بھی معاف کر۔“

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے ”میں نے غیر حاضری میں جب بھی کسی بھائی کا ذکر کیا تو یہ فرض کر لیا کہ وہ نہیں بیٹھا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے بارے میں وہی کہا جو وہ اپنی موجودگی میں سنتا پسند کرتا ہے۔“ ایک دوسرے کے ساتھ نزاع کی کیفیت پیدا نہ ہونے دی جائے۔ ابو اسامہ ہاشمیؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم جھگڑ رہے تھے۔ آپؐ غضبناک ہوئے اور فرمایا ”نزاع کرنا چھوڑ دو“ اس لئے کہ اس میں بھائی کم ہے۔ نزاع چھوڑ دو اس لئے کہ اس کا فائدہ کم ہے اور یہ بھائیوں کے درمیان عداوت بھڑکانا ہے۔“

عبدالرحمن بن حید بن یسیرؓ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں یمن میں تھا اور میرا ایک بھائی یسوی تھا۔ وہ مجھے تو رات کی باتیں بتاتا کرتا۔ ایک دن میں نے اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر ایک نبیؐ مبعوث فرمایا۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر تو رات کی تصدیق کرنے والی کتاب بھیجی۔ یسوی نے کہا:

”تم نے سچ کہا مگر تم پر جو نازل ہوا اس کی تم لوگ تائب نہیں رکھتے۔ ہم اس نبیؐ کی اور اس کی امت کی مخالفت تو رات میں پاتے ہیں کہ کبھی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ علم رکھتا ہو اور گھر کی چوکت سے نکلے تو اس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے خلاف عداوت نکلی ہو۔“

سلف صالحین کا قول ہے کہ شیطان جس قدر اللہ تعالیٰ کی خاطر مداخلت قائم کرنے والوں سے جلا اور حسد کرتا ہے اس قدر وہ نیکی میں تعلق کرنے والوں کے درمیان تفریق پیدا نہیں کرتا۔

اس کا صرف یہی کام ہے اور وہ دوسرے کاموں سے فارغ ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قل لعبادی يقول اتیٰ ہی احسن ان الشیطن یمنع بینہم“
(بنی اسرائیل: آیت 53)

[اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات دینی کہیں جو بہتر ہو۔ شیطان جھگڑاتا ہے آپس میں]
حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”من بعد ان نزع الشیطن بینہ و بین اخوتہ“ (یوسف: آیت 100)
[بعد اس کے کہ جھگڑا اٹھا شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان]

سائل کو چاہیے کہ اپنے دینی بھائی کو نصیحت کرے مگر نصیحت سے بچے۔ نصیحت کہتے ہیں
تعلیٰ میں اچھی بات سمجھانے کو اور نصیحت کہتے ہیں لوگوں میں بیٹھ کر غلطیوں کی نشاندہی کرنے
کو تاکہ بھائی شرمندہ ہو۔ اسی طرح عتاب کرے مگر توبخ سے بچے۔ عتاب کہتے ہیں غلوت میں
ناراض ہونے کو اور توبخ کہتے ہیں لوگوں کے سامنے ناراض ہونے کو۔
اسی طرح مدارات کرے مگر مدانت سے بچے۔ مدارات کہتے ہیں کہ اللہ کی رضا کیلئے بھائی کا
قرض ادا کر دیا وغیرہ اور مدانت کہتے ہیں کہ تو کسی کام کے ذریعے دنیا چاہے اور نفسانی مزے کیلئے
ایک کام کرے۔

اسی طرح غبطہ کرے مگر حسد سے بچے۔ غبطہ (رشک) کہتے ہیں کہ جو انعام تو بھائی پر دیکھے
وہ اپنے لئے بھی چاہے۔ یہ نہ چاہے کہ بھائی کا انعام ختم ہو۔ حسد یہ ہے کہ جو انعام بھائی کے
پاس ہے وہ لینا چاہے جبکہ وہ انعام بھائی کے پاس نہ رہے۔

اسی طرح فراست پر اکتفا کرے مگر بد ظنی سے بچے۔ فراست کہتے ہیں کہ اپنے وجدان باطنی
کے ذریعے بھائی کی برائی کا اندازہ کر لینا اور بد ظنی کہتے ہیں کہ اپنے خبث باطن کی وجہ سے بھائی کو
برا سمجھنا۔ یہ بد ظنی حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

”ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے دشمنی و اختلاف نہ رکھو۔ ہاں ہم

حسد نہ کرو۔ نہ ہی باہم قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندے! بھائی بھائی بن جاؤ۔“
 متقی آدمی کی علامت یہ ہے کہ اگر باہم دو بھائیوں میں کسی وجہ سے تفریق بھی ہو جائے تو
 انتفاع ہو جانے پر بھی خوش روئی اور حسن خلق کا مظاہرہ کرے۔ بقول شاعر

ان الکريم اذا نقضى وده يخفى القبيح و يظهر الاحسانا
 و ترى اللثيم اذا تصرم حبله يخفى الجميل و يظهر البهتانا
 [شریف آدمی جب محبت ختم کرتا ہے تو برائی چھپاتا اور نیکی ظاہر کرتا ہے۔ اور کینے آدمی کی جب رسی ٹوٹی
 ہے تو اچھائی چھپاتا اور بہتن ظاہر کرتا ہے]

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ دعا مانگی تو درج ذیل الفاظ سے دعا کی۔ ”یا من
 اظهر الجميل و ستر القبيح و لم يواخذ بالجريرة و لم يهتك السر“
 [اے جس نے اچھائی ظاہر کی اور برائی پر پردہ ڈال دیا اور گنہہ پر مواخذہ نہیں کیا اور پردہ دری نہیں کی]
 ان مندرجہ بالا صفات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہی تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ کہلاتا ہے۔ سالک کو
 چاہیے کہ یہ دعا اکثر مانگا کرے۔

”ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في
 قلوبنا غلا للذين آمنوا۔ ربنا ابكك دوف مدحيم۔“ (الحشر: آیت 10)

[اے ہمارے پروردگار! ہم کو بھلے دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں]
 ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک صحابیؓ سامنے سے آئے۔ ابھی وہ دور ہی
 تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”جنتی آرہا ہے۔“ پھر کچھ دن کے بعد اسی طرح ہوا کہ آپؐ
 نے اسے دیکھ کر فرمایا ”جنتی آرہا ہے۔“ ایک دوسرے صحابیؓ یہ سن کر رشک کرنے لگے۔ دل
 میں سوچا کہ کسی طرح اس بھائی کا خاص عمل دیکھوں جس کی وجہ سے انہیں جنت کی بشارت
 نصیب ہوئی۔ پس وہ تین دن کیلئے اس بھائی کے گھر مسمان بن کر وارد ہوئے۔ دن رات اپنے
 بھائی کے اعمال کو ملاحظہ کیا کوئی خاص بات نظر نہ آئی جو امتیازی حیثیت رکھتی ہو۔ تیسرے دن
 اس بھائی سے پوچھ لیا کہ آپ کو نسا ایسا عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو نبی اکرم ﷺ

نے جنت کی بشارت دی۔ انہوں نے کہا کوئی خاص عمل تو نہیں البتہ رات جب میں سوئے لگتا ہوں تو اپنے مسلمان بھائیوں کی طرف سے دل کو صاف کر لیتا ہوں۔ شاید یہ سینہ بے کینہ اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند آیا ہو کہ دنیا میں جنت کی بشارت نصیب ہوئی۔

مواخت کو قائم و دائم رکھنے کیلئے ذمہ داریاں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں ایک تواضع دوسری ایثار۔ حدیث پاک میں آتا ہے ”من تواضع لله رفعه الله“ [جس نے اللہ کیلئے تواضع کی اسے اللہ نے بلندی دی]

زمین کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھلپا آسلی ہو کر ایک بزرگ اپنے متوسلین سے فرمایا کرتے تھے:

”ایک کتے نے اصحاب کف کا ساتھ دیا تو اس کتے کے ساتھ جنت کا وعدہ ہوا اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہوا۔ تم اپنے احباب کو اصحاب کف کی مانند سمجھا کر اور اپنے آپ کو ان کا کتا تصور کیا کرو۔ پس تمہیں بھی اپنے احباب کی وجہ سے جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔“

حضرت خواجہ فضل علی قلیٹیؒ اپنے مریدین سے فرمایا کرتے کہ فقیرو! دیکھو سراونچا ہے جب بھی کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو سر پر جوتے لگتے ہیں۔ پاؤں نیچے ہیں لہذا جب بھی عزت ملتی ہے تو لوگ پاؤں پکڑتے ہیں اور منت سماجت کر کے مٹاتے ہیں۔ پس تم غرور و تکبر سے بچو۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے دینی بھائی کیلئے اس طرح بچھ جائے کہ اگر وہ سینے پر پاؤں رکھ کر بھی گزر جائے تو یہ برا نہ مانے۔

ایک بزرگ تواضع کی فضیلت یوں بیان فرمایا کرتے تھے:

”انسان مجہد کی حالت میں اپنی خوشحالی کو زمین پر ٹکا دیتا ہے یہ جھکنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ فرمایا انسان جتنا میرے قریب مجہد کی حالت میں ہوتا ہے اتنا کسی دوسری حالت میں نہیں ہوتا۔“

دوسروں کو اپنے سے محترم اور افضل تصور کرنا تواضع کی علامت ہے۔ سالک اپنے سے عمر میں بیٹوں کا اس لئے اوب کرے کہ ان کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں اور اپنے سے چھوٹوں پر اس لئے شفقت کرے کہ ان کے گناہ مجھ سے کم ہیں۔

ایک مرتبہ چند سالکین اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضری کیلئے پیدل جا رہے تھے۔ ایک آدمی نے انکو دیکھا تو سوچا کہ چلو ان میں سے جو بھی بڑا بزرگ ہوگا اس سے دعا کرواؤنگ۔ چنانچہ پہلے سے مصافحہ کیا اور کہا کہ آپ بزرگ ہیں میرے لئے دعا کریں۔ وہ کہنے لگے میں تو خلوم ہوں بزرگ تو وہ ہیں جو میرے پیچھے آرہے ہیں۔ چنانچہ اس نے دوسرے سے دعا کیلئے کہا اس نے بھی وہی جواب دیا کہ میں تو خلوم ہوں بزرگ تو وہ ہیں جو میرے پیچھے آرہے ہیں۔ کرتے کرتے سب گزر گئے۔ جب آخری صاحب گزرنے لگے تو اس شخص نے ان سے دعاؤں کی گزارش کی کہ آپ بزرگ ہیں میرے لئے دعا کریں۔ وہ فرماتے لگے اوہو۔ میں تو خلوم ہوں بزرگ تو وہ تھے جو آگے گزر گئے۔ اللہ اکبر۔ گویا سب دوسروں کو اپنے سے افضل و اعلیٰ سمجھتے تھے۔

ایثار کہتے ہیں کہ اپنی ضرورت کے باوجود اپنے بھائی کو اپنے آپ پر ترجیح دینا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی خاص صفت بتائی گئی۔ "وہو لرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصہ" (الحشر: آیت 9) [وہ انکو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود اس کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں] ایک صحابیؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ مہمان گھر آئے تو دسترخوان بچھا کر چراغ بجھا دیا خود کھانا نہ کھایا تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھالے۔

شیخ ابو الحسن اصفہانیؒ کے پاس شہر "بے" میں 30 سالکین جمع ہوئے۔ پانچ آدمیوں کا کھانا تھا۔ خلوم نے دسترخوان پر کھانا چن دیا اور بہانے سے چراغ بجھا دیا۔ سب سالکین اندر میرے میں اس طرح اپنے ہاتھ کھانے اور منہ کی طرف بڑھاتے رہے جیسے خوب مزے مزے سے کھانا کھا رہے ہوں۔ بعض اپنا منہ اس طرح چلاتے رہے جیسے کھانا چاچا کر کھا رہے ہوں۔ کافی دیر کے بعد وہ دسترخوان سے اٹھ گئے۔ سالکین کے چلے جانے کے بعد جب چراغ روشن کیا گیا تو خلوم نے دیکھا کہ کھانا بچا ہوا ہے ہر کسی نے کم کھایا تاکہ میرا دوسرا بھائی کھانا کھالے۔ یہی اخلاق صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں۔ ایک بکری کا سر سات گھروں سے ہوتا ہوا پھر پہلے گھر پہنچ گیا۔

سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے تین دن پانی سے سحری و افطاری کی مگر اپنا کھانا سالکین کو دے دیا چنانچہ آیات نازل ہوئیں۔ "و یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیمًا و امیرًا" (الدھر: آیت 8)

[اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور یتیم کو کھانا کھلاتے ہیں]

حضرت حذیفہؓ سے جنگ یرموک میں ایک زخمی مجاہد نے پانی مانگا تو دوسری طرف سے حضرت ہشام بن العاصؓ نے آہ کی۔ اس مجاہد نے اپنا منہ بند کر لیا اور دوسرے کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے اسے پانی پلائیں۔ جب دوسرے کو پلانے لگے تو تیسری طرف سے آواز آئی۔ دوسرے نے تیسرے کے پاس بھیج دیا۔ پانی پلانے والے جب وہاں پہنچے تو وہ فوت ہو گئے۔ جب دوسرے کی طرف لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ بھی فوت ہو گئے جب پہلے کی طرف آئے تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ انسانی تاریخ میں ان مجاہدین نے ایثار کا ایک نیا باب رقم کیا کہ عین جان کنی کے عالم میں خود پانی نہ پیا اور دوسرے کی طرف بھیجا خود پیاس کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

ایک مرتبہ حکومت وقت نے شیخ ابو الحسن نوریؒ، شامؒ اور رقامؒ کو گرفتار کیا تاکہ قتل کر دیا جائے۔ جب سراڑانے لگے تو شیخ ابو الحسن نوریؒ پہلے جلاد کی طرف بڑھے تاکہ انہیں قتل کر دیا جائے، پوچھا گیا کہ پل کیوں کی؟ فرمایا اسلئے کہ میرے بھائی چند لمحے اور جی لیں۔ سبحان اللہ مواخت کے پودے کی آبیاری ایثار کے پانی سے کرتے رہیں تو یہ ایسا درخت بن جاتا ہے۔

”اصلها ثابت و فرعها فی السماء“ (ابراہیم: آیت 24)

[جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں جاری ہوں]

اسلام نے تو تھوڑی دیر کی مصاحبت اختیار کرنے والوں کے ساتھ بھی ایثار کا پر تاؤ کرنے کی تعلیم دی ہے پھر پیر بھائیوں اور عزیز و اقارب کا تو کیا کہنا۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک آدمی نے راستہ میں آپؐ کی مصاحبت اختیار کی۔ جب ایک جنگل میں پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے پیلو کی دو مسواکیں توڑیں ان میں سے ایک ٹیڑھی تھی دوسری سیدھی۔ آپؐ نے ٹیڑھی خود لے لی اور سیدھی اپنے ساتھی کو دے دی۔ اس آدمی نے عرض کیا ”آپؐ مجھ سے زیادہ سیدھی (مسواک) کے حقدار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جو آدمی بھی کسی کی مصاحبت کرتا ہے چاہے دن کی ایک گھڑی کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے

مصاحبت کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا اس میں اللہ عزوجل کا حق ادا کیا یا نہیں۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھ پر تیرا ایسا حق ہو جو میں نے ادا نہ کیا ہو۔“

اخوت فی اللہ، محبت فی اللہ اور حسن مصاحبت دراصل سلف صالحین کے طرق تھے۔ آج یہ ناپید ہو گئے ان کے آثار جاتے رہے۔ جو ان پر عمل کرے اس نے انہیں زندہ کیا اور جس نے انہیں زندہ کیا اسے بعد میں عمل کرنے والوں جیسا اجر ملے گا۔ جس سالک کو نیک مخلص بھائی مل جائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کے پروردگار ہے۔

نوٹ :- اخوت اسلامی کے تحت دیئے گئے اکثر واقعات شیخ ابو طالب مکیؒ کی کتب ”قوت القلوب“ سے اخذ کئے گئے ہیں۔



باب 13

سوال و جواب

سوال نمبر 1:- شیخ کو مریدوں پر تنقید کرنے اور ڈانٹ ڈھٹ کرنے کے باوجود مریدوں کی محبت کیوں ملتی ہے۔

جواب :- ڈاکٹر علاج معالجہ کے لئے اگرچہ نشتہ لگاتا ہے مگر شفاء حاصل ہونے کے بعد لوگ دعائیں دیتے ہیں۔

سوال نمبر 2:- پیر سے محبت رکھنے کے بارے میں شریعت کی کوئی دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ یا نہیں؟

جواب :- ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا، تو کس کو دوست رکھتا ہے؟
”عرض کیا کہ آپ ﷺ کو۔“ آپؐ نے پوچھا کہ ”اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ؟“ عرض کیا ”جی ہاں، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہم بت پرست ہوتے۔“

سوال نمبر 3:- آج کل کمال پیر کے ٹالل بیٹے کو بھی پیر سمجھا جاتا ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟
جواب :- جس طرح ڈاکٹر کے بیٹے کو ڈاکٹر ماننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا، جب تک وہ باقاعدہ ڈاکٹری کا علم حاصل نہ کرے۔ اسی طرح پیر کا بیٹا پیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ باقاعدہ نسبت اخذ نہ کرے۔ ہاں اگر نسبت اخذ کرے تو پیر کا بیٹا ”نور علی نور“ ہوتا ہے۔ اس سے ہی بیعت کی تجدید کرنا افضل ہے۔

سوال نمبر 4:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر کمال نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، یقین پکا ہونا چاہئے۔

جواب :- جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی کو نہیں چھڑا سکتا یا ایک سویا ہوا دوسرے سوئے ہوئے کو نہیں جگا سکتا یا ایک اندھا دوسرے اندھے کو راستہ نہیں دکھا سکتا اسی طرح ایک غافل دوسرے غافل کو ڈاکر نہیں بنا سکتا۔ جب پیری کمال نہیں تو مرید کمال کیسے بنے گا۔

سوال نمبر 5 :- جب قرآن وحدیث موجود ہیں تو پیر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ انسان اپنی اصلاح خود کیوں نہیں کر سکتا؟

جواب :- صحابہ کرامؓ نے قرآن اترتے ہوئے دیکھا، صاحب قرآن کو دیکھا، نبیؐ کے فرمان کو اپنے کلاں سے سنا مگر اپنا تزکیہ خود نہ کر سکے بلکہ نبی علیہ السلام نے ان کا تزکیہ کیا۔ قرآن پاک میں ”وہم کہہ ہم“ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مڑکی کی ضرورت پڑتی ہے۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھلا ہم اپنی اصلاح خود کیسے کر سکتے ہیں؟ جس طرح درخت کو اپنے پھل پھل پھل محسوس نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو بھی اپنے عیوب برے محسوس نہیں ہوتے۔ شیخ کے بغیر تزکیہ حاصل کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک آدمی کے کہ میں بیمار تو ہوں مگر میڈیکل کی کتابیں موجود ہیں خود پڑھ کر اپنا علاج کر لوں گا۔ کیا اسے عقلمند کہا جائے گا؟

سوال نمبر 6 :- بعض سالکین اپنے اوپر مباحات کا دائرہ تنگ کر لیتے ہیں، یہ کیا ہے؟

جواب :- مباحات میں وسعت اس لئے نہیں کہ ہر شخص ہر مباح کو استعمال ہی کرے بلکہ کیا معلوم کس کو کس وقت کس چیز کی ضرورت پیش آجائے۔ اسی لئے بعض مشائخ تمباکو کھانا پینا تو بڑی دور کی بات ہے پان کھانے اور چائے پینے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔

سوال نمبر 7 :- بعض اوقات سالکین پر کبھی عجیب کیفیات ہوتی ہیں اور کبھی کچھ بھی متیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :- سالک کی مثال درخت کی سی ہوتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے درخت پر کوئلیں پھونتی ہیں نئے نئے پتے نکلتے ہیں پھر نئے پتے لگانا بند ہو جاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ درخت کی ترقی رک گئی بلکہ اس وقت درخت اپنے نئے شاخیں مضبوط کر رہا ہوتا ہے۔ یہی معاملہ سالک کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال نمبر 8:- سالک کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ اس کا مشرب کیا ہے؟

جواب :- سالک جس نبیؐ کے زیر قدم ہو، اس نبی علیہ السلام کی صفات کا پرتو سالک کی شخصیت پہ واضح نظر آتا ہے۔ جو موسوی المشرب ہوگا اسے کلام الہی سے شغف زیادہ ہوگا ابراہیمی المشرب کو توکل علی اللہ اور مہمان نوازی میں خصوصیت نصیب ہوگی۔ عیسوی المشرب کی زندگی میں زہد فی الدنیا غالب ہوگا اس میں سلبی قوت بہت زیادہ ہوگی محمدی المشرب کو اتباع سنت اور اخلاق محمدیہ سے شغف زیادہ ہوگا۔

سوال نمبر 9:- اگر اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو دوسرے شیخ سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب :- فیض تو رہتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ ناقص کو کامل بنا سکے۔

سوال نمبر 10:- کوئی شیخ اپنے مرید کو علق کرے اور مرید کا اعتقاد سالم رہے تو بیعت قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب :- شیخ ناراض ہو جائے مگر مرید کا اعتقاد باقی و قائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے۔ غزوہ تبوک میں حضور ﷺ حضرت کعب بن مالکؓ سے متقبض ہو گئے تھے مگر ان کا اعتقاد درست رہا لہذا کامیابی ہوئی۔

سوال نمبر 11:- اگر کسی مرید کا اعتقاد پیر کے بارے میں جاتا رہے اور شیخ بیعت واپس نہ کرے تو بیعت رہتی ہے یا نہیں؟

جواب :- بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پاس رہنے کی بیعت کی مگر بخار ہوا۔ اور وہ بغیر اجازت چلا گیا تو نبیؐ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کرتا ہے۔

سوال نمبر 12:- پیر کا مرید سے تعلق کیا ہونا چاہئے؟

جواب :- وہی ہونا چاہئے جو سیدنا صدیق اکبرؓ کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے تھا۔ ایک مرتبہ

نبی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ جواب میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔ (1) آپؐ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا۔ (2) آپؐ پر اپنا مال خرچ کرنا (3) میری بیٹی آپؐ کے نکاح میں ہے۔ سوچئے ان تینوں کا مرکز و محور ایک ہی ذات تھی۔ پس مرید کو اپنے شیخ سے ایسا ہی والہانہ تعلق ہونا چاہئے۔

سوال نمبر 13:- سلوک میں ذکر ہی سے فائدہ ہوتا ہے یا کسی اور چیز سے بھی؟

جواب :- سالک کو ابتدا میں ذکر سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر ایک وہ وقت آتا ہے کہ ذکر خواہ نفی و اثبات ہی کیوں نہ ہو، مفید نہیں رہتا۔ بلکہ فکر کام آتا ہے۔ اس منزل پر تلاوت قرآن، کثرت نوافل، تبلیغ و تدریس اور تصنیف سے فائدہ ہوتا ہے پھر قرب بالفرائض کا درجہ آتا ہے خواہ وہ اللہ کی طرف سے مقرر ہوں یا بندوں کی طرف سے۔ مثلاً شیخ نے کہا خانقاہ میں خدمت کرو اب یہ خدمت کرنا فائدہ زیادہ دے گا بہ نسبت ذکر و فکر کے۔ اسے قرب بالفرائض کہتے ہیں۔

سوال نمبر 14:- اسباق کے خواص سے کیا مراد ہے؟

جواب :- ہر سبق سے رذائل کا ازالہ وابستہ ہے پیر اس پر نظر رکھتا ہے کہ رذائل دور ہوئے یا نہیں۔ جب ایک کے رذائل دور ہو جاتے ہیں تو شیخ دوسرا سبق دے دیتا ہے۔

سوال نمبر 15:- قرب بالنوافل سے کیا مراد ہے؟

جواب :- سالک فائز کمال حاصل کرنے کے بعد قرب بالنوافل سے ترقی پاتا ہے یعنی اپنی طرف سے جو چاہتا ہے عبادت کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے جو دین کا کام لینا چاہیں اس میں لگا دیتے ہیں، یہ قرب بالفرائض کہلاتا ہے۔ کسی کو تبلیغ کا کام، کسی کو تدریس کا اور کسی کو تصنیف و تالیف کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ قرب بالفرائض والا فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے تو گرفت کی جاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلوت میں آدمیوں کو بھیج کر تنبیہ فرمائی۔

سوال نمبر 16:- نفی اثبات جس دم کے ساتھ ایک دفعہ میں اکیس سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب :- سالک کو اولیٰ یہ ذکر بلحاظ شرائط 21 مرتبہ تک پہنچانا چاہئے پھر اس سے زیادہ کرے تو قائمہ ہے۔ مکتوبات مصومیہ میں کسی صاحب نے لکھا کہ میں ایک سانس میں ایک سو ایک بار نفی اثبات کرتا ہوں حضرت خواجہ محمد مصومؒ نے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

سوال نمبر 17 :- کیا قرأت قرآن سے وہ نتائج و اثرات حاصل ہوتے ہیں جو صوفیہ کے بتائے ہوئے اذکار سے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب :- ابتداء میں سالک کی زیادہ ترقی ذکر سے ہوتی ہے حتیٰ کہ فکے قلب اور فکے نفس نصیب ہو جائے پھر تلاوت، نوافل اور دوسرے دینی اشغال سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 18 :- جن کے اسباق زیادہ ہیں انہیں وقت پرانہ ملے تو کیا کریں؟

جواب :- ایسی صورت میں صرف نیت کر کے لطائف پر سے توجہ کرتے ہوئے گزر جائیں تو بھی قائمہ سے خللی نہیں ہوگی۔

سوال نمبر 19 :- نسبت سلب ہو جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب :- نسبت نام ہے اس تعلق کا جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کو کوئی سلب نہیں کر سکتا البتہ کیفیت و واردات سلب کی جاسکتی ہیں۔

سوال نمبر 20 :- بعض لوگ چلتے پھرتے ہر وقت تحلیل لسانی (کلمہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب :- سو فیصد جائز بلکہ مستحسن ہے حضرت خواجہ عزیزان علی رامینیؒ سے ایسا ہی سوال پوچھا گیا تو فرمایا: شریعت نے قریب المرگ کو کلمہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں ہر وقت اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھتا ہوں۔ لہذا اپنے نفس کو گلے کی تلقین کرتا رہتا ہوں۔

سوال نمبر 21 :- جو لوگ سفر کے دوران جیب میں قرآن پاک رکھتے ہیں اور مجبوراً پیشاب کے لئے بیت الخلاء میں جاتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب :- جیب کا حکم خلاف کا سا ہونا چاہئے، تاہم بہتر ہے کہ قرآن مجید کو کسی پلاسٹک وغیرہ

کے غلاف میں لپیٹ کر جیب میں رکھیں۔

سوال نمبر 22:- مومن کو نماز کا انتظار کیوں رہتا ہے؟

جواب:- نماز جب روح کی غذا بن جاتی ہے تو نماز پڑھنے کے لئے دل اسی طرح چمب ہوتا ہے جیسے روٹی کھانے کے لئے معدہ چمب ہوتا ہے۔

سوال نمبر 23:- مہذب کون ہوتے ہیں؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کے بعض بندے روحانی امور کے لئے متعین ہوتے ہیں اور بعض مادی یا مادی امور کے لئے۔ مادی امور کے لوگ ظاہر میں دیوانوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں ہوتا کہ رجل تشریح کو رجل نکوین کی خبر ہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کا علم نہ تھا۔ کبھی کبھی نکوین و تشریح ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتی ہیں۔ رجل نکوین میں قطب مدار اور رجل تشریح میں قطب ارشاد ہوتے ہیں۔ عموماً قطب مدار قطب ارشاد کے ماتحت ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: "انسی علی علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلم انت وانت علی علم علمکم اللہ لا اعلمہ" [اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا علم مجھ کو دیا ہے جو تم کو نہیں ملا ہے اور تم کو ایک قسم کا علم دیا ہے جو مجھ کو نہیں ملا] یہ نکوینی امور کے لوگ مہذب کہلاتے ہیں۔

سوال نمبر 24:- واردات کونیہ اور ملیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:- سالک کے دل میں بعض اوقات ملی فکات و افسانے جلتے ہیں اور بعض اوقات مادی امور سے متعلق فکات مثلاً ایسا ہوگا ایسا نہ ہوگا اس کو واردات کونیہ کہتے ہیں۔ ملی محارف کو واردات ملیہ کہتے ہیں دونوں محمود ہیں مگر ملیہ کونیہ سے افضل ہوتے ہیں ملیہ ہر شخص کو نہیں ملتی۔

م دیتے ہیں بلکہ عرف قہر خوار دیکھ کر

سوال نمبر 25:- شرب کیا ہوتا ہے؟

جواب:- ہر سالک کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے۔ لیکن کون کس کے زیر قدم ہے اس کا پتہ نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھیجا تاکہ انہیں اپنے مشرب کا پتہ چلے۔ جب مرید پہنچا تو اس بزرگ نے کہا تمہارے یہودی کا کیا حال ہے؟ مرید بہت خفاء ہوا۔ جب واپس پہنچا اور بزرگ نے مرید سے حقیقت حال پوچھی تو مرید نے جھگتے جھگتے بتایا۔ شیخ نے کہا، الحمد للہ کہ میں موسوی المشرب ہوں۔

سوال نمبر 26:- قوم کسے کہتے ہیں؟

جواب:- عالم تجلیات صفات الہی کا منظر ہے۔ اب تجلیات ذات کا منظر بھی کسی کو ہونا چاہئے اس کو قوم کہتے ہیں کہ عالم کا قیام مادی وسائل پر نہیں بلکہ ذکر اللہ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا ہوگا۔ مشائخ چونکہ ذکر اللہ کرتے ہیں اور اس کے سلسلے کو جاری کرتے ہیں لہذا ان میں سے کسی خاص کو قوم بنا دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 27:- دست غیب سے کیا مراد ہے؟

جواب:- بعض مشائخ کو روزانہ محلے کے نیچے سے یا کسی اور طرح سے رزق مل جاتا ہے یہ دست غیب کہلاتا ہے۔ یہ بھی دست غیب ہے کہ بلا توقع کوئی ہدیہ پیش کرے۔

سوال نمبر 28:- بزرگوں کے ختم شریف پڑھنے کی کیا اصل ہے؟

جواب:- کوئی آیت یا عبارت جسے کسی شیخ کی زندگی اور کیفیات سے مناسبت کلام ہو ان کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا ختم شریف کہلاتا ہے۔ بعض مشائخ خود متعین کرتے ہیں اور بعض کی وفات کے بعد متوسلین مقرر کر دیتے ہیں۔

سوال نمبر 29:- خواب، واقعہ اور مشاہدہ میں کیا فرق ہے؟

جواب:- نیند میں جو کچھ نظر آئے خواب کہلاتا ہے۔ مراقبہ میں بیٹھے بیٹھے سوجائے اور کچھ

دیکھے تو واقعہ کہلاتا ہے۔ اگر مراقبہ میں بقاءم ہوش و حواس کچھ دیکھے تو مشاہدہ کہلاتا ہے۔

سوال نمبر 30 :- قبض و وسط سے کیا مراد ہے؟

جواب :- بعض اوقات سالک کو عجیب و غریب انشراح اور کیفیات محسوس ہوتی ہیں، یہ وسط کہلاتا ہے بعض اوقات یہ کیفیات ایسے دب جاتی ہیں جیسے کچھ بھی نہ تھا، یہ قبض کہلاتا ہے۔ قبض و وسط دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ہم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف وسط مانگتے ہیں جس طرح درخت کو کاشتکار پانی دیتا ہے پھر کچھ عرصہ پانی خشک و جذب ہونے کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔ ہر وقت پانی کھڑا رہے تو نقصان دہ ہے اس طرح وقفے وقفے سے پانی دینے سے درخت سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ یہی حقیقت قبض اور وسط کی ہے۔ ان کیفیات کے ذریعے سالک کی تربیت کی جاتی ہے۔

سوال نمبر 31 :- فانی الرسول سے کیا مراد ہے؟

جواب :- جب طبعی طور پر سنت کی اتباع ہونے لگے تو اس کیفیت کا نام فانی الرسول ہے۔

سوال نمبر 32 :- یادداشت سے کیا مراد ہے؟

جواب :- چھوٹے بچے کو ترتیب سے اے بی سی یاد ہوتی ہے بڑے کو اتنی تیزی سے پڑھنا نہیں آتا مگر بوقت ضرورت صحیح انگلش لکھ سکتا ہے۔ یا ہم مسجد میں جانے کا ارادہ کرتے ہیں راستے میں ادھر ادھر دیکھتے ہیں دوستوں کو سلام کرتے ہیں مگر مسجد میں جانا نہیں بھولتے۔ اس کو یادداشت کہتے ہیں۔ سالک بھی دنیا کے کام کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں بھولتا۔

سوال نمبر 33 :- نقشبندیہ سلسلہ اور چشتیہ سلسلہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب :- دونوں میں کاملین اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ فرق صرف طریق کار کا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی ”سے کسی نے پوچھا“ میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوں یا سلسلہ چشتیہ میں۔ فرمایا، اس کی مثال یوں ہے کہ ایک زمین میں جھاڑیاں ہیں۔ اس میں کاشت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں سل چھ مہینے مغللی کرو پھر کاشت کرو، دوسرا یہ کہ جتنا صاف

ہو اتنا کشت کرتے جاؤ اس نے کہا کہ مجھے دوسرا طریقہ پسند ہے موت کا کیا پتہ کب آ جائے۔
فرمایا پھر جنہیں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہونا چاہئے۔

سوال نمبر 34:- کیا وجہ ہے کہ خفی المسک ممالک مثلاً پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، وسط
ایشیا کی ریاستیں، ترکی اور شام وغیرہ میں سلاسل صوفیہ زیادہ رائج ہیں؟

جواب:- تمام دین کا نچوڑ چار قسمیں ہیں اور یہ چار بھی سمٹ کر دو میں آجاتی ہیں خفی و شافعی۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ خفی المسک میں کمالات نبوت غالب ہیں اور شافعی
المسک میں کمالات ولایت غالب ہیں خفی المسک ممالک میں اتباع سنت زیادہ ہوتی ہے۔

سوال نمبر 35:- نماز میں وسوس اور خیالات بہت آتے ہیں؟

جواب:- ہر وسوسہ خیال ہے جبکہ ہر خیال وسوسہ نہیں ہوتا۔ وسوسہ وہ خیال ہے جو مقصد میں
حائل ہو لیکن فقط خیال مقصد میں حائل نہیں ہوتا۔ خیالات کا آنا مضر نہیں خیالات کا لانا مضر
ہے۔ ہمیں نماز میں دنیا کے خیالات آتے ہیں جو اسفل ہے اور اکابرین کو خیالات آتے ہیں دین
کے جو اعلیٰ ہیں جیسے حضرت عمرؓ نماز میں جملہ کی صفیں درست فرماتے تھے۔ ایسے خیالات محمود
ہیں اور حضور قلب کے خلاف نہیں ہیں۔

سوال نمبر 36:- بعض مشائخ کو نماز میں اس قدر استغراق نصیب ہوتا ہے کہ ارد گرد کا پتہ
بھی نہیں چلتا کہ کیا ہو رہا ہے، ہماری نمازیں کیوں ایسی نہیں ہیں؟

جواب:- نماز میں اس قدر استغراق حاصل ہونا لازمی امر نہیں ہے حضور قلب سے مراد نماز
میں توجہ الی اللہ ہے نبی علیہ السلام نے ایک بچے کے رونے پر نماز کو مختصر کر کے سلام پھیر دیا
تھا۔

سوال نمبر 37:- سنا ہے وسوسہ آنے پر ہنسی کی گرفت ہوتی ہے؟

جواب:- صرف اس وسوسہ پر گرفت ہوتی ہے جو ہنسی کو غافل کر دے۔ جو وسوسہ آئے اور
گزر جائے اس پر گرفت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 38:- عن اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب:- انسان جب نیت و ارادے کے ساتھ ایک رائے قائم کر لیتا ہے اس کو عن کہتے ہیں اور جب خود بخود قلب میں کوئی خیال وارد ہوتا ہے اسے الہام کہتے ہیں۔

سوال نمبر 39:- عالم خلق اور عالم امر سے کیا مراد ہے؟

جواب:- اللہ تعالیٰ نے کائنات کو دو طرح سے پیدا کیا جسے کن کہہ کر پیدا کیا وہ عالم امر کہلاتا ہے جسے بتدریج پیدا کیا وہ عالم خلق کہلاتا ہے۔

سوال نمبر 40:- کیا سماع جائز ہے؟

جواب:- ساز اور ہاجوں کے ساتھ کسی قسم کا گانا حتیٰ کہ حمد و نعت بھی ناجائز ہے۔ بغیر عزائمیر کے چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً

- 1- اشعار فلسفیانہ مضامین پر مبنی نہ ہوں۔
- 2- مجلس میں محرم، غیر محرم کا اختلاط نہ ہو۔
- 3- سامعین کو اتنی رغبت ہو جیسے بھوک میں کھانسی۔

سوال نمبر 41:- سنت اور بدعت کی کیا پہچان ہے؟

جواب:- سنت عمل الہی ہوتا ہے بدعت ملاقاتی ہوتی ہے یعنی سنت عمل ہر جگہ اور ہر ملک میں یکساں ہو گا مثلاً دسویں محرم کا روزہ رکنا سنت ہے یہ ہر جگہ ہر ملک میں رکھا جاتا ہے۔ دسویں محرم کا "سقا" بدعت ہے اسی لئے ایران میں منسلک کا طرہ اور "پاکستان میں نور" عراق میں نور، ہندوستان میں نور ہے۔

سوال نمبر 42:- امت کا ایک بہت بڑا طبقہ تصوف کو اچھا نہیں سمجھتا یہ کیوں ہے؟

جواب:- بعض لوگ ذہنی چیزوں کی باتیں سن کر بھڑک جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آج تو ہر محلے میں کھوٹا کمرے سے ملا ہوا ہے۔ گھارٹا تو ہمارا کام ہے۔ علم میں بھی بعض نفس پرست دنیا دار لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علم حاصل کرنا بند کر دے۔

تصوف پر اعتراض کرنے والوں کی مثال ہندہ کی سی ہے جسے آکل الاکبا کہتے ہیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے کتنی پکی دشمن تھی مسلمان ہونے کے بعد کہنے لگی ”یا رسول اللہ“! اب آپ سے بڑھ کر کسی چیز سے محبت نہیں۔“ معترفین پر تصوف کی حیثیت کھل جائے تو ان کا یہی حال ہو۔

سوال نمبر 43 :- تصوف میں عروج کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

جواب :- چار چیزوں سے: (1) کثرت ذکر (2) اتباع سنت (3) تقویٰ (4) رابطہ شیخ

سوال نمبر 44 :- بعض مشائخ کی زبان سے ”انا الحق اور سبحانی ما اعظم شأنی“ وغیرہ کے الفاظ کیوں نکلے؟

جواب :- یہ الفاظ غلبہ حال میں نکلے اس حالت میں انسان معذور ہوتا ہے حضرت موسیٰ کے سامنے اگر درخت سے آواز نکل سکتی ہے ”انسی انا اللہ“ تو کیا عجب ہے کہ کسی انسان کی زبان سے انا الحق کے الفاظ نکلیں۔ تاہم صاحب ہوش آدمی ایسے الفاظ کے گاتو جوتے پڑیں گے۔

سوال نمبر 45 :- اکثر گناہوں کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب :- اکثر گناہ ”حب جاہ“ یا ”قوت باہ“ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 46 :- حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ آخر میں حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدیہ ایک ہو جائیں گے؟

جواب :- کعبہ تجلیات ذاتی کا مرکز ہے اسی لئے وہ مجدد الہیہ ہے آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک بھی آخر میں دائمی طور پر تجلیات ذاتی کا مرکز بن جائے گا۔ حضرت یوسفؑ کو ایک نبی حضرت یعقوبؑ نے سجدہ کیا۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ کروایا گیا۔ ”لایسعی ارضی ولا سمانی و لکن یسعی قلب عبد مومن“ کعبہ بھی تجلیات ذاتیہ کا مرکز مومن کا قلب بھی، فرق اتنا ہے کہ کعبہ دائمی تجلیات کا مرکز مگر مومن پر کبھی ہیں کبھی نہیں۔

سوال نمبر 47 :- بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو

بسم اللہ پڑھتے دوسرے پر پاؤں رکھتے تو والناس پڑھتے یہ کیسے ممکن ہے یا بعض بزرگ اپنے شہر سے دوسری جگہ پہنچے شادی کی بچے ہوئے واپس آئے تو چند گھنٹے ہی گزرے تھے کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب :- زمانے کا ایک طول ہوتا ہے ایک عرض ہوتا ہے عام مشہور یہی ہے کہ زمانے کا صرف طول ہے عرض نہیں ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ خواص کے ایسے کام زمانے کے عرض میں کروا دیتے ہوں جیسے واقعہ معراج۔

سوال نمبر 48 :- مبداء تعین کسے کہتے ہیں؟

جواب :- ہر سالک کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے ایک مبداء تعین ہوتا ہے اس سالک کی رسائی اپنے مبداء تعین تک ہی ہوتی ہے اگر کسی کو اس سے اوپر سیر نصیب ہو تو وہ نظری ہوتی ہے قدی نہیں (مقام نہیں بنے گا) جیسے گھر لاہور میں ہے یہ اصل مقام ہوا۔ اب جہاں گھوم پھر آؤ مقام یہی رہے گا۔

سوال نمبر 49 :- تعین اول کونسا ہے؟

جواب :- حدیث پاک میں ہے ”كنت كنزاً مخفياً فاحسبت ان اعرف فاخلقت الخلق“ [میں مخفی خزانہ تھا پس میں نے پند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، پھر میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا] بعض مشائخ نے کہا کہ خدا کا پہلی بار مخلوق کو پیدا کرنے کا علم تعین اول ہے بعض نے کہا ارادہ (مخلیق) تعین اول ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا حب (یہ چاہنا کہ مجھے پہچانا جائے) تعین اول ہے یہ ”حب“ ہی نبیؐ کا مبداء تعین ہے اس سے اوپر لائقین کا مقام ہے۔

سوال نمبر 50 :- صوفیائے کرام فقط مصلے پر بیٹھ کر تسمیحات پھیرتے رہتے ہیں جہاد میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟

جواب :- جہاد کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر وارد ہوا ہے۔ مثلاً

1۔ جہاد بالمال یعنی اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ”وجاہدوا باموالکم“ اس پر دلیل ہے۔

(2) — جہاد بانفس یعنی اپنی جانوں پر احکام شریعت نافذ کرنا۔ فرمان الہی ہے ”و تجاہدوں فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم“ اسی لئے حدیث پاک میں بھی وارد ہے ”المجاہد من جاہد نفسه فی طاعة اللہ۔“

(3) — جہاد بالقرآن یعنی کفار کے سامنے اعلائے کلمتہ اللہ کی خاطر اسلام کی دعوت کو پیش کرنا ”و جاہدہم بہ جہاداً کبیراً“ اس کی دلیل ہے۔

(4) — جہاد بالسیف یعنی کفار کے ساتھ قتل کرنا جیسے فرمان الہی ہے ”یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم“

صوفیائے کرام عام طور پر جہاد کی پہلی تین صورتوں میں فعال رہتے ہیں۔ اس کی مثالیں اظہر من الشمس ہیں۔ رہی بات جہاد بالسیف کی تو جب دین اسلام کی سرملندی کیلئے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے تو یہ حضرات کفن بردوش ہو کر میدان میں نکل آتے ہیں اور کفار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار یعنی بنیان مرصوص بن جاتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(1) — ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے جب جلال الدین خوارزم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ گل کر دیا تو یہ ضرب المثل بن گئی تھی۔

”اذا قیل لک ان التاتار انہزموا فلا تصدق“

[اگر کوئی کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو یقین نہ کرنا]

ایسی عجیب صورت حال میں حضرت محمد درہندیؒ جیسے حضرات نے تاتاری شہزادوں کے دلوں کی گلیا پلٹ دی اور تیس سال کے بعد یہی شہزادے مسلمان ہو گئے اور دنیا میں اسلام کی عظمت کا پھر براہ راست نگاہ علامہ اقبالؒ نے کہا

۔ ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانے سے

پاسہاں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

(2) — ہندوستان میں جب اکبر بلاشاہ کی وجہ سے دین الہی کی آندھی اٹھی تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اہیائے دین کا علم بلند کیا اور وقت کے بڑے بڑے فوجی جرنیلوں مثلاً شیخ فرید اور خاں

خانان کے دلوں پر توجہات و الیس حتی کہ وہ وقت آیا کہ رسومت بدعت کا قلع قمع ہوا اور دنیا میں "یحی الارض بعد موتہا" کا نقشہ پیش ہوا۔ اور نگریب جیسا دیندار بادشاہ انہی کی محنت کا ثمر تھا۔

(3) روس نے داغستان پر حملہ کیا تو غازی محمد شہیدؒ، "جزہ ہے" اور شیخ شامیؒ جیسے مشائخ طریقت نے 1813ء سے 1859ء تک 46 سال جنگ لڑی اور کیونسٹوں کے ساتھ قتل کیا۔
(4) طرابلس کی جنگ میں شیخ احمد الشریف سنوی نے اپنے مریدین کو اطالویوں کے سامنے صف آراء کیا اور انہیں پندرہ سال ٹاکوں چنے چوائے۔ سحرائے اعظم افریقہ کی سنوی خانقاہ آج تک مشہور ہے۔

(5) انیسویں صدی عیسوی میں الجزائر میں امیر عبدالقادر نے فرانسیسیوں سے 1832ء سے لے کر 1847ء تک 15 سال جنگ کی یہ شیخ طریقت تھے۔

(6) ہندوستان میں تحریک خلافت کے سلسلے میں جہاد شامی کے حافظ فیاض شہیدؒ اور انگریز سے آزادی کے حصول کے لئے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ناموں کو تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

(7) افغانستان میں سید جمال الدین افغانیؒ، ہندوستان میں شیخ السند اسیر مائنا حضرت محمود الحسنؒ اور سلسلہ شاذلیہ کے حسن البناء وغیرہم یہ سب حضرات مشائخ طریقت تھے۔ ان سب نے جہاد ہالیف کیا۔ ان عظیم قربانیوں کے بغیر تاریخ اسلام نامکمل ہے۔

(8) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے اپنے مریدین میں ایسا جذبہ جہاد بھرا کہ ایک خاتون اپنے دو بیٹوں کو مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

بولی اے محمد علیؑ کی جہاں بیٹا خلافت پہ دے دو
بتائیے حضرت مولانا محمد علیؑ جو ہرؒ اور مولانا شوکت علیؒ میں جذبہ جہاد کس نے بھرا تھا۔ وہی
شیخ جو خود بھی ایک عالم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آج بھی ان کی قبر مبارک کے قریب یہ اشعار
لکھے ہوئے ہیں:

۔ یہ لوح تربت من یافتد از غیب تحریر ہے

کہ اس مقتول راجز بے گناہی نیست تہفیر ہے

حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ مسلمانوں کی آزادی کیلئے اپنے گھر سے ہجرت کر کے لندن چلے گئے تاکہ مسلمانوں کی آواز انگریز کے ایوانوں تک پہنچا سکیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جب جان سے مار دیئے جانے کی دھمکی دی گئی تو ”افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز“ کے مطابق کفر کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر کہا:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے پر غیب میں سلمان بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علیؑ کو خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے



کتابیات

”تصوف و سلوک“ کی ترتیب و تالیف میں جن کتب سے مدد حاصل کی گئی ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	مولف	سن ترتیب و تالیف
1	کتاب المصنف فی التصوف	شیخ ابو نصر سراج طوسی	378 ہجری
2	کتاب التعرف	شیخ ابو بکر بن ابراہیم بخاری الکلاباذی	380 ہجری
3	قوت القلوب	شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ مکی	386 ہجری
4	طبقات الصوفیہ	شیخ عبدالرحمن محمد بن الحسینی نیشاپوری	412 ہجری
5	حلیۃ الاولیاء	محدث کبیر شیخ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی	430 ہجری
6	رسالہ حمیریہ	شیخ ابو القاسم بن ہوازن الشیری نیشاپوری	465 ہجری
7	کشف القلوب	شیخ المشائخ ابو الحسن علی بن عثمان جویری	470 ہجری
8	طبقات الصوفیہ	شیخ الاسلام عبد اللہ بن محمد انصاری ہروی	480 ہجری
9	احیاء العلوم	شیخ محمد امام غزالی	505 ہجری
10	آداب المریدین	شیخ شہاب الدین سروردی	563 ہجری
11	زبدۃ المتقین	شیخ الطریقت عزیز بن محمد سنفی	616 ہجری
12	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار	630 ہجری
13	عوارف العارف	شیخ شہاب الدین سروردی	632 ہجری
14	فتوحات کبیر	شیخ محی الدین ابن عربی	637 ہجری
15	مرآۃ العباد	نجم الدین امام رازی	654 ہجری
16	لمحات	شیخ فخر الدین عراقی	688 ہجری
17	نفحات الانس	مولانا جامی	ہجری
18	دلیل العارفين	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	ہجری
19	فوائد السالکین	خواجہ فرید الدین گنج شکر	ہجری

20	راحت القلوب	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ	ہجری
21	مکتوبات امام ربانیؒ	حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ	ہجری
22	مکتوبات معصومیہ	حضرت خواجہ محمد معصومؒ	ہجری
23	عمدة السلوک	حضرت سید زوار حسین شاہؒ	ہجری
24	انفاس عیسیٰ	حکیم الامت حضرت تھانویؒ	ہجری
25	شجرہ طیبہ	حضرت خواجہ محمد عبدالخالک صدیقیؒ	ہجری